(گائڈ آف درگاہ اینڈ اجمیر)

درگاہ سلطان الہند

خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ
اور
اجمیر کے آثارِ قدیمہ

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن

سلطان الہند
خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ
اور اجمیر کے آثار قدیمہ

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن

اوراق پبلی کیشنز

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان کے مالی تعاون سے شائع ہوتی ہے

کتاب : سلطان الہند: خواجہ معین الدین چشتی" کی درگاہ اور اجمیر کے آثار قدیمہ

مصنف و ناشر : ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن

صدر: یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن، (رجسٹرڈ)

سی۔۲۱۰، دوسری منزل، شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

موبائل: 09811219581, 07631407237

ای میل: sspfoundation@gmail.com

اشاعت : 2013

تعداد : 500

قیمت : -/110

صفحات : 192

کمپوزنگ : صوفی مطالعاتی و امن فاؤنڈیشن، نئی دہلی

مطبع : ایچ. ایس. آفسیٹ، پرنٹرس، دہلی

زیر اہتمام : اوراق پبلی کیشنز، دہلی

SULTAN-UL-HIND :
Khwaja Moinuddin Chishti Ki Dargah Aur Ajmer Ke Asar-e-Qadima
By: Dr. Hifzur-Rahman (President USSPF)

Sole Distributors

auraaque publications

A-170, Ground Floor-3, Surya Apartment, Dilshad Colony, Delhi - 110095 (INDIA)
Mob: (0) 9899706640, 9971775969 Email: auraaquepublications@gmail.com

انتساب

نائب رسول سلطان الہند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

کے نام

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن

آئینۂ اجمیر

کام بڑا ہی اہم یہ تم نے اے حفظ الرحمن کیا
اپنے قلم کے زور سے پیدا جینے کا سامان کیا

اجمیر کا تاریخی پس منظر کر کے تم نے پیش
مستقبل کے مؤرخوں کی مشکل کو آسان کیا

پیش کیا ہے صدیوں پرانے عہد کو مثل آئینہ
آئینہ ایسا جس نے آئینوں کو حیران کیا

مسجد محل مزار مقبرے اور درگاہیں
سب کو یکجا کر کے تم نے سب کا ہی سمان کیا

اجمیر کے تم نے کل آثار قدیمہ پر لکھ کر
سارے جگ میں اجمیر کی اہمیت کا اعلان کیا

مسلک اور عقائد بھی حائل نہ ہوئے روکا نہ قلم
تم نے اک اتہاس کار کے منصب کا سمان کیا

تم نے اہل ہند کو خواجہ اجمیری کے بارے میں
معلومات کی دولت دے کر نردھن کو دھنوان کیا

اُس کو عظیم انسان نہ کہہ کر کیا کہیئے گا جس نے بلال
لاعلموں کو علم دیا اور تن من دھن قربان کیا

سید بلال چشتی
(گدی نشین درگاہ خواجہ غریب نواز)

پیش لفظ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری برصغیر ہندوپاک میں خواجہ غریب نواز کے نام سے ہر خواص و عام میں مشہور ہیں۔ آپ ہندوستان کے ولیوں کے سردار یعنی سلطان الہند ہیں۔ آپ کے تعلق سے بہت ساری کتابیں اور مضامین مختلف زبانوں میں لکھے جاچکے ہیں اور آگے بھی لکھنے کا کام جاری رہے گا۔ خواجہ غریب نواز کے حالات زندگی اور اُن کی درگاہ سے متعلق نئی تاریخ تو پیدا نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ البتہ اُن سے تعلق رکھنے والے ماخذ کی روشنی میں مطالعہ موضوع کے مطابق مواد کو تلاش کراُسے مرتب کرنے کا کام کیا جاسکتا ہے اور یہی ایک نئے کام کا آغاز ہوتا ہے۔ جس میں حقائق کے ساتھ ایک نیا طریقۂ کار بھی شامل ہوتا ہے۔

اجمیر پورے ہندوستان میں تاریخی اور روحانی پہلو سے اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ یہ کتاب اجمیر کے تاریخی اور مقدس مقامات تک پہنچنے اور ان مقامات سے متعلق تاریخی معلومات حاصل کرنے میں خاص طور سے مددگار ثابت ہوگی۔

یہ کتاب اب تک لکھی گئی کتابوں سے الگ ہے۔ اس کتاب کو تاریخی پہلو سے حوالہ کے ساتھ مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ان حوالوں سے حقائق کی وضاحت ہو سکے۔ دراصل یہ کتاب اجمیر اور درگاہ کی گائڈ ہے۔ اس کتاب میں خواجہ صاحب کے حالات زندگی کے ساتھ مختلف ادوار میں مسلم حکمرانوں کے ذریعہ کئے گئے تعمیراتی کاموں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے نیز خواجہ صاحب کی درگاہ پر مختلف ادوار کے صوفیائے کرام اور حکمرانوں کے ذریعہ کی گئی زیارتوں کو بطور خاص پیش کیا گیا ہے تاکہ خواجہ صاحب کی قدرومنزلت کا اندازہ ہو سکے۔

اس کتاب کے لئے فوٹوگرافی کروانے میں سید پرویز حسین معینی اور ڈاکٹر نجم الحسن چشتی نے مدد کی جس کی فوٹوگرافی فروری 2009 میں پوری کی گئی۔ اس کتاب کو تیار کرانے نیز شائع کرانے میں الحاج سید بلال چشتی عرف انگارہ شاہ (گدی نشین درگاہ خواجہ غریب نواز، اجمیر) کی کوششوں کا بہت بڑا دخل ہے۔ لہٰذا میں اُن کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔

یہ کتاب یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) جامعہ نگر نئی دہلی کے تحقیقی پروگرام کے تحت لکھی گئی ہے اس فاؤنڈیشن کو اب تک تصوف اور صوفیاء کرام کی تاریخ نیز اسلامی فن تعمیر کے تعلق سے ۲۳ کتابیں شائع کروانے کا شرف حاصل ہے۔ جس کا ذکر اس کتاب کے آخر میں کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمن

صدر یونی ورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن،

جامعہ نگر، نئی دہلی۔

فہرستِ مضامین

درگاہ شریف کا تیسرا احاطہ (خواجہ غریب نواز کی درگاہ کا احاطہ) میں کئے گئے تعمیراتی کام کا جائزہ

پانچواں باب:-خواجہ غریب نواز کی درگاہ سے بادشاہوں وحکمرانوں کی عقیدت اوران کے آستانہ مبارک پران کی حاضری۔ 103-124

چھٹا باب:- خواجہ غریب نواز کی درگاہ سے اولیاء کرام کی عقیدت اور ان کی حاضری۔

اجمیر کے کچھ مشہور تاریخی مقامات

اجمیر کی کچھ پرانی اور تاریخی عمارتیں

انگریزوں کے زمانے کی کچھ عمارتیں

اجمیر کے کچھ پرانے محلات

اجمیر کی تاریخی مساجد

اجمیر میں صوفیائے کرام کے مزارات

اجمیر کے صوفیاء کرام کے کچھ قدیمی چلہ گاہ

☆☆☆

پہلا باب

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی حالات زندگی

آپ کا خاندانی نسبت

خواجہ معین الدین چشتی کی پیدائش ۵۳۰ھ مطابق ۱۱۳۵ء[1] میں اصفہان میں ہوئی[2] اور آپ کی پرورش اصفہان کے سنجار علاقہ میں ہوئی جس وجہ سے آپ سنجری کے نام سے مشہور ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ غیاث الدین ہے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے ہیں[3]

آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے:۔

(۱) خواجہ معین الدین بن خواجہ غیاث الدین

(۲) خواجہ غیاث الدین بن خواجہ نجم الدین طاہر

(۳) خواجہ نجم الدین طاہر بن سید عبدالعزیز

(۴) سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم

(۵) سید ابراہیم بن سید ادریس

(۶) سید ادریس بن سید امام موسیٰ کاظم

(۷) سید امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق

(۸) امام جعفر صادق بن امام محمد باقر

(۹) امام محمد باقر بن امام زین العابدین

(۱۰) امام زین العابدین بن حضرت امام حسین علیہ السلام

(۱۱) حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ [۴]

آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام بی بی ام الورع ہے۔[۵] لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام ماہ نورو خاص الملکہ ہے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کے والد کا نام داؤد بن عبداللہ الحنبلی ہے۔

آپ کا نسب نامہ مادری حسب ذیل ہے:۔

(۱) بی بی ام الورع الموسوم بی بی ماہ نورو بی بی خاص الملکہ بنت سید داؤد

(۲) سید داؤد بن حضرت عبداللہ الحنبلی

(۳) حضرت عبداللہ الحنبلی بن سید زاہد

(۴) سید زاہد بن سید مورث

(۵) سید مورث بن سید داؤد

(۶) سید داؤد بن سیدنا موسیٰ جون

(۷) سیدنا موسیٰ جون بن سید عبداللہ مخفی

(۸) سیدنا عبداللہ مخفی بن سیدنا حسن مثنیٰ

(۹) سیدنا حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام

(۱۰) امام حسن علیہ السلام بن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ [۶]

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المعروف بہ غوث پاک اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ [۷]

آپ کا نام و لقب

آپ کا نام معین الدین رکھا گیا۔ بعض تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ آپ کا نام معین الدین حسن ہے۔ آپ کے والدین پیار میں آپ کو "حسن" کہہ کر پکارتے تھے۔ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ کو "قطب المشائخ بَرّ و بحر" کے خطاب سے نوازا۔ اس کے علاوہ آپ کو مختلف خطابات والقاب سے پکارا جاتا ہے۔ جیسے خواجۂ اجمیری، خواجۂ بزرگ، ہندالولی، غریب نواز، سلطان الہند، نائب رسول فی الہند۔

آپ کا بچپن

تین چار سال کی عمر میں خواجہ غریب نوازؒ اپنے ہم عمر بچوں کو اپنے یہاں بلاتے، اور ان کو کھانا کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ خواجہ غریب نوازؒ ایک عید کے موقع پر اچھا لباس پہنے عید کی نماز پڑھنے عیدگاہ جا رہے تھے۔ ابھی آپ کا بچپن ہی کا زمانہ تھا، راستے میں اچانک آپ کی ایک لڑکے پر نگاہ پڑی، وہ لڑکا اندھا تھا اور پھٹے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ خواجہ غریب نوازؒ کو اس لڑکے کو دیکھ کر کافی رنج ہوا۔ شانِ غریب نوازی جو اس وقت آپ کی شخصیت میں پنہاں تھی، ایک دم ظاہر ہوئی۔ آپ نے اپنے کپڑے اتار کر اس غریب اور اندھے لڑکے کو دے دیئے اور آپ اس لڑکے کو اپنے ساتھ عیدگاہ لے گئے۔

خواجہ غریب نوازؒ بچپن میں بھی اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل کود میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ابھی آپ کی پوری پندرہ سال کی عمر بھی نہ ہوئی تھی، کہ آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے۔ یہ واقعہ ماہ شعبان ۵۴۴ھ مطابق ۱۱۴۹ء کا ہے۔[۸] والد کے ترکہ میں سے خواجہ غریب نوازؒ کے حصہ میں ایک باغ اور ایک پن چکی آئی۔ باغ اور پن چکی کی آمدنی سے خواجہ غریب نوازؒ اپنی گزر فرماتے تھے۔[۹]

آپ کی تعلیم وتربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، آپ کے والد ماجد خود ایک بہت بڑے عالم تھے۔ گھر پر آپ نے انہی سے تعلیم پائی۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے بعد سنجر کے ایک مکتب میں آپ کا داخلہ ہوا۔ وہاں آپ نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم پائی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے کافی علم حاصل کرلیا اس کے بعد مولانا حسام الدین بخاریؒ اور مولانا شرف الدین صاحب شرع الاسلام جیسی جلیل القدر ہستیوں اور مشہور عالموں سے خواجہ غریب نوازؒ نے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ سمرقند و بخارا سے عراق تشریف لے گئے۔ عراق سے عرب اور پھر ہارون پہنچے، بعد ازاں بغداد میں رونق افروز ہوئے۔

ابراھیم قندوزی سے آپ کی ملاقات

۵۴۴ھ مطابق ۱۱۴۹ء کا واقعہ ہے جب کہ خواجہ غریب نوازؒ کی عمر کا پندرہواں سال چل رہا تھا، آپ حسب معمول اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے، ایک مجذوب جس کا نام ابراہیم قندوزی تھا بغیر کسی اطلاع کے باغ میں تشریف لائے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے نہایت خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا۔ حضرت ابراہیم قندوزی کے ساتھ نہایت اخلاق، عزت اور عجز وانکساری سے پیش آئے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے آپ کی خوب خاطر تواضع کی، آپ نے انگور کا ایک خوشہ حضرت ابراہیم کو پیش کیا۔

حضرت ابراہیمؒ نے خواجہ غریب نوازؒ کو دیکھتے ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ (معین الدینؒ) رہنما کی تلاش میں ہیں جو آپ کو حق تک پہنچادے۔ حضرت ابراہم قندوزی نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی لوح پیشانی پڑھ لی تھی اور بخوبی سمجھ لیا تھا کہ یہ لڑکا جو آج باغ کو پانی دے رہا ہے، کل یہی لڑکا دنیا کے باغ کو پانی دے گا۔ لوگوں کی روحانی

پیاس بجھائے گا۔ ہزاروں کو حیات جاوداں کا ساغر پلائے گا۔ جو اس کے ہاتھ سے جام پئے گا وہ عشق الٰہی میں مست و سرشار ہوئے گا۔ خواجہ غریب نوازؒ کی خاطر تواضع کا حضرت ابراہیم قندوزی کے دل پر کافی اثر ہوا۔

حضرت ابراہیم نے خاطر مدارات سے متاثر ہو کر چاہا کہ وہ بھی خواجہ غریب نوازؒ کے واسطے کچھ کریں۔ چنانچہ آپ نے کھل کا ایک ٹکڑا نکالا اور اس کو چبا کر خواجہ غریب نوازؒ کو دیا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے کھل کے اس ٹکڑے کو کھایا۔ کھاتے ہی آپ نے اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کی۔ حجابات اٹھتے دکھائی دیئے۔ دنیا کی محبت سے دل خالی ہو گیا۔

حضرت ابراہیم قندوزی تو چلے گئے، لیکن خواجہ غریب نوازؒ نے ایک نئی زندگی کی نئی راہ اختیار کی۔ آپ نے اپنا باغ فروخت کیا، اپنی پن چکی فروخت کی۔ اور باغ اور پن چکی کی قیمت کا سارا پیسہ غرباء، فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور خود تلاش حق میں سفر اختیار فرمایا۔

غوث پاک سے آپ کی ملاقات

خواجہ غریب نوازؒ کی حضرت غوث پاکؒ سے ملاقات کے متعلق مؤرخین و تذکرہ نویسوں میں اختلاف رائے ہے۔ لیکن اس میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ خواجہ غریب نوازؒ کی حضرت غوثؒ پاک سے ۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ء میں بغداد میں پہلی بار ملاقات ہوئی۔[۱۲] غوث پاکؒ نے خواجہ غریب نوازؒ کو دیکھ کر فرمایا: ''یہ مرد مقتدائے روزگار ہے، بہت سے لوگ اس سے منزل مقصود کو پہونچیں گے۔''[۱۳]

آپ کے پیر و مرشد

حضرت خواجہ غریب نوازؒ ۵۵۲ھ مطابق ۱۱۵۷ء میں ہارون پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کے دست حق پر بیعت کی۔ ڈھائی سال تک مرشد

کی خدمت اقدس میں مصروف مجاہدہ رہے۔ آخر کار مرشد کی خدمت رنگ لائی۔ صاحب اجازت ہوئے اور خرقۂ خلافت سے مستفید ہوئے۔ [۱۴]

آپ کا شجرۂ بیعت پندرہ واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ شجرۂ بیعت حسب ذیل ہے:۔

خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ کے پیرومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتیؒ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتیؒ کے پیرومرشد حضرت حاجی شریف زندنی چشتیؒ

حضرت حاجی شریف زندنی چشتیؒ کے پیرومرشد حضرت قطب الدین مودود چشتی

حضرت قطب الدین مودود چشتی کے پیرومرشد حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی

حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی کے پیرومرشد خواجہ ابو محمد چشتیؒ

خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے پیرومرشد خواجہ ابدال چشتی

خواجہ ابدال چشتی کے پیرومرشد حضرت خواجہ اسحاق شامی چشتیؒ

حضرت خواجہ اسحاق شامی چشتیؒ کے پیرومرشد حضرت خواجہ ممشاد علاد ینوریؒ

حضرت خواجہ ممشاد علاد ینوریؒ کے پیرومرشد شیخ امین الدین ہبیرۃ البصریؒ

شیخ امین الدین ہبیرۃ البصریؒ کے پیرومرشد حضرت شیخ سدید الدین حذیفۃ المرعشیؒ

حضرت شیخ سدید الدین حذیفۃ المرعشیؒ کے پیرومرشد حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ

حضرت سلطان ابراہیم ادہم بلخیؒ کے پیرومرشد حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے پیرومرشد خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ

خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ کے پیرومرشد حضرت حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ کے پیر و مرشد امام الاولیاء سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ[۱۵]

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو اپنے پیر و مرشد سے انتہائی محبت تھی۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کی جیسی خدمت کی اس کی مثال کم ملتی ہے۔ بیس سال تک آپ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سفر و سیاحت میں رہے۔ یہ مدت خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں گزاری۔ اس دوران میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ ہمہ تن ہمہ وقت اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں مصروف رہتے۔ آپ نے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے نفس کو آسودگی نہ دی، جہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مسافرت فرماتے، حضرت خواجہ غریب نوازؒ حضرتؒ کا جامہ خواب اور توشۂ سفر سر پر لئے ہم رکاب رہتے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے خواجہ غریب نوازؒ کی یہ خدمت دیکھ کر آپ کو وہ نعمت عطا فرمائی جس کی حد نہیں۔

آخر کار حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے پیر و مرشد سے بغداد میں رخصت ہوئے۔ اس وقت خواجہ غریب نوازؒ کی عمر شریف ۵۲ سال کی تھی۔ اس موقع پر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے آپ کو خلافتِ جانشینی سے سرفراز کیا اور تبرکاتِ مصطفویؐ جو خواجگانِ چشت میں سلسلہ بہ سلسلہ چلے آرہے تھے خواجہ غریب نوازؒ کو عطا فرمائے۔[۱۶] اور آپ نے خواجہ غریب نوازؒ کو سجادہ نشین اور اپنا جانشین بنایا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ارشاد فرمایا: ''خواجہ معین الدین! میں نے یہ سب کام تیری تکمیل کے لئے کیا ہے۔ تجھ کو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ فرزند خلف وہی ہے جو اپنے گوش ہوش میں اپنے پیر کے ارشادات کو جگہ دے۔ اپنے شجرہ میں ان کو لکھے اور انجام کو پہنچائے، تاکہ کل قیامت کے دن شرمندگی نہ ہو۔''

اس ارشاد کے بعد عصائے مبارک نعلینِ چوبیں اور مصلّےٰ بھی عنایت فرما کر سرفراز کیا۔ پھر ارشاد فرمایا ''یہ تبرکات ہمارے پیرانِ طریقت کی یادگار ہیں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچے ہیں اور ہم نے تجھے دیے ہیں۔ ان کو اس طرح اپنے پاس رکھنا جس طرح ہم نے رکھا، جس کو مرد پانا اس کو ہماری یہ یادگار دینا۔''[۱۷] اور مخلوق سے لالچ نہ

رکھنا آبادی سے دور، مخلوق سے کنارہ کش رہنا اور کسی سے کچھ طلب نہ کرنا۔

خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد فرما کر پیرومرشد نے مجھے اپنے کنارِ مبارک میں لے لیا[18] سر و چشم کو بوسہ دیا اور فرمایا[19] ''تجھ کو خدا کے سپرد کیا۔'' پھر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ دعا گو رخصت ہوا۔[20]

اجمیر تشریف آوری

جب حضرت خواجہ غریب نوازؒ مع اپنے ساتھیوں کے چشت سے ۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء میں اجمیر پہنچے تو آپ نے ایک مقام پر قیام فرمانا چاہا۔ یہاں درختوں کا سایہ تھا اور یہ مقام شہر سے بھی باہر تھا۔ لیکن راجہ پرتھوی راج کے ملازمین نے آپ کو وہاں ٹھہرنے نہیں دیا۔ انہوں نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے کہا: ''آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی ہے۔ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ آپ نہیں بیٹھ سکتے۔''

خواجہ غریب نوازؒ کو یہ بات ناگوار گزری، آپ نے فرمایا کہ: ''اچھا اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں۔'' یہ کلمات فرما کر آپ کھڑے ہو گئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر آپ نے انا ساگر کے کنارے جہاں آپ کا چلہ واقع ہے قیام فرمایا۔ اونٹ حسب معمول اپنی جگہ پر آئے اور بیٹھے، لیکن اب وہ ایسے بیٹھے کہ اٹھانے سے بھی نہ اٹھے۔ ساربان سخت پریشان ہوئے۔ ساربانوں کے داروغہ نے اس پورے واقعہ کی اطلاع راجہ پرتھوی راج کو کرائی۔ راجہ پرتھوی راج کو خود حیرت تھی۔ اس نے ساربانوں کو حکم دیا کہ وہ اس فقیر (یعنی خواجہ غریب نوازؒ) سے معافی مانگیں۔ ساربان خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے از راہِ شفقت ساربانوں کو معاف کیا۔ ''اچھا جاؤ اونٹ کھڑے ہو گئے۔'' ساربان خوشی خوشی واپس آئے۔ ان کی خوشی اور تعجب کی کوئی انتہا نہ تھی جب کہ انہوں نے دیکھا کہ اونٹ کھڑے تھے۔[21]

اجمیر میں خواجہ غریب نوازؒ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور دیکھ کر سادھو رام نے خواجہ

غریب نوازؒ کے دست حق پر اسلام قبول کیا۔ سادھورام مذہبی معلومات کے متعلق مشہور تھا۔ اپنے زمانے کے بڑے عالم وفاضل لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ وہ سارے پجاریو کا سردار تھا۔ اس کے اسلام قبول کرنے سے ہل چل مچ گئی، سادھورام کا اسلامی نام سعدی رکھا گیا۔[۲۲]

اجے پال جو ایک جوگی تھا اور صاحب استدراج تھا، وہ بھی خواجہ غریب نوازؒ کی روحانی طاقت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔[۲۳] کہا جاتا ہے کہ عبداللہ زندہ ہیں اور بھولے بھٹکے کو راستہ بتاتے ہیں۔

پرتھوی راج اور خواجہ معین الدین چشتیؒ

جب سے خواجہ غریب نوازؒ اجمیر میں رونق افروز ہوئے تھے، پرتھوی راج کے دربار میں آپ کے متعلق بہت سی چہ میگوئیاں ہوتی رہتی تھیں۔ پرتھوی راج اور اس کے درباریوں اور مقربین کو خواجہ غریب نوازؒ کا اجمیر میں قیام سخت ناگوار تھا۔ وہ سب چاہتے تھے کہ آپ اجمیر سے تشریف لے جائیں۔

خواجہ غریب نوازؒ کو پرتھوی راج سے اذیت پہنچی تھی، آپ اس سے ناراض ہو گئے تھے۔ خواجہ غریب نوازؒ اور راجہ پرتھوی راج کے درمیان کش مکش برابر جاری تھی۔

ایک مرتبہ راجہ پتھورا کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے شیخ معین الدین سنجری قدس سرہٗ کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے حاصر ہوا۔ لیکن شیخ نے اسے مرید نہ کیا۔ اس نے پتھورا سے جا کر کہا۔ پتھورا نے آپ سے دریافت کرایا کہ آپ اسے مرید کیوں نہیں کرتے۔[۲۴]

خواجہ غریب نوازؒ نے مرید نہ کرنے کی تین وجوہات کہلا بھیجیں: ''اول یہ کہ وہ شخص بہت زیادہ گنہگار، دویم یہ کہ وہ شخص جو دوسروں کے سامنے اپنا سر جھکائے وہ ہمارا مرید ہونے کے ہرگز قابل نہیں۔ سوم یہ کہ لوح محفوظ میں اس شخص کے لئے ایسا لکھا دیکھا ہے کہ

وہ دنیا سے بے ایمان جائے گا۔"
دوسری کش مکش کی وجہ یہ ہوئی کہ خواجہ غریب نوازؒ کا ایک مرید پرتھوی راج کے یہاں ملازم تھا۔ راجہ نے اس کو نقصان پہنچانا شروع کیا۔ اس شخص نے خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ خواجہ غریب نوازؒ کی مرید نوازی مشہور ہے۔ آپ نے راجہ سے اس کی سفارش کی۔ راجہ پرتھوی راج نے خواجہ غریب نوازؒ کی سفارش نہ مانی اور کہنے لگا: "یہ شخص یہاں آکر غیب کی باتیں بیان کرتا ہے۔"
یہ بات خواجہ غریب نوازؒ کے کان تک پہنچی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے لشکر اسلام کے حوالے کر دیا۔" [۲۵]
ایک تیسرا واقعہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:۔ [۲۶]
"ایک مرتبہ میں شیخ معین الدینؒ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ان دنوں پتھورا (پرتھوی راج) زندہ تھا، اور کہا کرتا تھا کہ کیا اچھا ہو جو یہ فقیر (غریب نوازؒ) یہاں سے چلے جائیں۔ یہ بات ہر شخص سے کہا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر شیخ معین الدینؒ نے بھی سن لی اور میں بھی اس وقت موجود تھا۔ آپ (غریب نوازؒ) اس وقت حالت سکر میں تھے۔ فوراً آپ نے مراقبہ کیا اور مراقبہ ہی میں آپ کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے: "ہم نے پتھورا کو زندہ ہی مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔"
خواجہ غریب نوازؒ اور راجہ پرتھوی راج کے درمیان تعلقات روز بروز کشیدہ ہوتے گئے۔ راجہ پرتھوی راج اور اس کے مقربین خواجہ غریب نوازؒ کا بڑھتا ہوا اقتدار نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جب سے خواجہ غریب نوازؒ نے راجہ پرتھوی راج کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی، اس وقت سے راجہ پرتھوی راج کی ناراضگی اور کشیدگی میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ اس لئے خواجہ غریب نوازؒ کا اقتدار کم کرنے کی یہ تدبیر سوچی کہ شہر میں اعلان کرایا کہ کوئی شخص خواجہ غریب نوازؒ کے پاس نہ جائے، اور اگر کوئی جائے گا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور اس کا گھر بار لٹوا دیا جائے گا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ راجہ پرتھوی راج نے سخت غصہ میں ایک راجپوت سردار کو ان مریدوں کے گرفتاری کے لئے بھیجا جو غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

آخر کار راجہ پرتھوی راج نے ایک روز خواجہ غریب نواز سے کہلا بھیجا کہ وہ کل (یعنی محرم ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء تک اجمیر سے چلے جائیں۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے جواب میں راجہ پرتھوی راج کو کہلا بھیجا: ''ہم تو جاتے ہیں مگر تم کو نکالنے والا شہاب الدین غوری بھی عنقریب آتا ہے۔''[۲۷]

ترائن کی پہلی لڑائی جو ۱۱۹۱ء میں ہوئی، شہاب الدین غوری زخمی ہوا اور شکست کھا کر غزنیں واپس چلا گیا۔ اس کو اپنی شکست کا بڑا رنج تھا۔ اس نے عہد کیا کہ جب تک وہ فتح یاب نہ ہوگا چین سے نہ بیٹھے گا۔ غزنیں پہنچ کر وہ دن رات لشکر جمع کرنے کی کوشش میں لگا رہا اور اپنے گھوڑوں کو جو ۱۱۹۱ء کے ترائن کی جنگ میں پرتھوی راج کے ہاتھیوں سے ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگتے پھرتے تھے جس کی وجہ سے مقابلے کی جنگ نہ ہوسکی اور غوری اس جنگ میں ہار گیا۔ اس واقعہ کے بعد غوری نے اپنے گھوڑوں کو ہاتھیوں کے مجسمہ بنوا کر ان کے چاروں طرف دوڑایا تا کہ ان کے اندر سے ہاتھیوں کا خوف نکل جائے اور ترائن کی دوسری جنگ میں ایسا ہی ہوا غوری کے گھوڑے پرتھوی راج کے ہاتھیوں سے نہیں ڈرے بلکہ ان کے بغل سے گزر گئے اور ترائن کے دوسری جنگ میں غوری فتح یاب ہوا۔

شہاب الدین غوری نے خراسان میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو خواب میں دیکھا کہ خواجہ غریب نوازؒ اس کو تسلی دے رہے ہیں اور اس سے فرما رہے ہیں: ''خدائے تعالیٰ نے ہندوستان کی سلطانی تجھے بخشی، جلد اس طرف توجہ کر اور راجہ پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کر کے سزا دے۔'' شہاب الدین غوری نے اپنا یہ خواب علماء و فضلاء سے بیان کیا۔ سب نے ایک زبان ہو کر اس خواب کی تعریف کی اور کہا کہ یہ خواب فتح و کامرانی کا مژدہ ہے۔[۲۸]

خواجہ غریب نوازؒ نے راجہ پرتھوی راج سے کہلا بھیجا تھا کہ، ہم تو جاتے ہیں......

چناچہ آپ نے اجمیر سے کوچ فرمایا۔اجمیر سے روانہ ہوکر حضرت خواجہ غریب نوازؒ اوش میں رونق افروز ہوئے۔ اوش سے آپ روانہ ہوکر ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں غزنین کو رونق بخشی۔غزنیں سے آپ شہاب الدین غوری کے لشکر کے ساتھ پشاور تک تشریف لائے۔[۲۹]

شہاب الدین پشاور سے ملتان روانہ ہوا،لیکن آپ بجائے ملتان جانے کے لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں آپ نے سید حسن زنجانی سے ملاقات کی۔آپ لاہور سے دہلی تشریف لے گئے اور شہاب الدین غوری جب فتح کے بعد اجمیر پہنچا تو اس کے اجمیر پہنچنے سے قبل آپ اجمیر پہنچ چکے تھے۔

بعض لوگوں نے خواجہ غریب نوازؒ پر یہ الزام لگانے کی کوشش کی ہے کہ آپ شہاب الدین غوری کے جاسوس کی حیثیت سے ہندوستان تشریف لائے۔ یہ الزام بے بنیاد اور سراسر غلط ہے۔خواجہ غریب نوازؒ ایک درویش تھے آپ کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آپ نے کسی بادشاہ کی کبھی ملازمت نہیں کی۔

پرتھوی راج کو اپنی فتح وکامیابی پر پورا یقین تھا۔ وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔راج پوت راجاؤں کو اطلاع کرائی۔تھوڑے ہی عرصہ میں راجپوتوں کا ایک بہت بڑا لشکر راجہ پرتھوی راج کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگیا۔

راجہ پرتھوی راج کی روانگی کے وقت مختلف رسومات انجام دی گئیں۔آخر کار راجہ پرتھوی راج تھانیسر کے میدان میں مع ایک شان دار لشکر کے جا پہنچا۔راجہ پرتھوی راج کے ساتھ تین ہزار ہاتھی، تین لاکھ سوار اور بے شمار پیدل فوجی تھے اس کے ساتھ ڈیڑھ سو راج پوت راجاؤں کی فوجیں شامل تھیں۔ سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تھا۔دونوں فوجوں نے سرسوتی دریا کے پار مورچے لگائے۔

راجہ پرتھوی راج کو اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین تھا۔اس لئے اس نے لشکر کی ترتیب پر زیادہ دھیان نہ دیا۔ ساری فوج نے بیک وقت حملہ کیا۔شہاب الدین غوری نے یہ عقل مندی کی کہ اس نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ہر ایک حصہ کا سپہ سالار مقرر کرکے

ہر ایک کو باری باری لڑنے کا حکم دیا۔ راجہ پرتھوی راج کی فوج نے شہاب الدین غوری کی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ بہادر راجپوت انتہائی بہادری سے لڑے۔ معرکۂ جنگ وجدال بہت دیر تک ہوتا رہا۔ دوپہر کا وقت ہوا۔ راجہ پرتھوی راج ڈیڑھ سو راجاؤں کو لے کر ایک پیڑ کے نیچے جمع ہوا۔ سب نے یہ طے کیا کہ اب یا تو فتح یا موت۔ ان سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر قسمیں کھائیں۔ شربت کا ایک ایک پیالہ پیا۔ پان کا بیڑا چبایا، تلسی کی پتی زبان پر رکھی۔ کیسر کا ٹیکہ ماتھے پر لگایا، اور تازہ دم ہو کر میدان جنگ میں آئے۔

اب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی اس وقت شہاب الدین غوری کو سمجھ میں یہ تدبیر آئی کہ اپنے خاص جوانوں کا تازہ دم دستہ میدان جنگ میں بھیجا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جانباز جوانوں کا یہ تازہ دم دستہ زندگی کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں داخل ہوا۔ راجہ پرتھوی راج کی فوج لڑتے لڑتے تھک چکی تھی۔ اس کے لئے تازہ دم دستہ کا مقابلہ کرنا دشوار تھا۔ کھانڈے راؤ مع بہت سے راجاؤں کے مارا گیا۔ راجہ پرتھوی راج کی فوج میں ہل چل مچ گئی۔ [۳۰]

ابھی تھوڑا دن باقی تھا کہ شہاب الدین کی فوج غالب اور راجہ پرتھوی راج کی فوج مغلوب ہوئی۔ ترائن کی یہ جنگ ۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں فیصلہ کن تھی۔ سلطان شہاب الدین غوری کو فتح اور راجہ پرتھوی راج کو شکست ہوئی۔ راجہ پرتھوی راج نے بھاگنا چاہا۔ لیکن وہ دریائے سرسوتی کے کنارے گرفتار ہوا۔ اور تہِ تیغ کیا گیا۔ [۳۱] بعض مورخین کا خیال ہے کہ راجہ پرتھوی راج کو قتل نہیں کیا گیا۔ بلکہ شہاب الدین نے اس کو گرفتار کر کے غزنی بھیج دیا۔ غزنی میں وہ کچھ دن زندہ رہا اور وہیں اس کی موت واقع ہوئی۔

راجہ پرتھوی راج کی شکست کے بعد شہاب الدین غوری آگے بڑھا۔ اس کا کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ سرستی، ہانسی، سمانہ، کہرام فتح کیا، اور پھر اجمیر پہنچا۔ یہاں تھوڑا بہت اس کا مقابلہ ہوا۔ وہ مخالفین پر غالب آیا۔ اجمیر پر شہاب الدین غوری کا تسلط ہوا۔ اس نے پرتھوی

راج کے لڑکے کو جس کا نام کولا تھا۔ اجمیر کا حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا، اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ فرماں بردار رہے اور خراج برابر ادا کرتا رہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ فتح کے بعد جس وقت شہاب الدین غوری اجمیر میں داخل ہوا تو شام ہو چکی تھی، مغرب کا وقت تھا۔ اتنے میں اس نے اذان کی آواز سنی۔ اذان کی آواز سن کر اسے تعجب ہوا۔ اس نے معلوم کیا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے لوگوں نے اس کو بتایا کہ ایک فقیر کچھ دنوں سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ یہ آواز وہاں سے آرہی ہے۔ شہاب الدین نے ادھر کا راستہ لیا۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ خواجہ غریب نوازؒ امامت فرمارہے تھے۔ شہاب الدین غوری جماعت میں شریک ہو گیا۔ نماز ختم ہوئی، یکا یک شہاب الدین غوری کی نگاہ خواجہ غریب نواز کے چہرہ پر پڑی۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اس کو فتح و کامرانی کی بشارت دی تھی۔

شہاب الدین آگے بڑھا اور خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں پر گر پڑا۔ بہت دیر تک روتا رہا۔ جب رونے سے فارغ ہوا۔ خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت بابرکت میں باادب بیٹھا اور خواجہ غریب نوازؒ سے درخواست کی کہ وہ اس کو مریدی کا شرف بخشیں، خواجہ غریب نوازؒ نے از راہ عنایت وشفقت اس کی درخواست منظور فرمائی اور اس کو مریدی کے شرف سے نوازا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس وقت شہاب الدین غوری خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری اجمیر میں موجود تھے۔[۳۲] اس ملاقات کے وقت خواجہ غریب نوازؒ نے شہاب الدین غوری کو اپنے مریدوں میں شامل کیا۔[۳۳] اور ناطمع شاہ سے ملنے کا حکم دیا۔ اس وقت شہاب الدین غوری کے ساتھ راجہ جے چند جو قنوج کا راجہ تھا، وہ بھی تھا۔ کچھ دن اجمیر میں قیام کر کے شہاب الدین غوری دہلی آیا۔ دہلی کے حاکم نے تحائف پیش کئے۔[۳۴] شہاب الدین غوری قطب الدین

ایک کو دہلی میں اپنا نائب مقرر کر کے ہندوستان سے واپس چلا گیا۔

اجمیر سے دہلی کا سفر

سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں ۱۱۲۴ء میں اپنے بیٹوں کے مجبور کرنے پر خواجہ معین الدین چشتی اجمیر سے دہلی تشریف لائے اور اپنے مرید و خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے خانقاہ میں قیام کیا۔ آپ کے آنے کی خبر قطب صاحب کو نہیں تھی قطب صاحب نے اچانک دہلی تشریف لانے کی وجہ آپ سے دریافت کی۔ آپ نے بتایا کہ کسانوں کی مال گذاری معافی کے لئے سلطانِ دہلی سے فرمان لینے کی غرض سے آیا ہوں۔ قطب صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ اس کے لئے آپ کو سلطان کے دربار میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جاتا ہوں۔ چنانچہ قطب صاحب سلطان شمس الدین کے پاس تشریف لے گئے۔ جب سلطان کو پتہ چلا کہ قطب صاحب ہم سے ملنے دربار میں تشریف لا رہے ہیں تو وہ گھبرا کر آگے بڑھا اور قطب صاحب کی تعظیم کی اور دربار میں آنے کا حال پوچھا۔ آپ نے بتایا اپنے پیر و مرشد کے فرمان حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ سلطان نے فوراً کاتب کو بلایا اور موضع 'ماندن' کی مال گذاری کی معافی کا فرمان خواجہ فخر الدین کے حق میں لکھوا کر آپ کو عطا کیا۔ (سیر الاولیاء صفحہ نمبر: ۵۳)

جب خواجہ معین الدین چشتی دہلی تشریف لائے تو ان کے قیام کے دوران دہلی کے سلطان التمش اور دہلی کے تمام علماء، صوفیاء اور عمراء آپ سے ملنے گئے لیکن دہلی کے مشہور صوفی بزرگ شیخ نجم الدین صغریٰ جو دہلی کے شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز تھے آپ سے ملنے نہیں گئے۔ آپ نے ایک موقعہ پر شیخ نجم الدین صغریٰ سے کہا ''اے نجم الدین ایسی کیا تجھ پر بلا آئی کہ شیخ الاسلامی کے نشے میں انسانیت سے درگزر کر گئے'' یہ

سن کر شیخ نجم الدین صغریٰ شرمندہ ہوئے اور معذرت چاہی اور عرض کیا ''میں پہلے جیسا آپ کا مخلص تھا، ویسا ہی اب بھی ہوں مگر قطب الدین کاکی نے میری منزلت برباد کردی ہے، جب سے وہ آپ کا مرید یہاں آیا ہے تمام مخلوق اس کی طرف رجوع ہے۔ میں برائے نام شیخ الاسلام ہوں کوئی میری پرسش نہیں کرتا'' یہ سن کر غریب نواز مسکرائے اور کہا کہ اس سے پریشان نہ ہو میں اسے اپنے ساتھ اجمیر لئے جاتا ہوں۔

دہلی سے روانگی کے وقت خواجہ غریب نواز نے قطب صاحب کو بھی اپنے ہمراہ لیا۔ جب یہ خبر دہلی والوں تک پہنچی تو ہلچل مچ گئی۔ قطب صاحب کا دہلی چھوڑ کر جانا دہلی والوں کو گوارا نہ تھا۔ دہلی والے خواجہ غریب نواز کے پیچھے پیچھے ہو لئے یہاں تک کہ سلطان التمش بھی خواجہ غریب نواز کے پیچھے پیچھے منت میں لگا رہا کہ آپ قطب صاحب کو اپنے ساتھ اجمیر نہ لے جائیں۔ خواجہ معین الدین چشتی نے قطب الدین بختیار کاکی کو دہلی میں مقیم رہنے کا حکم دیا تا کہ دہلی والوں کا دل نہ ٹوٹ جائے۔ (جواہر فریدی صفحہ نمبر: ۷۵، سیر العارفین صفحہ نمبر ۲۲۔ ۲۳)

آپ کی اولاد

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو شادی کرنے کا خیال نہ تھا۔ لیکن سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ کو ازدواجی زندگی اختیار کرنی پڑی۔ ایک شب خواجہ غریب نوازؒ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے، تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہیے۔''

حاکمِ قلعہ پٹلی کے ساتھ جہاد میں ایک راجہ کی لڑکی کو گرفتار کر لایا گیا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے اس لڑکی کا نام اَمۃُ اللہ رکھا اور بطور مالِ غنیمت اپنے تصرف میں لائے۔ ۳۵؎ پش خواجہ غریب نوازؒ کی پہلی شادی ۵۹۰ھ مطابق ۱۱۹۴ء میں ہوئی۔ بی بی اَمۃُ

اللہؒ کے بطن سے خواجہ فخر الدینؒ، خواجہ حسام الدینؒ اور بی بی حافظ جمال پیدا ہوئیں۔

آپ کی دوسری شادی

سید وجیہہ الدین مشہدی کو اپنی لڑکی بی بی عصمت اللہ کی شادی کی فکر ہمہ وقت رہتی تھی۔ لڑکی سب بلوغ کو پہنچ چکی تھی اور بظاہر کوئی بزرگ شخص نہیں ملتا تھا کہ جس سے ان کا نکاح کر دیں۔ ایک رات انہوں نے حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جناب امام فرماتے ہیں: ''اے فرزند! رسولِ خدا کا حکم ہے کہ اس لڑکی کا نکاح شیخ معین الدینؒ کے ساتھ کر دو۔''

شیخ وجیہہ الدین نے اس خواب کا ذکر خواجہ غریب نوازؒ سے کیا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ: ''اگرچہ سن رسیدہ ہو گیا ہوں، مگر بموجب ارشادِ نبویؐ یہ رشتہ قبول کرتا ہوں۔ بس آپ نے دوسری شادی بی بی عصمت اللہ سے ۶۲۰ھ مطابق ۱۲۲۳ء میں ۹۰ سال کی عمر میں کی۔ آپ کے بطن سے شیخ ابوسعیدؒ پیدا ہوئے۔[۳۶]

آپ کی وفات

۶ رجب ۶۲۷ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۲۲۹ء دوشنبہ کے دن عشاء کی نماز کے بعد خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے حجرہ کا دروازہ بند کیا۔ کسی کو بھی حجرہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ حجرہ کے باہر خدام حاضر تھے۔ رات بھر ان کے کانوں میں صدائے وجد آتی رہی۔ رات کے آخری حصہ میں وہ آواز بند ہو گئی۔[۳۷] صبح کی نماز کا وقت ہوا لیکن دروازہ نہ کھلا۔ خدام کو تشویش ہوئی، آخر کار دروازہ توڑا گیا اور لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ خواجہ غریب نوازؒ رحمتِ حق میں پیوست ہو چکے ہیں۔ آپ کی جبین مبارک پر بخط قدرت یہ الفاظ لکھے ہوئے

تھے:"ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ" (وہ خدا کا حبیب تھا اور خدا کی محبت میں انتقال کیا)

آپ کی وفات شریف ایک عجیب سانحہ تھی۔ ہر شخص اشک بار تھا۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ لوگوں کا کثرت سے ہجوم تھا۔ آپ کی نمازِ جنازہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ فخر الدین نے پڑھائی۔ جس حجرہ میں آپ نے انتقال فرمایا، اسی حجرہ میں آپ کو دفن کیا گیا جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علی وسلم کو جس حجرہ میں آپ نے وصال فرمایا اسی میں دفن کیا گیا تھا۔ آپ کا مزارِ مبارک صدیوں سے مرجع خاص وعام ہے۔ آپ کا عرس مبارک یکم رجب سے ۶/رجب تک ہوتا ہے۔ سمع خانہ میں محفل سمع چاندرات سے شروع ہوتی ہے۔ ۶/رجب کو دن میں قُل ہوتا ہے۔ ۹/رجب کو بڑا قُل ہوتا ہے۔ اس دن مکمل طور سے درگاہ دھوئی جاتی ہے۔ عجیب سماں ہوتا ہے۔ عرس کے دوران میں لاکھوں لوگ خواجہ غریب نواز کے عقیدت مند دروازے مزار مبارک پر خواجہ غریب نوازؒ کے فیوض وبرکات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں۔

آپ کے مشہور و مقبول خلفاء

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ :۔ آپ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں۔ آپ صرف خلیفہ ہی نہیں بلکہ آپ خواجہ غریب نوازؒ کے سجادہ نشین اور جانشین بھی ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ نے آپ ہی کو تبرکات سپرد فرمائے تھے۔

آپ نے اوش میں ۵۶۹ھ مطابق ۱۱۷۳ء میں اس دنیا کو زینت بخشی۔ اوش میں ۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں آپ نے خواجہ غریب نوازؒ سے بیعت ارادت کی۔ ابھی آپ کی عمر ۱۷سال ہی کی تھی کہ خواجہ غریب نوازؒ نے بغداد میں ۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء میں آپ کو بیعتِ خلافت سے مشرف فرمایا۔ آپ خواجہ غریب نوازؒ کے ہمراہ اجمیر بھی آئے۔ آپ کا

وصال بتاریخ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء میں ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار مہرولی (دلی) میں ہے۔ آپ کا عرس بڑے اہتمام سے ہر سال ہوتا ہے۔

خواجہ فخر الدین :۔ آپ خواجہ غریب نوازؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی درگاہ اجمیر سے ساٹھ کلومیٹر دور "سرواڑ" نامی قصبے میں واقع ہے۔

صوفی حمیدالدین سوالی ناگوری:۔ آپ خواجہ غریب نواز کے عزیز خلیفہ ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ نے آپ کو "سلطان التارکین" کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ آپ کی درگاہ ناگور راجستھان میں واقع ہے۔

شیخ معین الدینؒ:۔ آپ بھی خواجہ غریب نواز کے خلیفہ ہیں۔ [۳۸]

قاضی حمیدالدین ناگوریؒ:۔ آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ سے بھی آپ نے خرقۂ خلافت پایا اور صاحب اجازت ہوئے۔ [۳۹] آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے۔ طوالع الشموس، شرح اسمائے حسنیٰ، لوامع، لوائح، مطالع، شرح چہل حدیث، جو آپ کے علمی کارنامے ہیں۔ [۴۰] آپ ۴۶۳ھ مطابق ۱۰۷۰ء میں پیدا ہوئے اور ۶۴۳ھ مطابق ۱۲۴۵ء میں ایک سو اسّی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے سات لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آپ کی درگاہ دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ کی چہار دیواری کے اندر واقع ہے۔

شیخ وجیہہ الدین خراسانی	آپ کا مزار ہرات میں ہے۔
شیخ برہان الدین عرف بدوؒ	آپ کا مزار اجمیر میں ہے۔
حضرت شیخ احمدؒ	آپ کا مزار اجمیر میں ہے۔

شیخ شمس الدین فوقانی	آپ کا مزار احمد آباد میں ہے۔
اجے پال جوگی	آپ اپنے زمانے کے مشہور جوگی تھے، آپ کا اسلامی نام عبداللہ (عبداللہ بیابانی) تھا۔
شیخ محمد حسنؒ	آپ ریاضت و عبادت میں وقت گزارتے تھے۔
شیخ سلیمان غازی کرشکیؒ	آپ باکمال بزرگ تھے۔
حضرت شیخ حسن خیاطؒ	آپ اچھے درویش تھے۔

آپ کے دیگر خلفاء

مولانا حکیم ضیاء الدین حامد بلخی، سید حسین مشہدیؒ، شیخ نظام الدین ناگوریؒ، شیخ مجد الدین سنجریؒ، مولانا احمد خادمؒ، حضرت شیخ مہتا یا مناؒ، حضرت شیخ علی سنجریؒ، شاہ عبداللہ کرمانی، پیر کریم سیلونی، شیخ صدر الدین کرمانی۔ [۱۴]

آپ کا علمی ذوق اور تصنیفات

خواجہ غریب نوازؒ نہ صرف ایک بہت بڑے خدا رسیدہ بزرگ اور باکمال درویش تھے۔ بلکہ آپ ایک بڑے مفکر اور صاحب طرز مصنف اور خوش گو شاعر بھی تھے۔ آپ کی تصانیف علم تصوف میں ایک بیش بہا اضافہ ہیں۔ آپ کی بہت سی تصانیف کا اب تک پتہ نہیں چل سکا۔ حسب ذیل تصانیف آپ کے علمی ذوق کی آئینہ دار ہیں۔[۴۲]

انیس الارواح :۔ خواجہ غریب نوازؒ کی یہ کتاب فارسی میں ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے پیرو مرشد خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ارشادات جمع کئے ہیں۔ جو کچھ آپ اپنے پیرو مرشد کی زبان فیض ترجمان سے مجلس میں سنتے اس کو لکھ لیتے۔ اس کتاب میں اٹھائیس مجالس کا حال ہے۔ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

کشف الاسرار :۔ خواجہ غریب نواز کی یہ کتاب بھی فارسی میں ہے۔ اس کو معراج الانوار بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب تصوف پر ہے۔ اس کتاب میں ذکر خفی پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب قلمی ہے۔

گنجل اسرار :۔ خواجہ غریب نوازؒ کی یہ کتاب بھی فارسی میں ہے۔ یہ کتاب آپ نے اپنے پیرو مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے حکم سے سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و تلقین کے لئے لکھی۔ یہ کتاب دلّی کے قیام کے دوران میں لکھی گئی۔ اس کے لکھنے کا زمانہ ۶۱۱ھ۔ ۶۱۵ھ مطابق ۱۲۱۴۔۱۲۱۸ء کے درمیان کا ہے۔ یہ کتاب معرفت کی اعلیٰ تعلیم سے بھری ہے۔ اس کتاب میں قرآن، حدیث اور بزرگان دین کے احوال واقوال واشعار کے بموجب تصوف کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ کتاب حقیقت میں تصوف کی تعلیم کا بیش بہا خزانہ ہے۔ اس کتاب کو "گنج اسرار" بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب قلمی ہے جو پچیس معرفتوں پر مشتمل

ہے۔

رسالۂ تصوف منظوم:۔ خواجہ غریب نوازؒ کی یہ تصنیف بھی فارسی میں ہے۔ قلمی کتاب دستیاب ہوئی ہے۔ یہ کتاب آپ کے بلند افکار اور طرز شاعری کی آئینہ دار ہے۔

رسالۂ آفاق وانفس:۔ خواجہ غریب نوازؒ کی یہ کتاب فارسی میں ہے۔ قلمی نسخہ ملتا ہے اس میں تصوف کے بعض نکات پر بحث کی گئی ہے۔

حدیث المعارف:۔ خواجہ غریب نواز کی یہ کتاب نادر الوجود ہے۔

رسالۂ موجودیہ:۔ خواجہ غریب نواز کی یہ کتاب بھی نادر الوجود ہے۔

☆☆☆

اس باب کے مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۔ خزینۃ الاصفیا، (جلد دوم)، از مولوی غلام سرور اسدی، (فارسی)، نولکشور پریس لکھنؤ، (۱۳۲۰ھ)، صفحہ نمبر: (۲۲۲)۔

۲۔ سیر الاقطاب، مرتبہ مولانا الہدیہ، (فارسی)، مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (بعہد شاہجہاں)، صفحہ نمبر (:۱۰۱)۔

۳۔ معین الہند، از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، (اردو)، مطبع تاج پبلشرز دہلی، (۲۰۰۷ء) صفحہ نمبر (۱۴)۔

۴۔ مرأۃ الانساب کے تذکرہ سادات میں دیکھیں، از مولوی ضیاء الدین وکیل، (اردو)، مطبع رحیمی پریس، جے پور، (۱۹۱۷ء)۔

۵۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، از محمد عبد الستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودہویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۷۱)۔

۶۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، از محمد عبد الستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودہویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۷۱)۔

۷۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، از محمد عبد الستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودہویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۷۱)۔

۸۔ سیر العارفین، از مولانا جمالی بن فضل اللہ سہروردی ملتانی دہلویؒ، (فارسی)، مطبع رضوی پریس دہلی، (بعہد ہمایوں)، صفحہ نمبر: (۵)۔

۹۔ سیر العارفین، از مولانا جمالی بن فضل اللہ سہروردی ملتانی دہلویؒ، (فارسی)، مطبع رضوی پریس دہلی، (بعہد

ہمایوں)،صفحہ نمبر:(۵)۔

۱۰۔ احسن السیر ،ازمحمد اکبر جہان اجمیری، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (۱۳۰۰ھ)، صفحہ نمبر: (۱۳۴)۔

۱۱۔ سیر الاقطاب، مرتبہ مولانا الہدیہ، (فارسی)، مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (بعہد شاجہاں)، صفحہ نمبر: (۱۰۳)۔

۱۲۔ حسن السیر ،ازمحمد اکبر جہان اجمیری، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (۱۳۰۰ھ)، صفحہ نمبر: (۱۳۴)۔

۱۳۔ سیر الاقطاب، مرتبہ مولانا الہدیہ، (فارسی)، مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (بعہد شاجہاں)، صفحہ نمبر: (۱۰۶)۔

۱۴۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، ازمحمد عبدالستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودھویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۷۳)۔

۱۵۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، ازمحمد عبدالستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودھویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۷-۱۹۷)۔

۱۶۔ انیس الاوراح، ازحضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، (فارسی)، مطبع مجتبائی پریس دہلی، (بعہد غریب نوازؒ)، صفحہ نمبر: (۳۲)

۱۷۔ انیس الاوراح، ازحضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، (فارسی)، مطبع مجتبائی پریس دہلی، (بعہد غریب نوازؒ)، صفحہ نمبر: (۲۴)

۱۸۔ انیس الاوراح، ازحضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، (فارسی)، مطبع مجتبائی پریس دہلی، (بعہد غریب نوازؒ)، صفحہ نمبر: (۵-۳۴)

۱۹۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، ازمحمد عبدالستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودھویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۷۵)۔

۲۰۔ انیس الاوراح، ازحضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، (فارسی)، مطبع مجتبائی پریس دہلی، (بعہد غریب نوازؒ)، صفحہ نمبر: (۳۴)

۲۱۔ سیر الاقطاب، مرتبہ مولانا الہدیہ، (فارسی)، مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (بعہد شاجہاں)، صفحہ نمبر: (۱۲۴

ا-۱۲۷)۔

۲۲ وقائع شاہ معین الدین چشتی، از منشی بابولال، (فارسی)، نولکشور پریس لکھنؤ، (۱۸۷۸ء)، صفحہ نمبر: (۲۵)

۲۳ سیر الاقطاب، مرتبہ مولانا الہدیہ، (فارسی)، مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (بعہد شاہجہاں)، صفحہ نمبر: (۱۳۱)۔

۲۴ اسرار الاولیا، مرتبہ خواجہ بدرالدین اسحاقؒ، (ترجمہ اردو)، مطبع صدیقی پریس بریلی، (۱۲۹۰ھ) صفحہ نمبر: (۵۵)۔

۲۵ سیر الاولیا، از مولانا سید مبارک العلوی، (فارسی)، مطبع محب ہند پریس دہلی، (آٹھویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۴۶)

۲۶ فوائد السالکین، از بابا فریدالدین گنج شکرؒ، (ترجمہ اردو) انقلاب اسٹیم پریس لاہور، صفحہ نمبر: (۱۱۱)

۲۷ افاضات حمید، از قاضی رحمٰن بخش، (اردو)، مطبع شاہجہانی پریس دہلی، (۱۳۴۶ھ)، صفحہ نمبر: (۱۳)

۲۸ سیر الاقطاب، مرتبہ مولانا الہدیہ، (فارسی)، مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (بعہد شاہجہاں)، صفحہ نمبر: (۱۳۲)۔

۲۹ گلزار ابرار، از مولانا غوثی شطاری، (فارسی)، مطبع فردوسی پریس مدراس، (عہد جہانگیری)، صفحہ نمبر: (۳۷)۔

۳۰ تاریخ فرشتہ، (جلد دوم)، از محمد قاسم ہندشاہ استرآبادی، (فارسی) مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (۱۸۷۸ء)، صفحہ نمبر: (۵۸)۔

۳۱ تاریخ فرشتہ، (جلد دوم)، از محمد قاسم ہندشاہ استرآبادی، (فارسی) مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (۱۸۷۸ء)، صفحہ نمبر: (۵۸)۔

۳۲ افاضات حمید، از قاضی رحمٰن بخش، (اردو)، مطبع شاہجہانی پریس دہلی، (۱۳۴۶ھ)، صفحہ نمبر: (۱۳-۱۴)۔

۳۳ آتش کدۂ آزر، از حاجی لطیف علی بیگ آزر ایرانی، (فارسی)، مطبع فتح الکریم پریس ممبئی، (۱۸۸۶ء)، صفحہ نمبر: (۳۶۴)۔

۳۴۔ معین الہند، از ڈاکٹر طہور الحسن شارب، (اردو)، مطبع تاج پبلشرز دہلی، (۲۰۰۷ء)، صفحہ نمبر: (۷۱)۔

۳۵۔ سیر الاقطاب، مرتبہ مولانا الہدیہ، (فارسی)، مطبع نولکشور پریس لکھنؤ، (بعہد شاہجہاں)، صفحہ نمبر: (۱۳۵)۔

۳۶۔ معین الہند، از ڈاکٹر طہور الحسن شارب، (اردو)، مطبع تاج پبلشرز دہلی، (۲۰۰۷ء)، صفحہ نمبر: (۸۸)

۳۷۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، از محمد عبدالستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودہویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۸۵)۔

۳۸۔ معین الہند، از ڈاکٹر طہور الحسن شارب، (اردو)، مطبع تاج پبلشرز دہلی، (۲۰۰۷ء)، صفحہ نمبر: (۱۰۴)۔

۳۹۔ مسالک السالکین، (جلد دوم)، از محمد عبدالستار سہرامی، (اردو)، مطبع مفید عام پریس آگرہ، (چودہویں صدی ہجری)، صفحہ نمبر: (۲۹۱)۔

۴۰۔ گلزار ابرار، از مولانا غوثی شطاری، (فارسی)، مطبع فردوسی پریس مدراس، (عہد جہانگیری)، صفحہ نمبر: (۴۸)۔

۴۱۔ معین الہند، از ڈاکٹر طہور الحسن شارب، (اردو)، مطبع تاج پبلشرز دہلی، (۲۰۰۷ء)، صفحہ نمبر: (۱۰۶)۔

۴۲۔ معین الہند، از ڈاکٹر طہور الحسن شارب، (اردو)، مطبع تاج پبلشرز دہلی، (۲۰۰۷ء)، صفحہ نمبر: (۱۱۱)۔

☆☆☆

دوسرا باب

خواجہ غریب نواز کی درگاہ
اوراسکے اطراف میں کیئے گئے تعمیراتی کام کا تاریخی جائزہ
درگاہ شریف کا پہلا احاطہ (نقارخانہ)

درگاہ کا پہلا داخلی دروازہ
(نظام گیٹ۔1912 تا 1915ء)

یہ درگاہ کا پہلا داخلی احاطہ ہے جس سے گزر کر زائرین درگاہ تک پہنچتے ہیں جسے نقار خانہ کے نام سے جانا جاتا ہے یہاں خدام صاحبان ان کی رہنمائی کے لئے موجود رہتے ہیں

اس دروازے سے متصل پھول اور شیرینی وغیرہ کی دوکانیں ہیں تاکہ زائرین حسب خواہش نذر وعقیدت پیش کرسکیں۔

درگاہ شریف کا یہ بلند دروازہ بازار کی جانب واقع ہے۔ میر عثمان علی خان والی دکن نے ۱۹۱۲ء میں اجمیر حاضر ہو کر یہ شاہانہ دروازہ تعمیر کرایا تھا۔ تقریباً تین سال تک تعمیر کا سلسلہ جاری رہا اور قریب پچاس ہزار روپیہ اس کی تیاری میں خرچ ہوا۔ اس محرابی دروازہ کی چوڑائی ۱۶ فٹ اور لمبائی ۲۷ فٹ، بلندی تقریباً ۷۰ فٹ ہے۔ اس دروازہ کے اوپر نقار خانہ بھی ہے۔ جہاں پنج وقتہ نوبت معہ شہنائی بجائی جاتی ہے اور ہر گھنٹے پر گھڑی کا گھنٹہ بھی بجتا ہے۔ یہاں منجانب نظام حیدر آباد ایک منتظم اور دو چپراسی، دو گھڑی کا گھنٹہ بجانے والا، چار شہنائی نواز اور آٹھ نقارچی وغیرہ مامور تھے۔ عملہ کا خرچ تقریباً پانچ سو روپیہ ماہوار مقرر تھا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۸۶)

شاہجہانی دروازہ (1637ء)
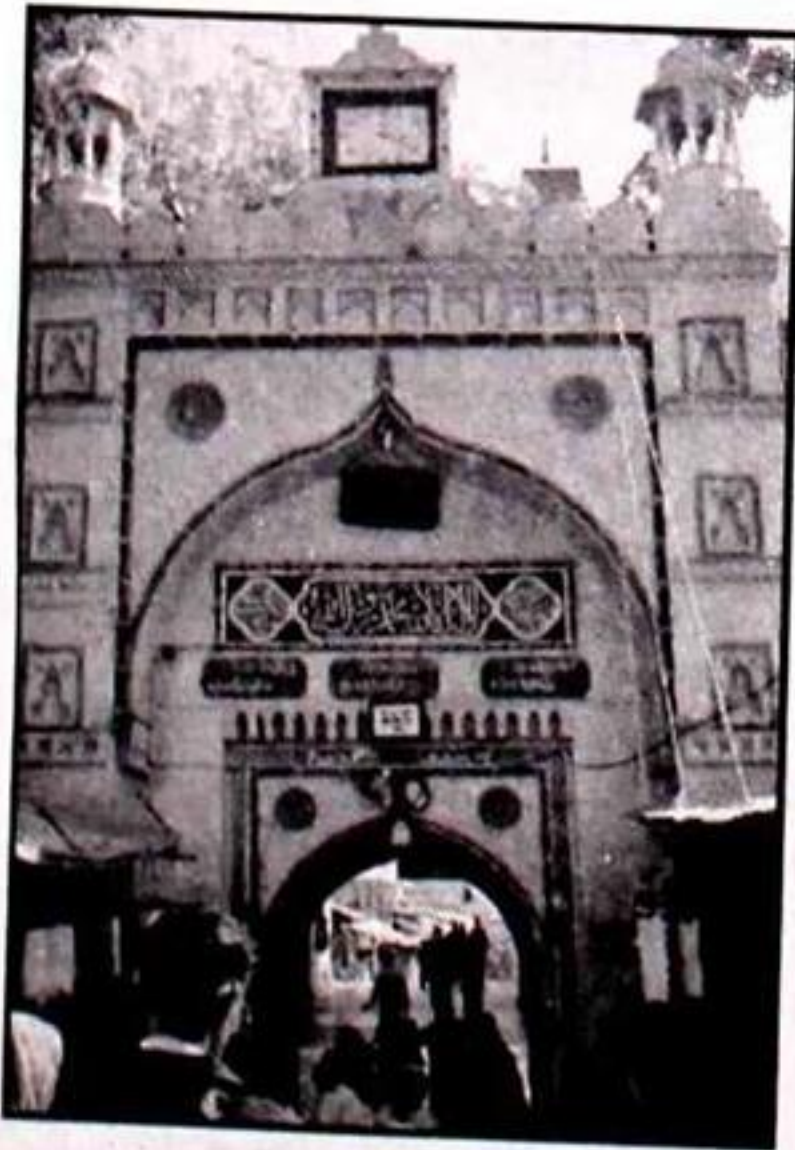
عثمانی دروازہ سے گزر کر تھوڑا صحن طے کرنے کے بعد یہ دروازہ آتا ہے۔ اس پر بھی نقار خانہ ہے، اس لئے اس کو نقار خانہ بھی کہتے ہیں۔ شاہجہاں بادشاہ نے ۱۶۳۷ء میں بطور

عقیدت یہ دروازہ تعمیر کرایا تھا، اس لئے اس کو شاہجہانی دروازہ بھی کہتے ہیں ۔ اس دروازے کی محراب کی پیشانی پر کلمہ شریف سنہری حرفوں میں لکھا ہے اس لئے اس کو کلمہ دروازہ بھی کہتے ہیں۔ دروازہ پر آب زر سے یہ شعر مرقوم ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ٦٨)

بعہد شاہ جہاں بادشاہ دیں پرور　　ز دود ظلمت کفر آفتاب دیں یکسر

اکبری نقار دروازہ (1575ء)

اکبر بادشاہ نے ١٥٧٥ء میں بنگال فتح کرنے کے بعد دو نقارے درگاہ شریف میں پیش

دروازہ کے اوپر رکھے گئے نقارہ کی تصویر

کئے جواب اس دروازے پر رکھے ہوئے ہیں ۔اور ایک بڑا نقارہ جو قلعہ چتوڑ میں تھا جس کا دائرہ قطر ١٠ فٹ ہے ۔کوسوں تک اس کی آواز پہنچتی تھی ۔ جب چتوڑ کا راجہ قلعہ

میں داخل ہوتا تھا تو اس وقت یہ بجتا تھا تا کہ دور دور تک اسکی آنے کی خبر ہو جائے۔اس نقارہ کو وہاں سے اٹھوا کرا کبر نے اجمیر کے دروازہ پر رکھوادیا۔سنگ سرخ سے بنا ہوا دروازہ آج کل چونہ کی سفیدی سے روپوش ہے۔اس کے کیواڑ لکڑی کے ہیں جس پر بمبئی کے ایک تاجر نے دھات کے پتر چڑھوانے کا کام کیا۔دروازہ میں سنگ مرمر کا فرش ہے جو زائرین کی آمد و رفت سے گھس کرنا ہموار ہو گیا ہے۔اس دروازہ پر بھی روزانہ پانچ وقت نوبت بجتی ہے۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۸۷ بحوالہ طبقات اکبری قلمی نسخہ۔صفحہ ۲۶۳)

اکبری مسجد (1569ء)

ایک بلند زینہ پر اکبری مسجد کا رفیع الشان دروازہ ہے۔اکبر بادشاہ نے اس مسجد کی تعمیر کا حکم اس وقت دیا تھا جب وہ جہانگیر کی ولادت کے چھ ماہ بعد اظہار تشکر کے لئے بماہ
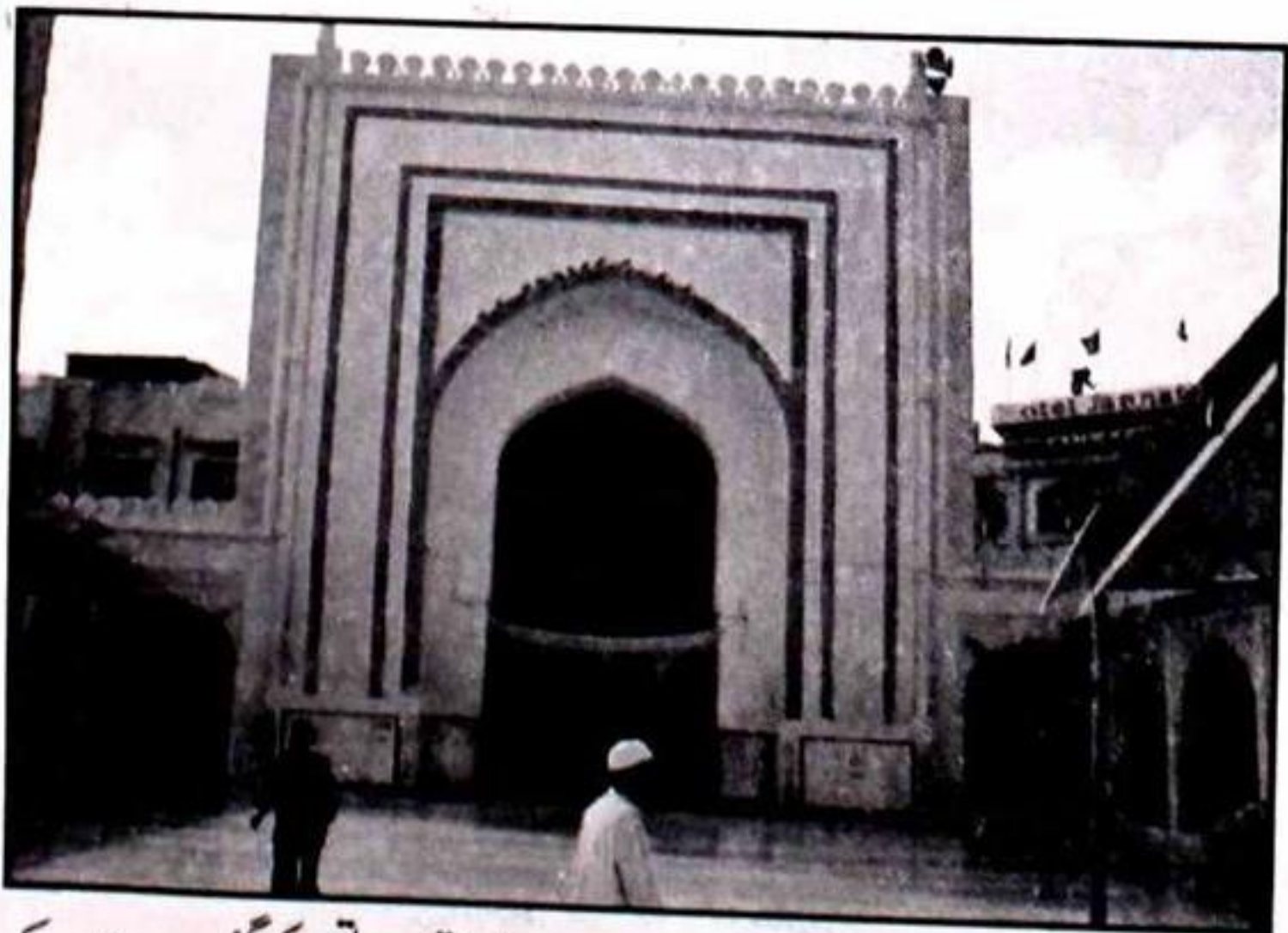
شعبان ۱۵۶۹ء میں حاضر دربار خواجہ ہوا تھا۔یہ مسجد لال پتھر سے تعمیر کی گئی ہے۔اس کے محرابوں پر سنگ مرمر کی پچکاری کی گئی ہے۔مسجد معہ متعلقہ عمارات ۱۴۰ مربع فٹ ہے۔مسجد کی محراب ۵۶ فٹ بلند ہے اور گنبد کے چاروں طرف سنگ مرمر کی برجیاں بنائی گئی

ہیں۔ مسجد کے صحن میں ایک حوض تھا جو اب مٹی سے بھر دیا گیا ہے۔ تقریباً سو سال قبل اس میں ایک کنواں بھی تھا۔ ۱۹۱۱ء میں مسجد کی متعلقہ عمارات کی مرمت نواب علی خاں صاحب داناپوری نے کرائی تھی۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۶۵۔۶۶)

بلند دروازہ (خلجی دروازہ۔ 1454ء)
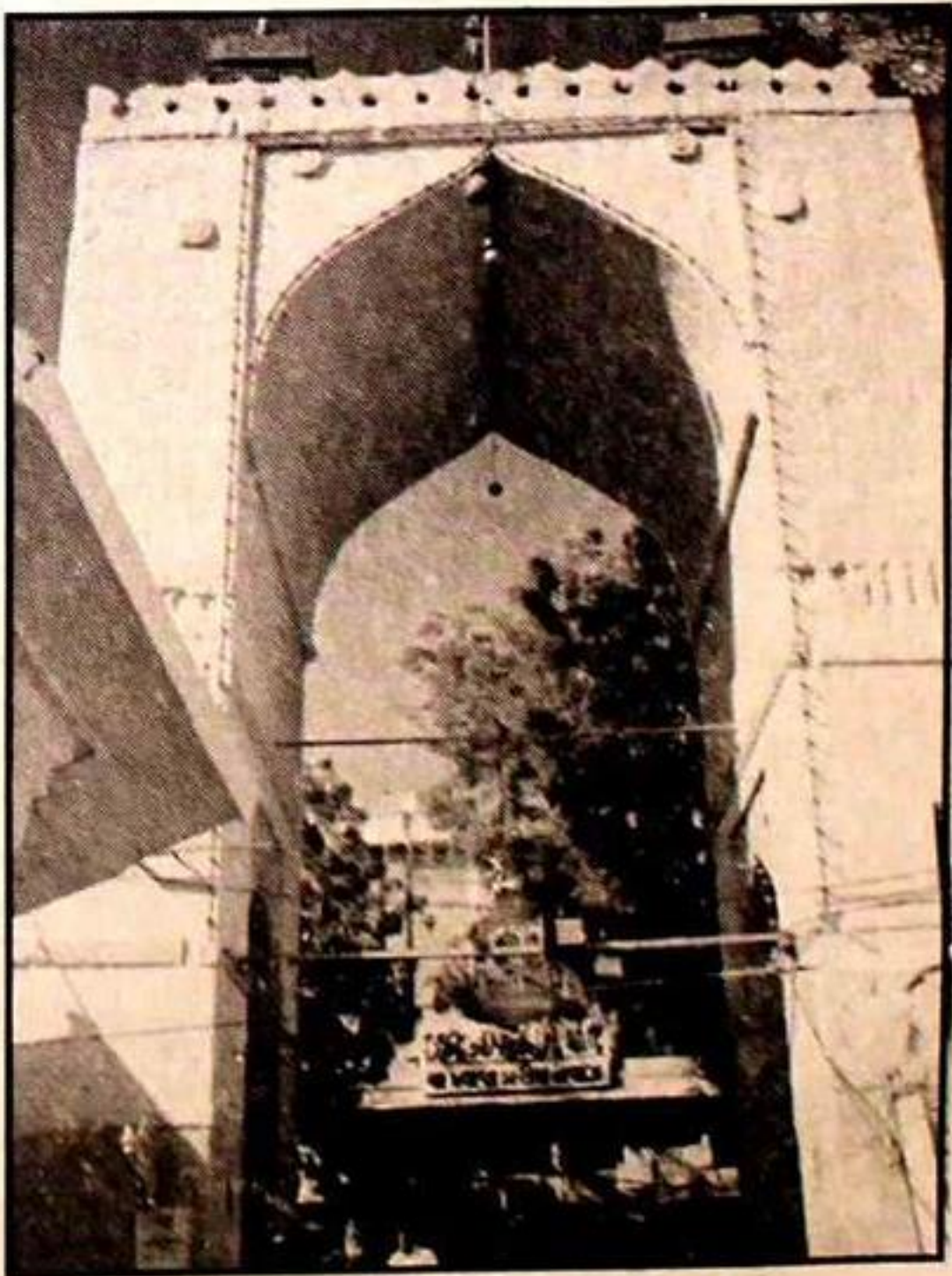
یہ دروازہ لال پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے۔ آج کل اسکا سنگ سرخ چونہ کی سفیدی میں روپوش ہے۔ اس کی بلندی ۸۵ فٹ ہے۔ اس کا فرش سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کا ہے۔

محراب میں تین گولے طلائی زنجیروں میں آویزاں ہیں۔ برجیوں پر ڈھائی فٹ لمبے سنہری کلس لگے ہیں۔ دروازہ میں شمال کی طرف تین تین در کی دو چھتریاں ہیں۔ عقب میں ہر دو جانب دو دو سادہ چھتریاں بنی ہیں۔ اوپر چڑھنے کے لئے دو طرفہ زینے ہیں۔ چونکہ یہ درگاہ شریف کی تمام عمارات سے بلند ہے اس لیے اس کو بلند دروازہ کہتے ہیں۔ اس کے نیچے کے حصہ میں عرس کے دوران پولس کا قیام رہتا ہے۔ دروازہ کے صحن میں مولانا شمس الدینؒ المعروف بہ سید احمدؒ خلیفہ غریب نواز کا مزار ہے۔ بقول ''گائڈ ٹو درگاہ خواجہ صاحب'' صفحہ ۲۱ تا ۲۳ پر یہ درج ہے کہ یہ دروازہ ۱۴۵۴ء میں سلطان محمود خلجی (سلطان مانڈو) نے تعمیر کرایا تھا۔ بقول ''معین الاولیا'' (صفحہ ۲۸۳۔۲۸۴) پر درج ہے کہ یہ دروازہ سلطان محمود خلجی نے اس وقت بنوایا جب اس نے گجادھر پر فتح حاصل کر کے اجمیر کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مگر ''اقتباس الانوار'' کے صفحہ ۱۴۶ پر اسے مالوا کے خلجی سلطانوں میں سے کسی کا بنوایا ہوا لکھا ہے۔ ہربلاس ساردا کی کتاب ''اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو'' کے صفحہ ۸۸ پر بیان ہے کہ ''اگرچہ اس دروازہ کے سن تعمیر کے متعلق کچھ علم نہیں تاہم کہا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر سلطان غیاث الدین (سلطان مالوا) کے عہد ۱۴۶۹ء میں ہوئی۔

(احسن السیر۔ صفحہ ۶۶۔۶۵، و معین الاولیا۔ صفحہ ۲۸۴)

درگاہ شریف کا دوسرا احاطہ (صحن چراغ)

بڑی دیگ (اکبری دیگ۔ 1567ء)

درگاہ کے اس احاطہ کے صحن میں ہمیشہ چراغ جلتا رہتا ہے اس لئے اس احاطہ کو صحن چراغ کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس احاطہ میں رکھی دیگ اکبر بادشاہ نے ۱۵۶۷ء میں پیش کی

تھی۔ چتوڑ پر فوج کشی کے وقت اس نے منت مانی تھی کہ ''بعد فتح پا پیادہ حاضر اجمیر ہو کر ایک بڑی دیگ دربار خواجہ میں پیش کروں گا''۔ چنانچہ بعد فتح اکبر پا پیادہ سفر کر کے بتاریخ ۷ر رمضان ۱۵۶۷ء بروز یکشنبہ اجمیر پہنچا اور آستانہ خواجہ بزرگ میں حاضر ہو کر ایک بڑی دیگ حضرت خواجہ کی نذر و نیاز کے لئے تیار کرائی۔ اس میں سو من چاول پکتے ہیں۔ اس دیگ کا محیط ۳۶ فٹ یعنی سوا بارہ گز ہے اور قطر (ڈائمیٹر) 13½ فٹ یعنی ۴ گز ۶ انچ ہے (احسن السیر۔ صفحہ ۶۱۔۶۳ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۸۹)
اس دیگ پر حسب ذیل کتبہ لکھا ہے

شاہ دیں پرور جمشید سریر	خسرو عہد محمد اکبر
ساخت بے شبہ پے فتح چتور	دیگ روئیں تن اژدر پیکر
بہر تاریخ دے از عالم غیب	دیگ چیتور کشا شد یکسر ۹۷۴ھ۔ (۱۵۶۷ء)

چھوٹی دیگ (جہانگیری دیگ۔ 1613ء)

مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر نے یہ دیگ آگرہ میں تیار کرائی تھی۔ ۱۶۱۳ء میں اجمیر حاضر آستانہ ہو کر اس میں کھانا پکوایا اور پانچ ہزار فقراء و مساکین کو اپنے سامنے کھلوایا۔ دیگ کی

تیاری کی تاریخ حسب ذیل ہے:۔ (تزک جہاں گیری مطبوعہ نولکشور پریس ۔صفحہ ۱۲۶)

بدنیاباد دائم نعمت دیگ جہاں گیری
۱۰۲۲ھ۔(۱۶۱۳ء)

بقول کرنل براٹن یہ دیگ ۲۸ من چاول پکنے کے لئے کافی ہے مگر بقول صاحب احسن السیر اس میں اسی (۸۰) من چاول پکتے ہیں۔اسکا محیط 22½ فٹ (7½ گز) اور قطر ۸ فٹ ۲ انچ (۲گز ۲۶۔انچ) ہے۔ (احسن السیر ۔صفحہ ۶۲۔۶۳)

دیگوں کی مرمت

کثرت استعمال سے یہ دیگیں پرانی ہو گئیں تھیں ،ملا مداری مدا الہام ریاست گوالیار نے سیٹھ اکھے چند کے اہتمام سے ان دونوں دیگوں کی مرمت کرائی اور دیگوں کے کناروں پر جواہر علی پیرزادہ کی کہی ہوئی حسب ذیل کتبہ کندہ کرائی:

زر ملا مداری کرد در تعمیر دیگ — باد نامش درمیاں روشن بمثل آفتاب
بخت در مہتہ ا کھے چندش نمودہ اہتمام — گفت ہاتف سال تاریخش جہاں شد فیضیاب
۱۲۶۶ھ۔(۱۸۴۹ء)

ایک مدت کے بعد پھر دیگوں کی مرمت کی ضرورت پڑی ۔چنانچہ ۱۸۸۹ء میں محمد اسحاق وزیر حیدر آباد دکن نے بڑی دیگ کی مرمت کرائی اور نواب دلدوز نواز جنگ امیر حیدر آباد دکن نے چھوٹی دیگ کو از سر نو بنوایا۔ (احسن السیر ۔صفحہ ۶۲۔۶۳)

اکبری چراغدان (1556تا1605ء)
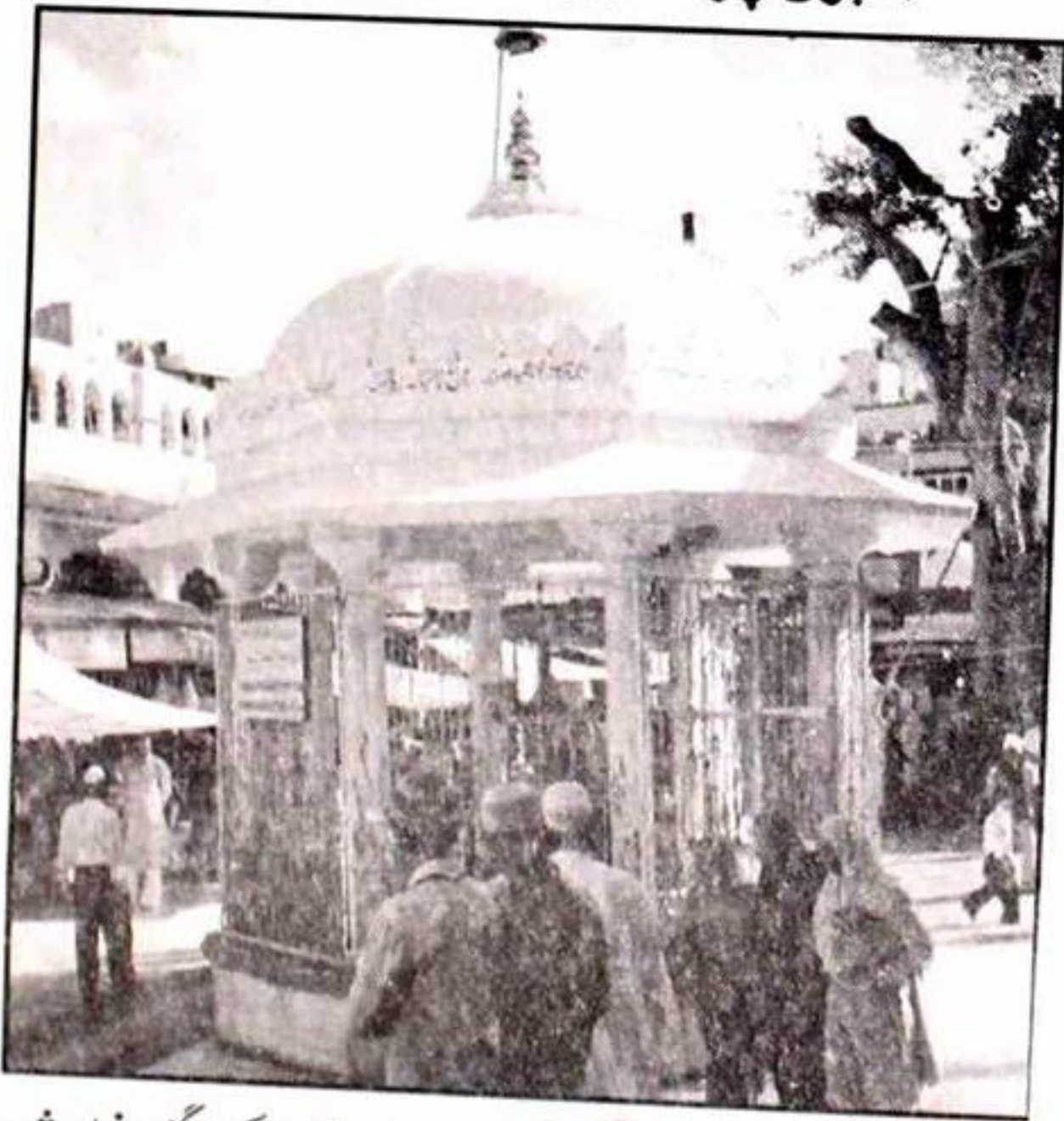
بلند دروازہ سے گزر کر ایک وسیع صحن آتا ہے اس میں ایک گنبد نما ہشت پہلو خوبصورت چھتری بنی ہوئی ہے۔ اس میں متعدد چراغوں کا حامل ایک چراغدان ہے اس لئے یہ صحن ''صحن چراغ'' کہلاتا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ چراغ اکبر بادشاہ نے پیش کیا تھا۔
(کتاب اجمیر۔ صفحہ ۸۷ بحوالہ طبقات اکبری) (معین الاولیاء۔ صفحہ ۲۸۲)

ہربلاس سارادا نے اپنی کتاب اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو کے صفحہ ۸۹ پر اس چراغ کے متعلق لکھا ہے ''چراغ دان کے قریب تعمیر بلند دروازہ کے دونوں طرف صحیفوں کے نیچے تہ خانے ہیں۔ ان میں سے کچھ اصلی حالت میں ہیں جنہیں دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ یہ مسلم دور حکومت میں قدیم مندروں پر تعمیر کیا گیا ہے یا اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔'' ان کا یہ بیان غلط ہے۔ ذاتی مشاہدہ ہے کہ اس صحن میں چھوٹی دیگ کے قریب تقریباً ½21 فٹ لمبا

اور ۱۶ فٹ چوڑا ایک تہ خانہ ہے اس میں چھ کھمبے کھڑے کر کے اوپر چھت ڈالی گئی ہے۔ یہ پہلے حوض تھا اور اس کے متصل سبیل تھی۔ حوض کو کار آمد صورت میں رکھنے کے لئے اس پر چھت ڈالی گئی ہے۔ اس کے چاروں طرف کی اونچی سطح خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کسی مندر کی عمارت نہ تھی۔ عام قاعدہ ہے کہ عمارات اونچی سطح پر بنائی جاتی ہیں نہ کہ نشیب میں۔ اگر یہاں مندر ہوتا تو مسلمان اس کو مٹی سے پاٹ کر اس کے گرد کی سطح کو برابر کر دیتے نہ کہ اپنی ایسی مقدس جگہ پر اس کی نشان باقی رکھتے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۴۸)

آصفیہ مجلس خانہ (1891ء)

پہلے یہاں وسیع صحن تھا۔ ایام عرس میں یہاں شامیانے کر کے سماع کی محفلیں منعقد کی جاتی تھیں۔ اس کے بعد میر حفیظ علی صاحب سابق متولی درگاہ شریف نے چھ ہزار روپیہ کی لاگت سے یہاں ایک دالان بنوائی تھی۔ اس کے بعد اس دالان کے سامنے شامیانے لگا کر عرس شریف کی سماع کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ موجودہ شاندار اور وسیع سماع خانہ (مجلس خانہ) نواب بشیر الدولہ امیر آصفیہ نے اپنے فرزند معین الدولہ کی ولادت پر تعمیر کرایا

تھا۔موصوف نے اپنے یہاں فرزند ہونے کی دربارغریب نواز میں دعامانگی تھی۔دعا قبول ہوئی۔خدانے انھیں اسی (۸۰) سال کی عمر میں بیٹا دیا۔مراد پوری ہونے پر اسی (۸۰) ہزار روپیہ کے خرچ سے یہ رفیع الشان مجلس خانہ تعمیر کرایا۔اس کی تعمیر ۱۸۸۸ء سے شروع ہوکر ۱۸۹۱ء میں اختتام پذیر ہوئی۔اس میں قیمتی جھاڑ فانوس آویزاں ہیں۔آجکل ان میں بجائے موم بتی کے بجلی کی روشنی ہوتی ہے۔یہاں مدرسہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ قائم تھا مگر ۱۹۴۷ء کے بعد سے یہ بند ہوگیا۔اب یہاں موجودہ سرکاری نصابِ تعلیم کے مطابق ابتدائی تعلیم ہوتی ہے،اس کے تعمیر کی تاریخ حسب ذیل ہے (احسن السیر۔صفحہ ۶۳۔۶۴)

"محفل خانہ سرآسماں جاہ دکن"

۱۳۰۹ھ۔(۱۸۹۱ء)

خانقاہ اکبری (1569ء)

یہ عمارت مجلس خانہ کے مغرب میں واقع ہے اور مجلس خانہ کی مغربی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔جس کے ذریعہ اس عمارت تک پہنچا جاتا ہے۔اس مقام پر حضرت خواجہ بزرگ کو بعد وفات غسل دیا گیا تھا۔اس کی تعمیر کے متعلق اکبر نامہ جلد دوم کے صفحہ ۴۴۰ پر ابوالفضل نے لکھا ہے:

"عمارات عالی بنا از مسجد و خانقاہ دراں حواشی لمع انداختہ"

"(اکبر نے) ایک مسجد اور اس کے متصل ایک خانقاہ تعمیر کرائی"

اس خانقاہ میں رجب کی پانچ تاریخ کو سہ پہر کے وقت یہاں ہر سال محفل ہوتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت خواجہ کے اہل خانہ رہتے تھے۔ (معین الاولیا۔صفحہ ۲۸۲)

ملکہ میری حوض (ہمال خانہ-1911ء)
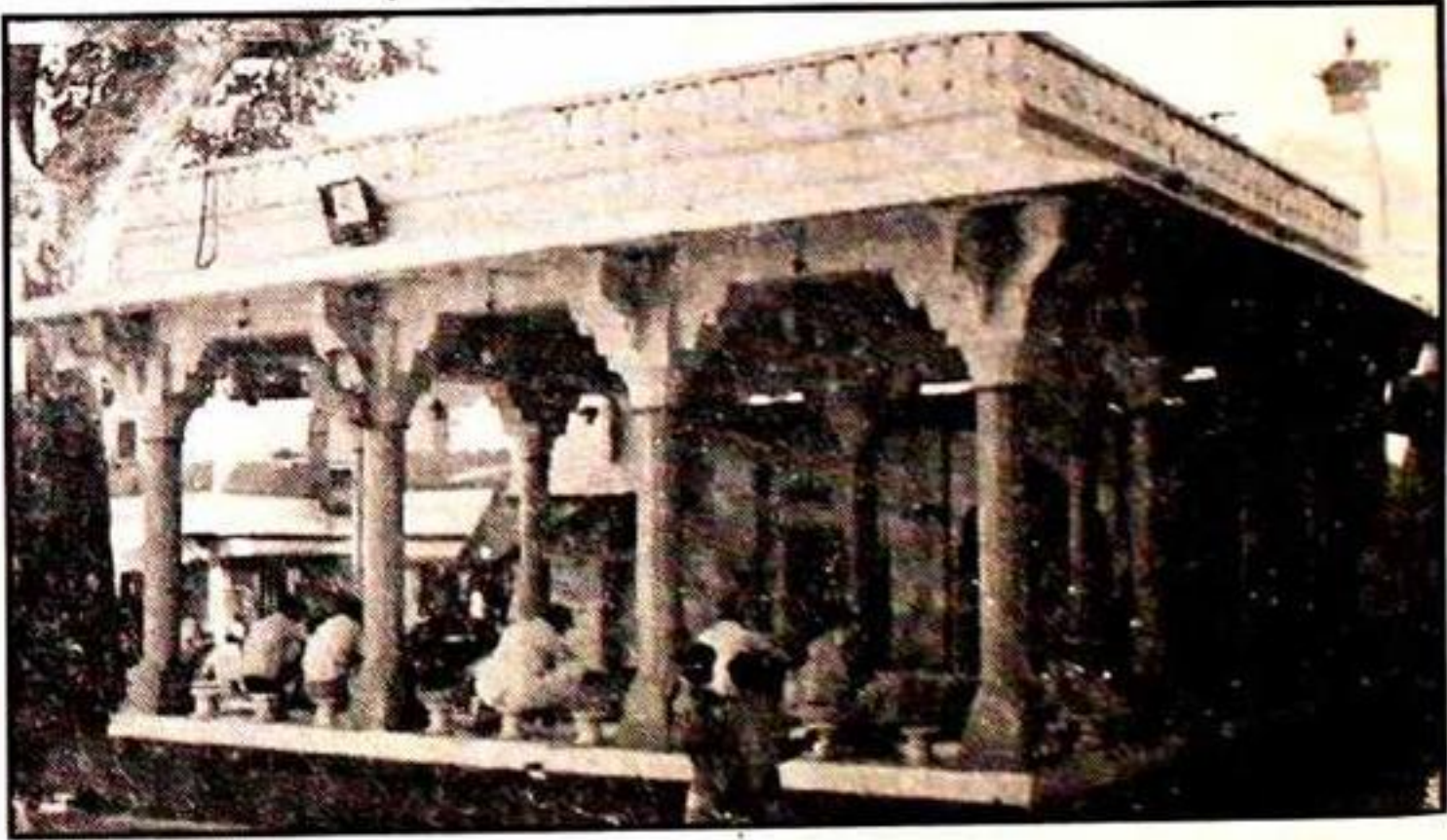
مجلس خانہ کے سامنے ایک حوض اور ایک سبیل ہے۔اس حوض کی چھتری ملکہ میری (اہلیہ جارج پنجم) کی جانب سے تعمیر ہوئی۔۱۹۱۱ء میں ملکہ میری نے دربار غریب نواز میں حاضری دینے کی سعادت حاصل کی تھی۔اس موقعہ پر پانچ سو روپیہ درگاہ میں کوئی یادگار قائم کرنے کے لئے پیش کیا۔اس رقم کے ساتھ کچھ اور رقم درگاہ کے خزانے سے ملا کر اس حوض پر چھتری تعمیر کی گئی۔

(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۹۰)

اکبری لنگر خانہ (1656تا1605ء)
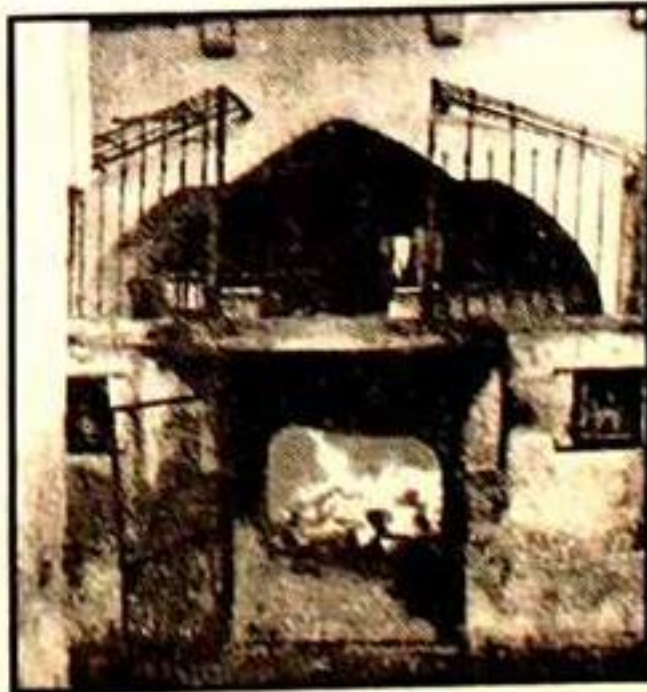
صحن چراغ کے مشرق میں ٹین کے سائبان کے نیچے لنگر خانہ کا پھاٹک ہے۔اس

پھاٹک سے گزر کر ایک مختصر صحن اور دالان ہے۔ دالان میں ایک لوہے کا بہت بڑا کڑاہ ایک بڑے چولہے پر رکھا ہے۔اس میں روزانہ جو کا دلیہ پکتا ہے اور غرباء کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ لنگر خانہ اکبر بادشاہ نے غرباء اور مساکین کی آسائش کے لئے تعمیر کرایا تھا۔لنگر خانہ کے خرچ کے لئے جاگیر بھی دی تھی۔ نظام حیدر آباد دکن کی طرف سے بھی ایک وقت کا دلیہ پکتا تھا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۴۹)

اکبری چھتری (1556تا1605ء)
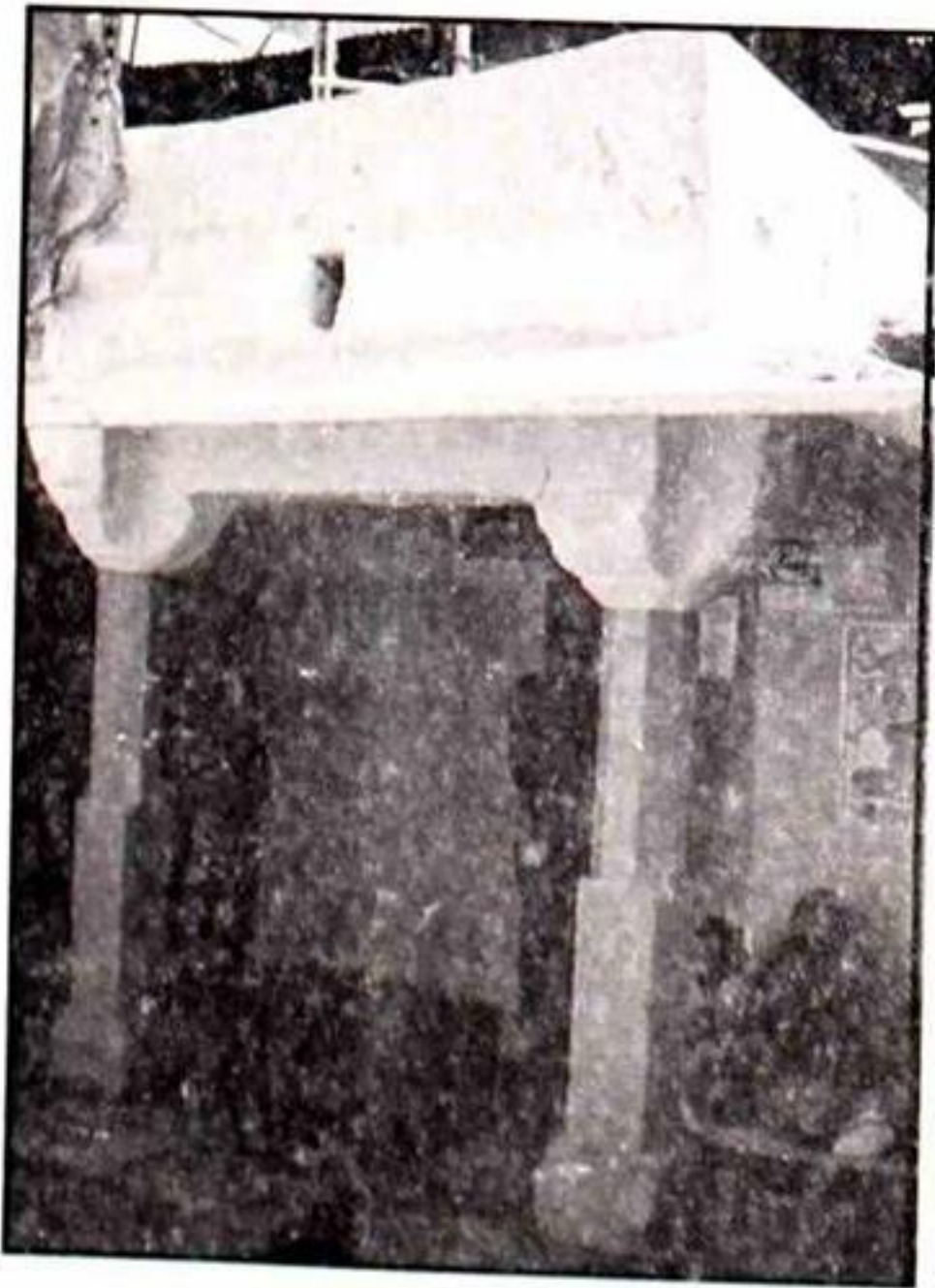
صحن لنگر خانہ میں پرانے زمانے کی ایک خوبصورت چھتری ہے۔مشہور ہے کہ یہ چھتری اس واقعہ کی یادگار ہے جب اکبر بادشاہ فقیر بن کر اس مقام پر لنگر لینے آیا تھا اور اس کا پیالہ ٹوٹ گیا تھا۔اسی سال اس تاریخی یادگار مقام پر ایک حجرہ بنا دیا گیا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۵۰)

تیسرا احاطہ

(خواجہ غریب نواز کی درگاہ شریف کا احاطہ)

احاطہ چمیلی
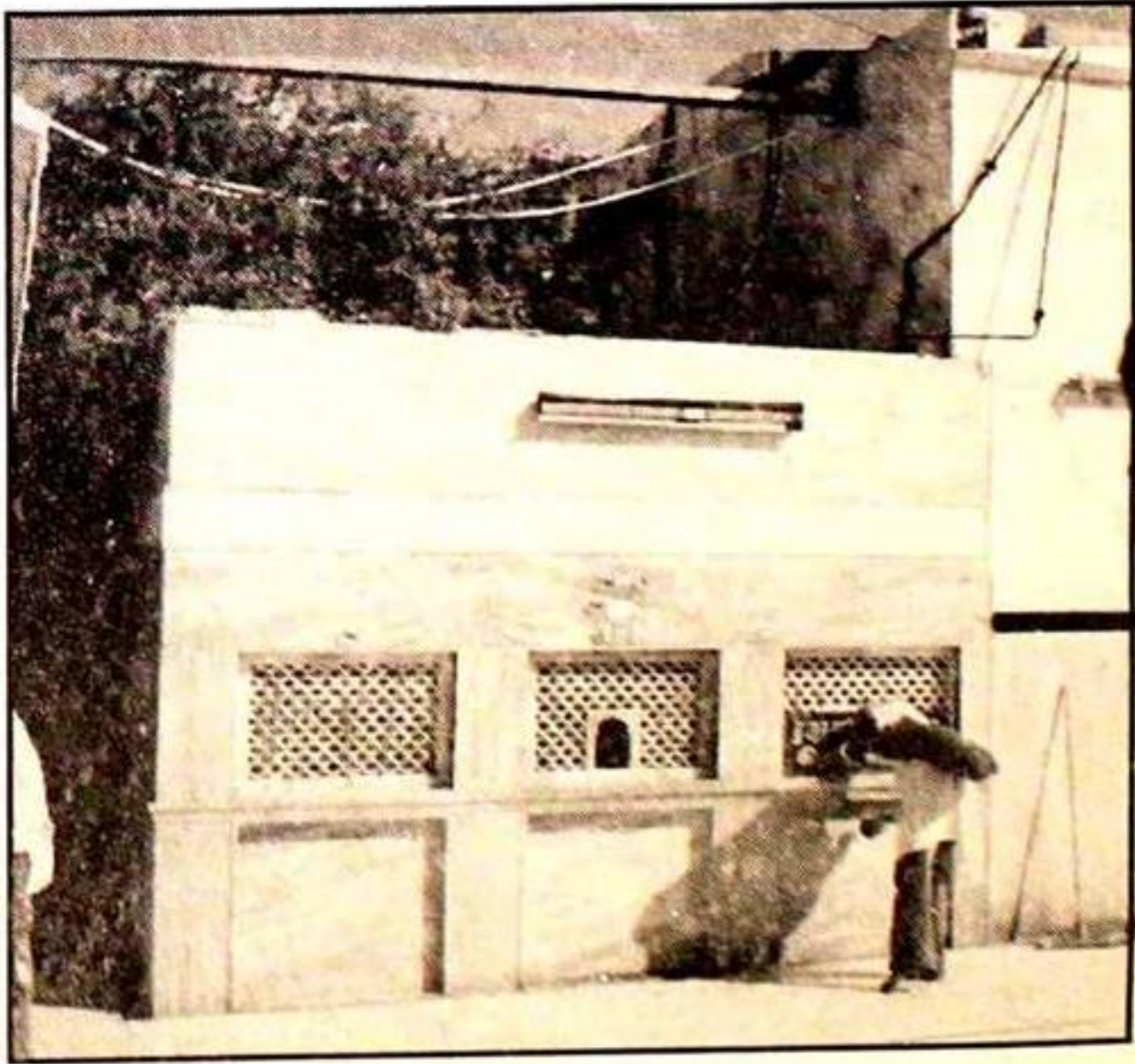
احاطہ صحن چراغ کی جنوبی دیوار میں درگاہ شریف میں جانے کے لئے دو دروازے ہیں۔ایک دروازہ کے اوپر دونوں طرف چھتریاں بنی ہیں۔دوسرا دروازہ سماع خانہ کی دیوار سے ملا ہوا ہے۔اس دروازے سے درگاہ کے احاطہ میں داخل ہونے کے بعد دائیں جانب سولہ کھمبہ میں جانے کا راستہ ہے اور دائیں جانب مختصر احاطہ چمیلی ہے جو سنگین جالیوں سے گھرا ہوا ہے۔اس کے اندر جانے کے لئے ایک مختصری کھڑکی دروازہ ہے۔احاطہ کے اندر چند مزارات ہیں جن کے بارے میں تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ یہ ''مزارات خواجہ

بزرگ کی ازواج کے ہیں''۔ یہ احاطہ چمیلی والی بیوی کے نام سے مشہور ہے مگر صاحب احسن السیر نے صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے کہ ''مسجد صندل خانہ کی شمالی دیوار سے متصل (احاطہ چمیلی میں) حضرت رفیع الدین بایزید خورد کا مزار ہے اوران کی قبر کے قریب ان کی والدہ اوران کی بیوی کے مزارات ہیں۔ ان مزارات پر چمیلی کی بیل چھائی رہتی ہے جس کی وجہ سے اس احاطہ کو لوگ چمیلی والا احاطہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس احاطہ کی جالیوں اور چمیلی کی شاخوں میں جا بجا انگوٹھیاں اور رنگ برنگ کے ڈورے بندھے رہتے ہیں۔ یہ زیادہ تر وہ عورتیں باندھتی ہیں جو اولاد کی خواہشمند ہوتی ہیں۔ چمیلی کی بیل میں لوگ بھشتیوں سے پانی ڈلواتے ہیں اور ایک چھوٹے سے کھلے ہوئے طاق میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے تبرکاً پانی لے کر پیتے ہیں۔ (معین الاولیاء۔ صفحہ ۷۷-۷۶/معین الارواح۔ صفحہ ۳۵۰)

شاہجہانی مسجد (1637ء)
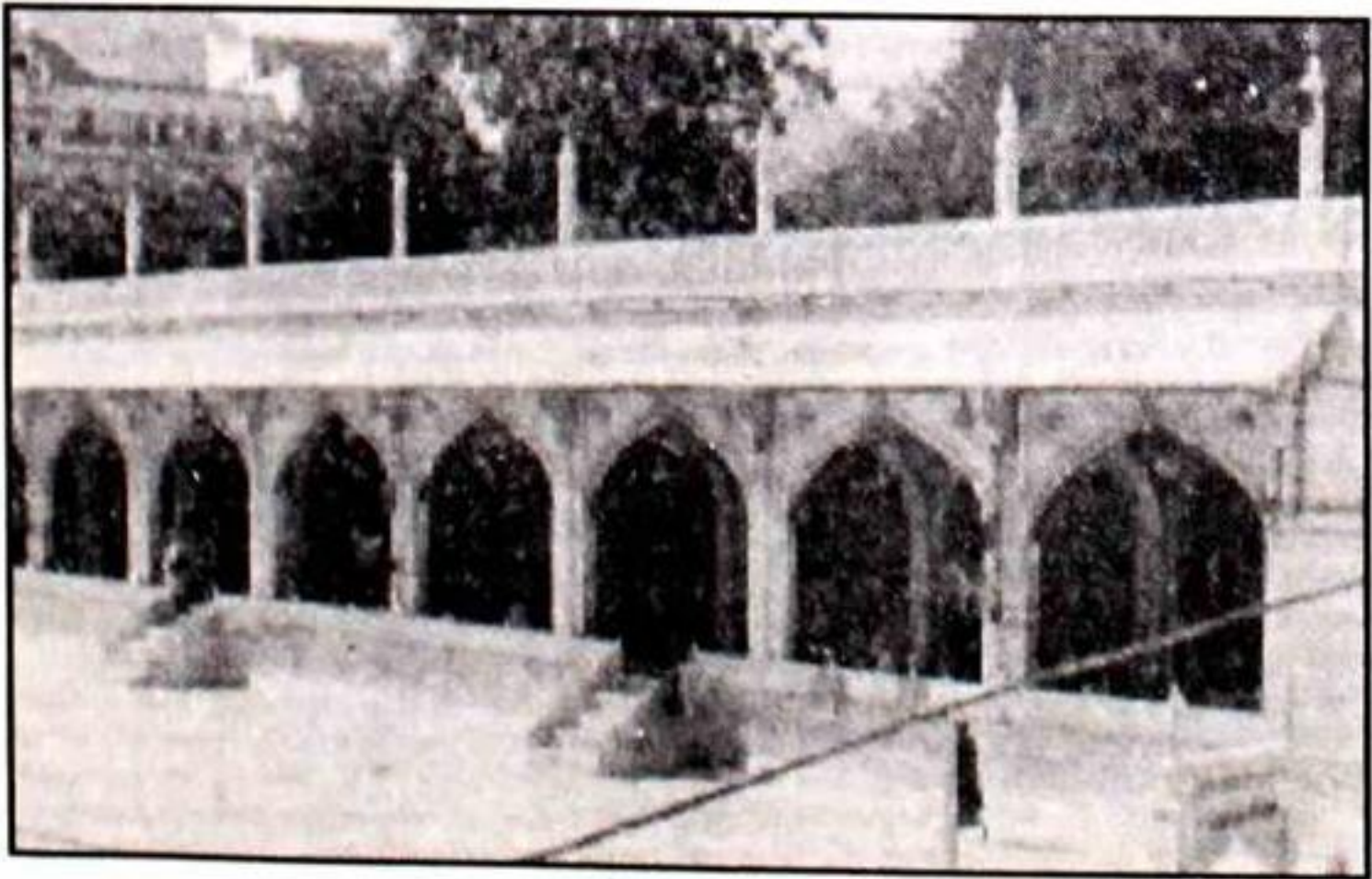
یہ مسجد روضۂ منورہ کے مغرب میں واقع ہے۔ جب شاہجہاں اپنی شہزادگی میں اودے پور فتح کر کے اجمیر شریف زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا تو اس وقت اس نے ایک وسیع مسجد یہاں بنوانے کا خیال کیا تھا۔ چنانچہ جب تخت نشین ہوا تو اس مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس کی

تعمیر میں دولاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف ہوئے تھے۔صاحب احسن السیر نے صفحہ۵۱ پر بحوالہ مراۃ الاسرار (مرتبہ عبدالرحمٰن چشتی) لکھا ہے کہ ''یہ مسجد ۱۶۳۷ء میں چودہ سال میں تعمیر ہوئی۔موصوف نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ تعمیر شروع ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک تعمیراتی کام کا سلسلہ بند رہا۔مسجد کی لمبائی ۹۷ گز اور چوڑائی ۲۷ گز ہے۔اس میں آنے جانے کے لیے پانچ دروازے ہیں جس میں کتبہ حسب ذیل لگا ہے:

قبلہ اہل زماں شد مسجد شاہ جہاں

۱۰۴۷ھ۔(۱۶۳۷ء)

یہ مسجد نفیس سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔داخلی وسطی محراب میں سنہری حروف میں کلمہ طیب لکھا ہوا ہے۔۱۸۴۵ء میں جب تبرکات نبوی دہلی سے لاکر یہاں رکھے گئے تو اس وقت کلمہ اور اس محراب سے آب خنک رسنے لگا تھا۔لوگوں نے اسے تبرکالیا،بعض لوگ اسے اشک افشانی سے تعبیر کرتے تھے۔بیرونی محرابوں پر اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام لکھے ہیں۔سب سے اوپر حسب ذیل کتبہ ہے:

شنیدم زخاصان فرخندہ فال — کہ بیش جلوس ابد اتصال

شہنشاہ دین پرور دین پناہ — فلک قدر شاہ جہاں بادشاہ

پناہ امم صاحب تخت وتاج — کہ دارد شریعت بعہدش رواج

پس از فتح رانا بعہد عزوجاہ — بدولت در اجمیر زدبارگاہ

بطوف مزار حقایق شعار — معین جہاں خواجۂ روزگار

حقایق پناہ ومعارف مآب — کہ دادش فلک قطب عالم خطاب

دراں روضۂ پاک مسجد بنود — دلش را تمنائے مسجد فزود

خداوند رابا خدا شد قرار — کہ ماند ازو مسجد یادگار

بے برنیامد زدورفلک — کہ آں قبلہ گاہ ملوک وملک

چوبنشستہ بر تخت شاہنشہی
زلطف الٰہی بفرماں دہی

کمر بست وچست وقدم برکشاد
نہ ازراہ ورسم ازرہ اعتقاد

بہ توفیق حق گشت کارش تمام
بنا کرد ایں مسجد وشد تمام

زہے مسجد بادشاہِ جہاں
کہ داز دزبیت المقدس نشاں

خوشا قدر ایں خانہ کز احترام
بود ثانی اثنین بیت الحرام

مقدس حریم چو قدس خلیل
بوصفش زباں وقف ذکر جمیل

شمار ند باکعبہ اش تواماں
کہ دید است مسجد بایں فروشاں

کند دستہ مژگاں خود آفتاب
کہ جاروف کش یابد انجا خطاب

نمایاں دوروکعبہ وقت نماز
زمحراب دربرحرم کردہ باز

بفرشش گزاری چوروئے امید
شود نامہ چوں سنگ مرمر سفید

طلبگار حاجات دل بستہ اش
بہار مناجات گلدستہ اش

چوشاہ جہاں درمحل نماز
بمحرابش آورد روئے نماز

زتوفیق محراب کرد از دوسو
بیک قبلہ پشت بیک قبلہ رو

جہاں رادوچشم اندمردم نشیں
یکے خانۂ کعبہ و دیگر ایں

نشستہ بمسجد شہنشاہِ دیں
بود کعبہ پیوستہ مند نشیں

اجابت زند بر عبادت نیاز
خوش آں کس کہ آنجا گذاردنماز

تواں کز بر ممبرش جاں سپند
کزاں نام شاہ جہاں شد بلند

بہ تکلیف مردم برائے نماز
درش چوں درتوبہ پیوستہ باز

بود خطبہ شاہ نادرخورش
زباں ملائک ے سردممبرش

لب حوضش از آب زمزم پر است | زمحراب با کعبہ دربرد راست

زلالش زہر موجۂ بے دریغ | بقطع تعلق کشید است تیغ

زسنگش چناں کارپردازرنگ | کہ گوئی نباشد زیک پارہ سنگ

بفرمودۂ سایہ کردگار | چو کرد ایں بنارا قضا استوار

نوشتند تاریخش اہل یقیں | بنائے شہنشاہِ روئے زمیں

نو(احسن السیر ۔صفحہ ۵۳۔۵۴)

جب اس مسجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے تو چار توپیں (توپ نما نال) داغی جاتی تھی۔ ایک بوقت ادائیگی سنت، دوسری خطبہ کے وقت، تیسری بوقت اقامت اور چوتھی سلام کے بعد چلتی تھی۔ (معین الارواح ۔صفحہ ۳۵۳)

چلہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ

اس مقام پر حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے چلہ کشی کی تھی ۔صندلی مسجد کے عقب میں اس کا دروازہ ہے ۔دروازہ سے مقام چلہ تک زمیں دوز زینہ کا راستہ ہے ۔کہا جاتا ہے کہ پہلے

حضرت خواجہ کے خام مزار کا یہی راستہ تھا مگراب مدت دراز سے اصلی مزار اقدس تک پہونچنے کا راستہ بند کر دیا گیا ہے۔ چلہ کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے مگر ماہ محرم کی پانچ تاریخ کو ہر سال کھلتا ہے۔ اس دن لوگ بڑے ذوق سے اس کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۵۳)

جنتی دروازہ
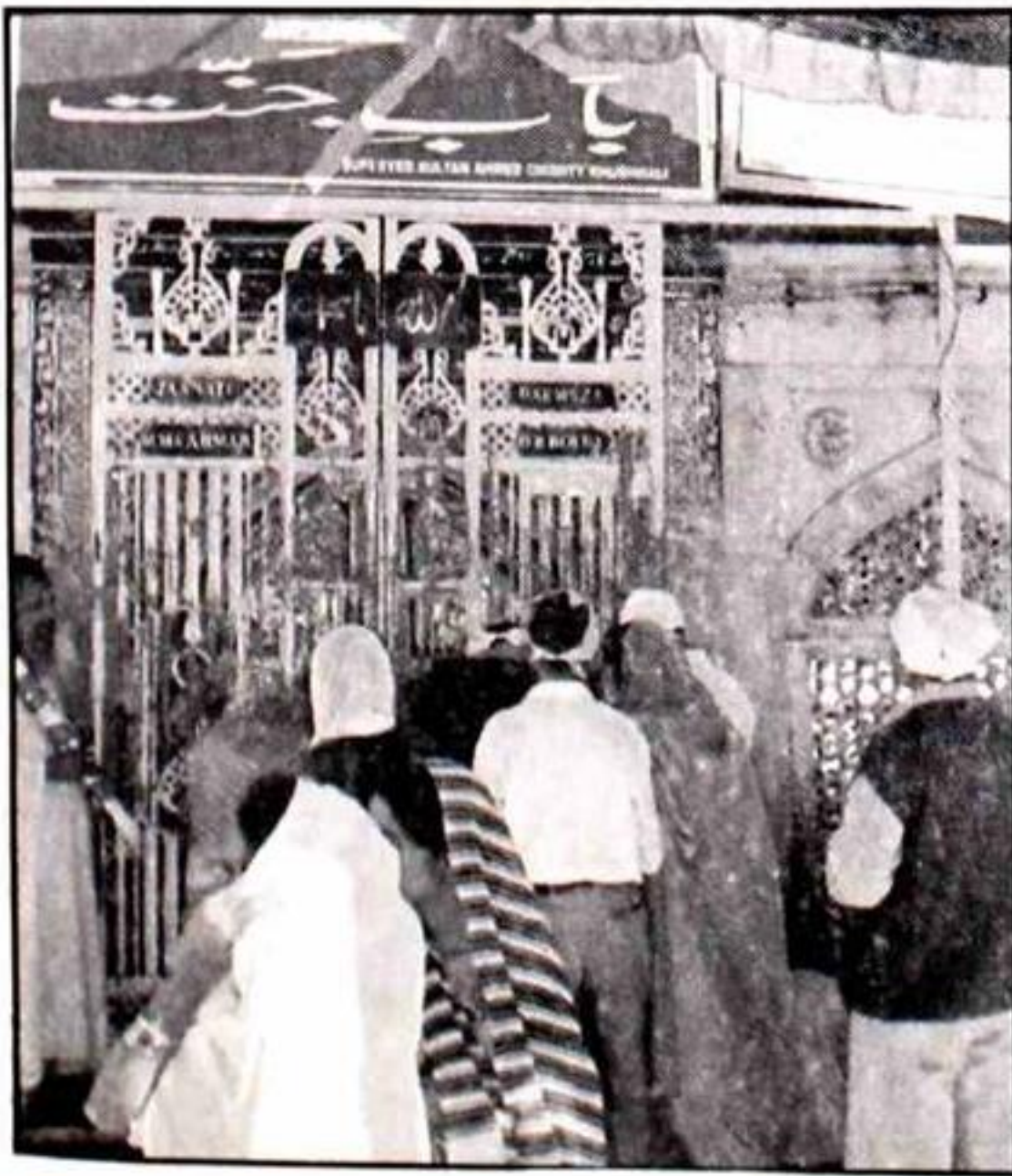
اس دروازہ کو ملی دروازہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے کیواڑوں پر چاندی کا پتر چڑھا ہوا ہے۔ روایت ہے کہ جو اس دروازہ سے سات مرتبہ گزر جائے وہ جنتی ہے۔ یہ دروازہ عید کے دن اور حضرت خواجہ غریب نواز اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے عرس کے موقعہ پر کھلتا ہے اور لوگ بڑے ذوق سے اس دروازے سے گزرتے ہیں۔

چاریاری فصیل
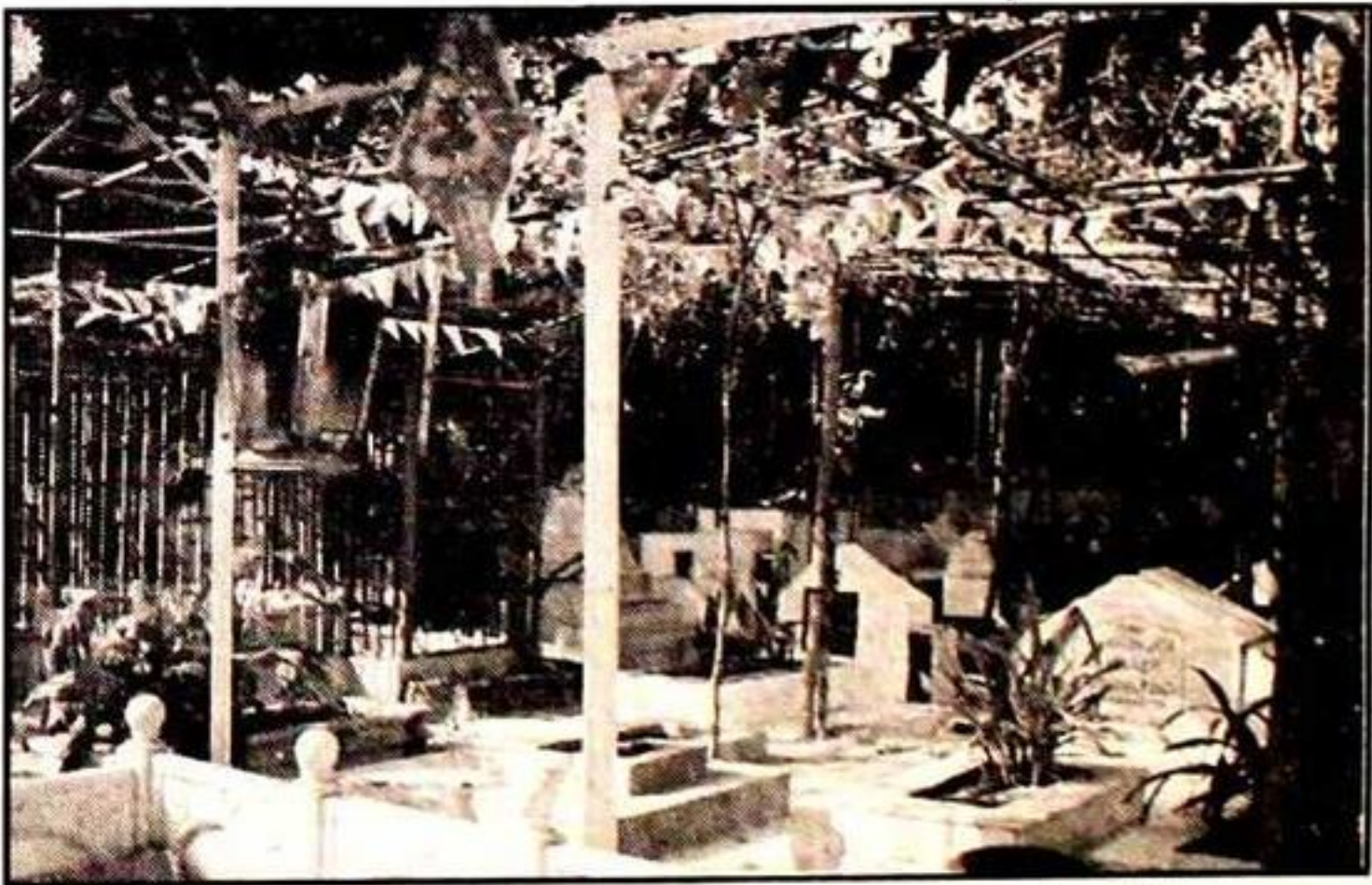
شاہجہانی مسجد کی جنوبی دیوار سے ملے ہوئے حوض سے متصل احاطہ چار یاری میں جانے کا ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ اس احاطہ میں ایک وسیع قبرستان ہے۔ جس میں جلیل القدر بزرگان، فقراء، درویش، علما اور حضرت خواجہ کے عقیدت مندان آرام فرما ہیں۔ مولانا شمس الدین، مولانا محمد حسین الہ آبادی، حافظ شیر علی بیگؒ، مولوی معین الدین صاحبؒ، حافظ مردان علی صاحبؒ حاجی وزیر علیؒ صاحب اور حاجی رحمت علی صاحبؒ خادمِ درگاہ اور دیگر حضرات کے مزارات اسی احاطہ میں ہیں۔

صاحب احسن السیر کے صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے کہ اس احاطہ میں ان چار بزرگوں کے بھی مقبرے ہیں جو حضرت خواجہ کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے تھے اور انھیں کے نام پر اسے چاریاری احاطہ کہا جاتا ہے۔ ۱۹۴۱ء میں خلیفہ سید محمد حنیف صاحب اور اسمٰعیل صاحب خادمِ درگاہ کے سندھی موکل نے سندھی صاحبان کی آسائش کے لیے یہاں پانچ ہزار روپیہ کے خرچ سے ایک دالان تعمیر کرایا تھا۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۵۴)

حوض جامع مسجد
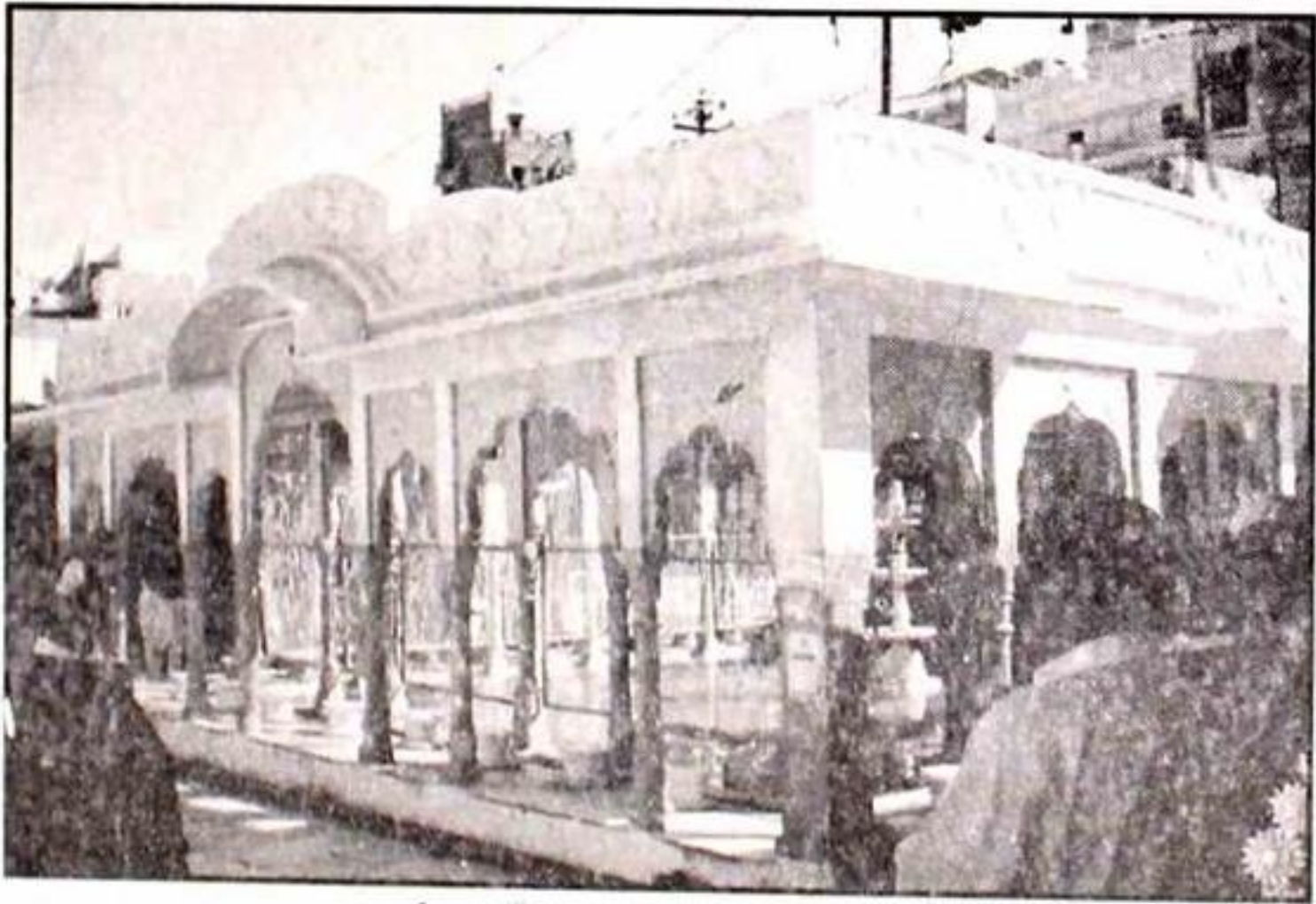
جامع مسجد سے متصل ایک خوشنما حوض ہے جو ہمیشہ پانی سے بھرا رہتا ہے۔اس کے چاروں طرف شاہجہانی مہراب بنا ہے۔نمازی اس میں وضو کرتے ہیں۔اس حوض کے پانی پر سائبان نہیں ہے۔البتہ اس کے چاروں طرف نمازیوں کے وضو کرنے کی جگہ سائبان بنا ہوا ہے۔اس حوض کے آس پاس اکثر بھشتی بھری مشکیں لئے موجود رہتے ہیں۔زائرین انھیں پیسے دیکر حوض میں پانی ڈلواتے ہیں۔

شاہجہانی باولی (جھالرہ)
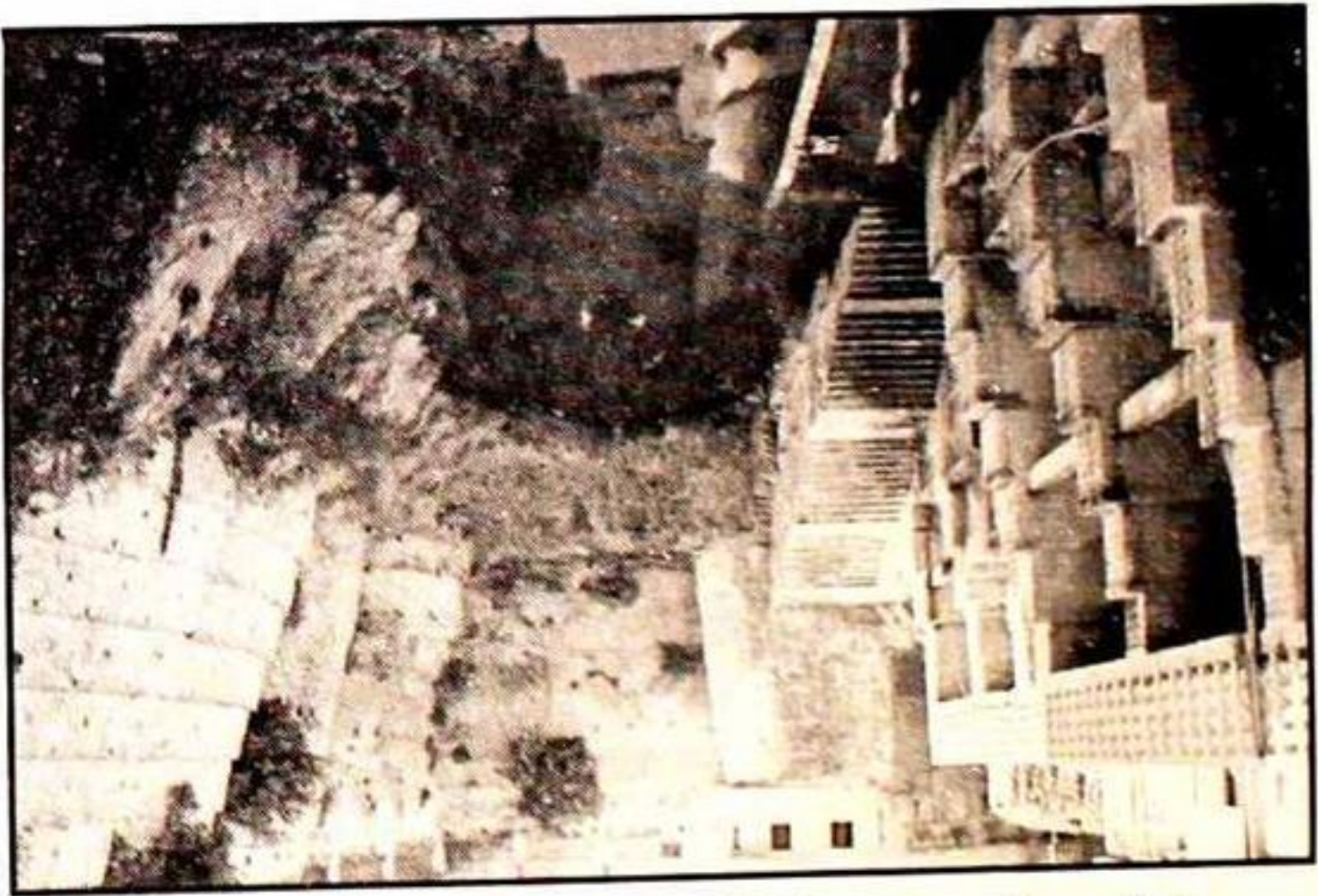
درگاہ شریف کے جنوب میں ایک گہرا چشمہ (باولی) جہالرہ کے نام سے مشہور ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ درگاہ اور شہر کے بعض محلے اس سے ہی پانی لیتے تھے۔ درگاہ سے ایک وسیع زینہ اس میں جانے کے لئے بنا ہے۔ دوسرا زینہ اس میں سولہ کھمبہ کی طرف سے بھی ہے اور تیسرا زینہ مقبرہ کے قریب سے ہے۔

اس باولی کی مضبوط چہار دیواری شاہجہاں بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے۔ پہلے بارش کے زمانہ میں نالہ اس طرف سے بہتا تھا۔ جب اکبر بادشاہ نے اجمیر کی شہر پناہ بنوائی تو اس نالہ کو درگاہ بازار کی جانب کاٹ دیا اور اس پر باندھ بندھوا دیا۔ شاہ قلی خاں صوبہ دار اجمیر نے دوسری جانب اس نالے کے دہانے پر اپنا مقبرہ اپنی حیات میں تعمیر کرایا۔ اس تدبیر سے مخلوق خدا کو آسائش ہوگئی۔ ہزاروں آدمی اس کے پانی سے سیراب ہوتے تھے۔ یہ بہت زیادہ گہرا ہے زائرین اس کے پانی کو تبرک سمجھتے ہیں۔

(احسن السیر۔ صفحہ ۵۴۔۵۵)

شاہی گھاٹ
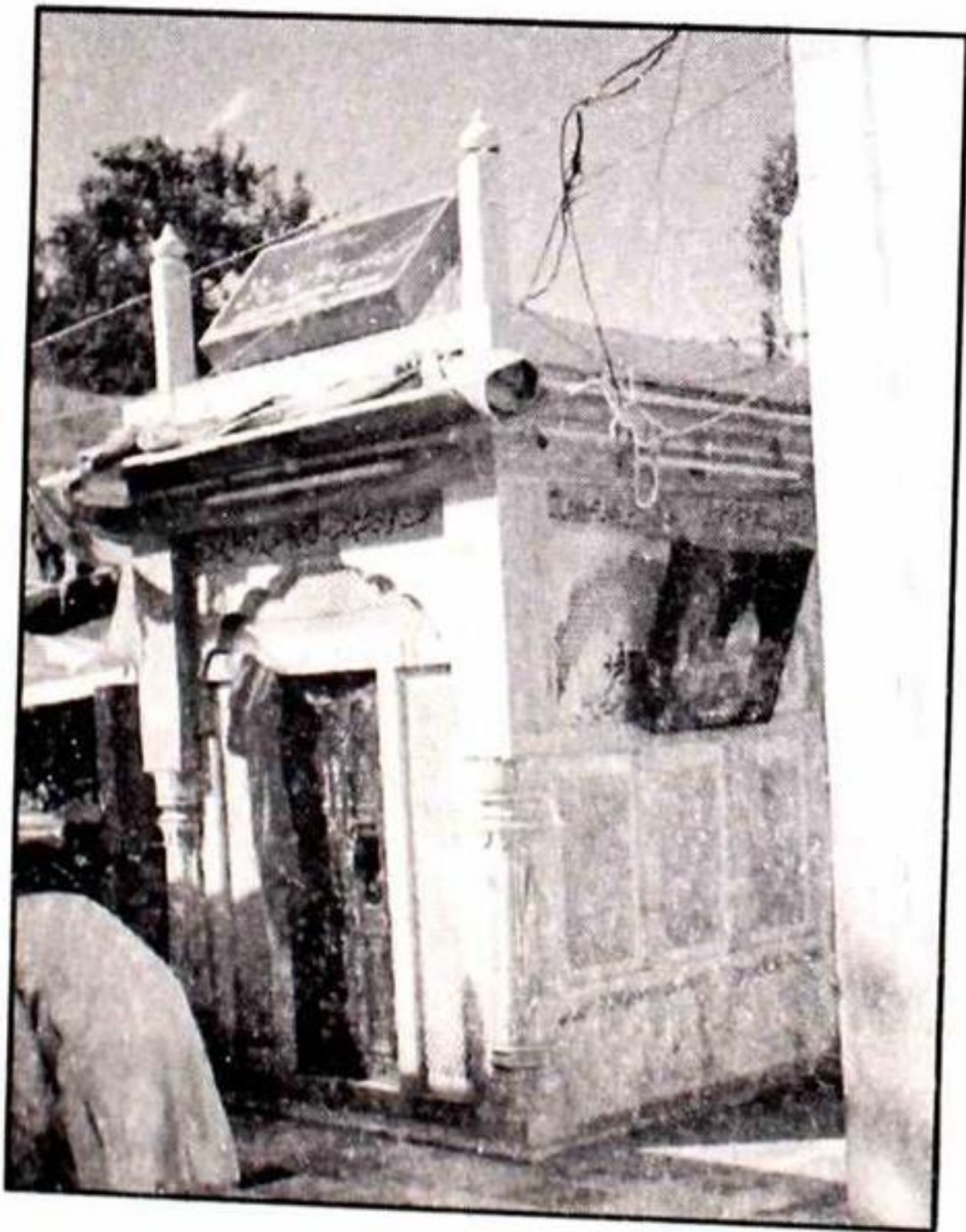
لب جہالرہ و کرناٹکی دالان اور حوض کے درمیانی صحن کا نام شاہی گھاٹ ہے۔اس صحن میں سنگ مرمر کی چھتری میں خواجہ غریب نواز کے صاحبزادے خواجہ ابوسعیدؒ کا مزار ہے۔ یہ چھتری سید رحمت علی صاحب خادمِ درگاہ کے ایک موکل نے تعمیر کرائی تھی۔ بقول سیر الاولیا صفحہ۔۷۷ پر لکھا ہے کہ اس چھتری کے پائیں ایک دوسری سنگ مرمر کی چھتری کے اندر حضرت خواجہ کے سالے صاحب آرام فرما ہیں مگر بقول احسن السیر صفحہ ۱۶۰ پر ہے کہ یہ مزار حضرت خواجہ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابوصالح (خواجہ حسام الدین) کا ہے۔

کرناٹکی دالان (1792ء)
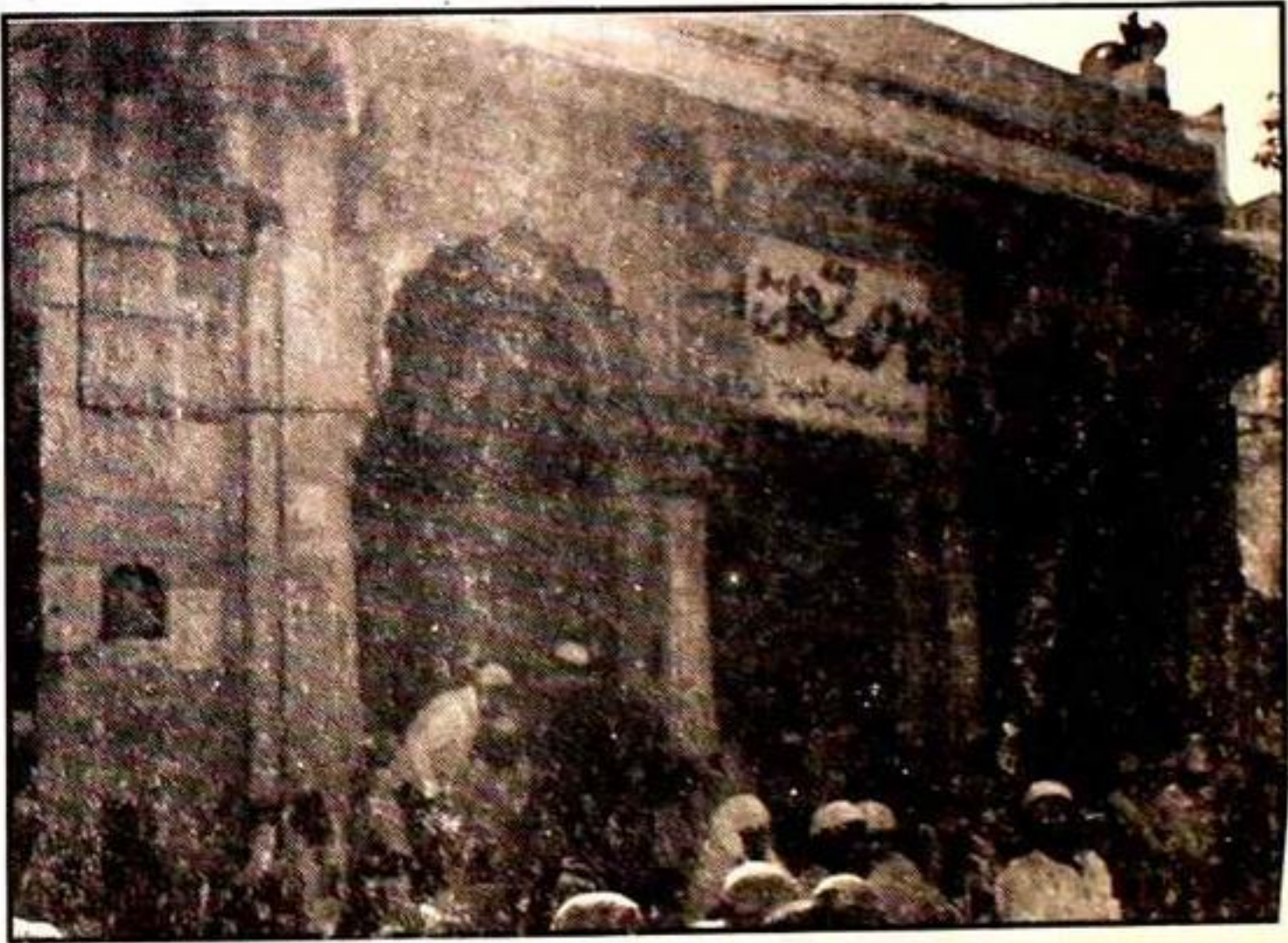
شاہی گھاٹ سے متصل روضہ منورہ کے بائیں جانب کرناٹکی دالان ہے۔ جو راجپوت مغل طرز تعمیر پر بنا ہے۔ اس کے تین در بجانب روضۂ منورہ ہیں جو سفید پتھروں کی خوبصورت عمارت ہے۔ یہ دالان نواب کرناٹک (المخاطب بہ امیر الہند) نے ۱۷۹۲ء میں بعہد شاہ عالم تعمیر کرایا تھا۔ داخلی محرابوں کے اوپر حسب ذیل اشعار کے کتبے لگے ہیں:

در حضور خواجۂ ہر دوسرا	آں معین الدین شہ شاہنشاہ
چوں امیر الہند کان عدل داد	بحر جود وآسمان اعتقاد
یعنی آں نواب والا مرتبت	نام والا جاہ عالی منزلت
کامراں ملک کرناٹک بود	بندۂ خاص خدا بیشک بود
آں خلوص نیت صدق عفیف	بر نہادہ کرسی جائے لطیف
تابیا سایند مردم اندریں	موجب برکات باشد بالیقیں

گفت چوں تعمیر والا جاہی است — ہم بتالیش موقف الٰہی است

سال تاریخش زول کردم طلب — وجد درخود کردول و اکرد لب

سال تاریخش بجودر ایں دُعا — باد دائم قائم ایں فرخ بنا

۱۲۰۷ھ۔(۱۷۹۲ء)

از جلوس شاہ پنج وی طلب — شد مرتب درمہ پاک رجب

(احسن السیر۔صفحہ ۴۶۔۴۷)

پردہ نشین خواتین کے عبادت خانے

روضۂ منورہ کے بائیں دروازے کے ہردو جانب کرناٹکی دالان کے سامنے دوسنگ مرمرمحراب بنے ہیں۔بحوالہ سیرالاولیا۔صفحہ ۲۷۶ پر مذکور ہے کہ ان میں سے جو مزار بی بی حافظہ جمال کے پائیں میں ہیں اس میں خواجہ معین خوردؒ،خواجہ قیام الدینؒ،اور بابریال کے

مزارات ہیں ۔مگر صاحب احسن السیر نے صفحہ ۴۷ پر ان مزارات میں شیخ بدہ مخاطب بہ سید الملک کے مزار کا اضافہ کیا ہے۔ (احسن السیر ۔صفحہ ۴۷)

دالان حاجی وزیر علی شاہ خادمِ درگاہ (1936 - 1941ء)
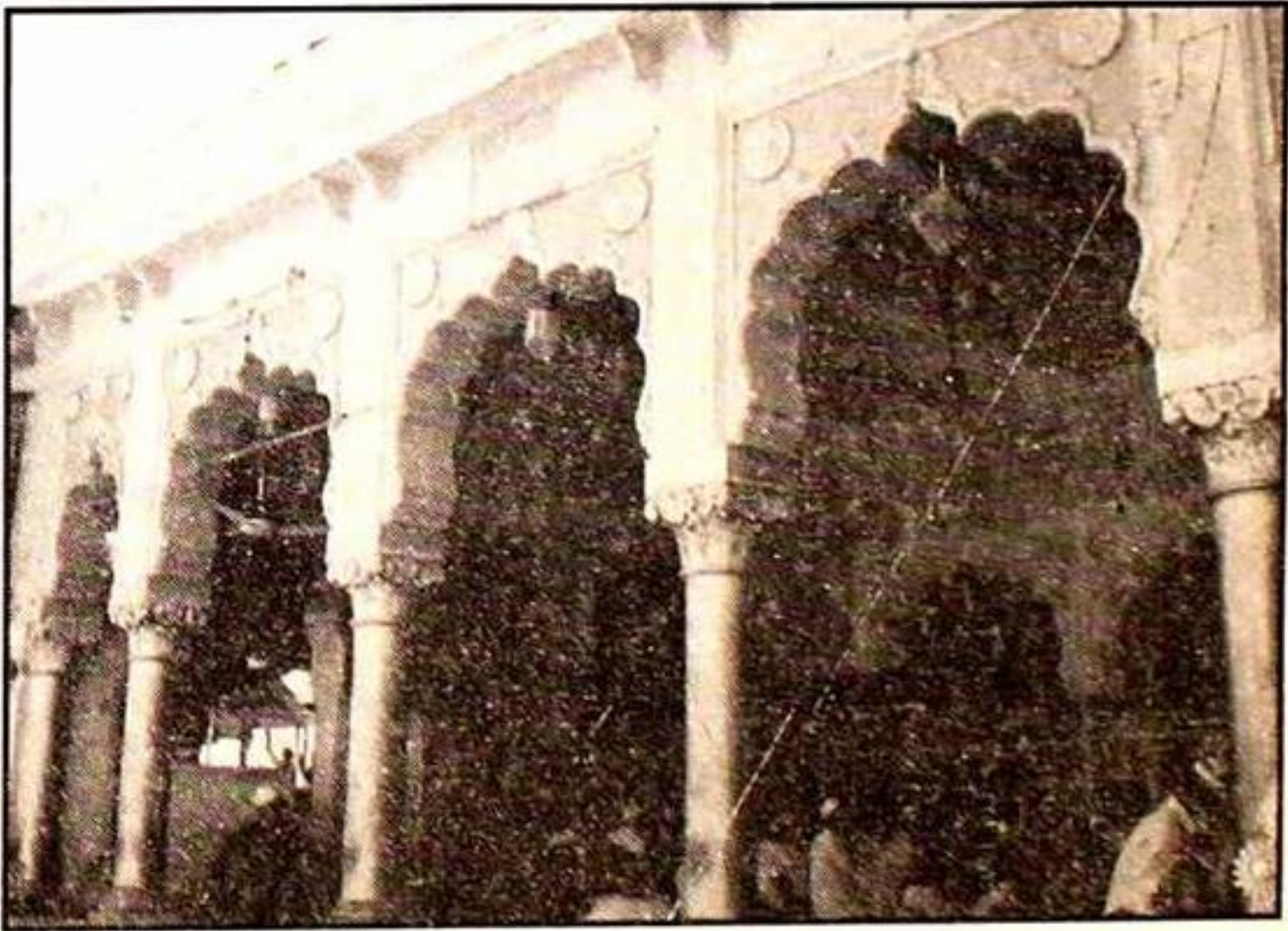
کرنا ٹکی دالان اور سبیل سے متصل یہ دو دالان شاہجہانی مہراب کے استعمال سے حاجی وزیر علی صاحب خادمِ درگاہ نے بنوائے تھے۔ان پر مندرجہ ذیل کتبہ لگا ہے:

”یہ عمارت بغرض آسائش زائرین حضرت خواجہ غریب نواز
بیادگار قبلہ حاجی سید مردان علی مرحوم، مغفور بصرفہ خاص خاک نشین
آستانہ عالیہ حاجی سید وزیر علی خادم حضرت خواجہ
تعمیر ہوئی جمادی الاول ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ء)“

مقبرہ شاہ قلی خاں (1599ء)
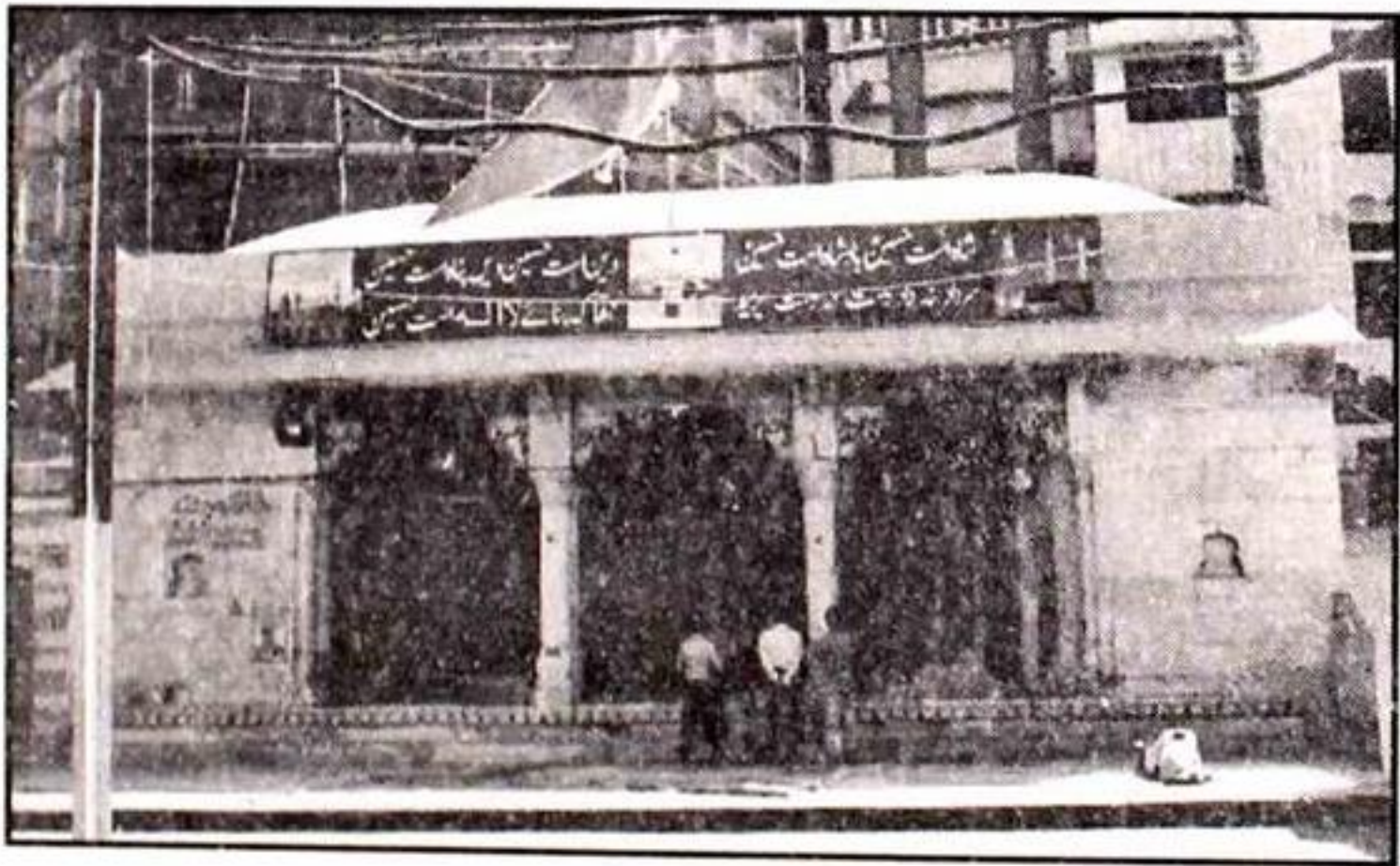
یہ مقبرہ باولی (جھالرہ) کے مشرق میں ہے جو سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور تین در کی ہے۔ چھت لداؤ کی ہے اور اس میں چند قبریں ہیں۔ ان کے تعویذ سنگ ابری وطلائی کے ہیں۔ غالباً انہی میں اکبر کے منصب دار شہباز خاں کا مزار ہے۔ یہاں محرم کی ۷رتاریخ کو تعزیہ رکھا جاتا تھا۔

اس مقبرہ کو محمد تقی بخشی جو شاہ قلی خان کے نام سے مشہور ہیں، نے بنوایا تھا۔ یہ عہد اکبری میں منصب سہ ہزاری پر مامور تھے مگر انھیں اس میں دفن ہونا نصیب نہ ہوا۔ بقول ''منتخب التواریخ شاہ قلی خان نے ۱۵۹۹ء میں بمقام آگرہ وفات پائی۔ عہد اکبری میں اجمیر کے صوبہ دار تھے۔ شہر اجمیر سے تقریباً ایک کوس کے فاصلہ پر بسمت مشرق لب سڑک ان کا ایک باغ بھی تھا جہاں انہیں دفن کیا گیا۔ اہل اجمیر اس مقام کو میر شاہ علی کہتے ہیں۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۴۷-۴۸)

سبیل خواجہ سنجری (1941ء)
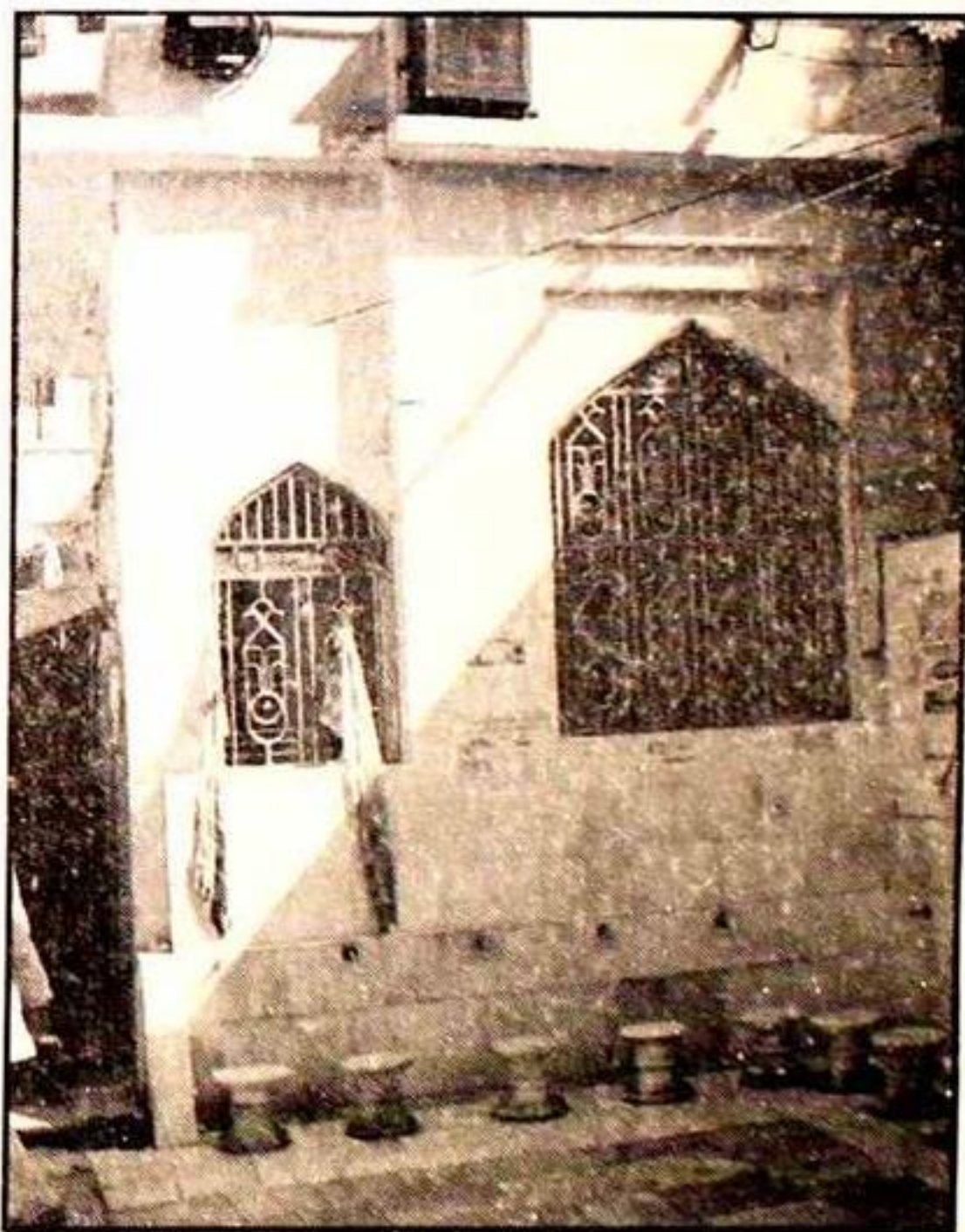
یہ سبیل حاجی وزیر علی صاحب مرحوم خادمِ درگاہ شریف نے تعمیر کرائی تھی۔اس پر درج ذیل عبارت کا کتبہ لگا ہے۔

''بیادگار برادر مکرم حافظ سید عبدالعزیز صاحب ودختر نور چشمی عائشہ بی بی غفر اللہ لھما بصرف خاص خاک نشین آستانہ عالیہ حاجی وزیر علی ربیع الاول ۱۳۶۰ھ بمطابق (۱۹۴۱ء) میں تعمیر ہوا۔''

اس سبیل سے متصل ''مرزایان مندسوری'' کا مزار ہے۔جو دولت راؤ سندھیا اور مادھوجی سندھیا کی طرف سے اجمیر کے حاکم تھے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۵۷)

چھتری دروازہ
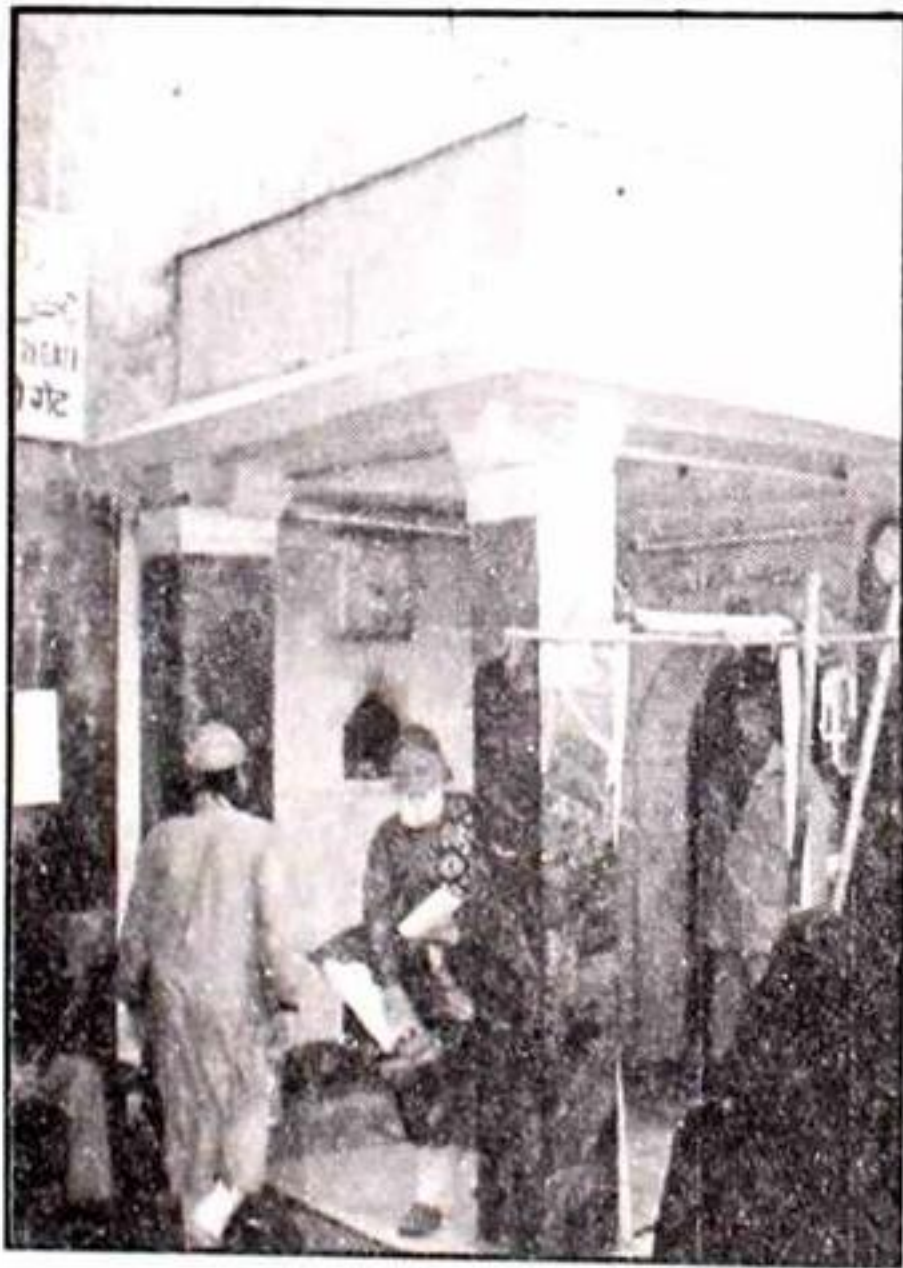
سبیل کے قریب درگاہ کا جنوبی دروازہ ہے۔ بیرونی زائرین کی زیادہ تر آمدورفت اسی دروازہ سے رہتی ہے۔ عشاء کی نماز سے تقریباً ایک گھنٹہ بعد یہ دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی کھڑکی کھلی رہتی ہے۔ غریب نواز کے عرس میں رات بھر کھلا رہتا ہے۔ اس دروازے سے متصل صحن میں شیخ میر کی قبر ہے جو امراء دارا شکوہ میں سے تھے۔ ۱۶۵۸ء میں عالمگیر کی فوج کے ہاتھ قلعہ تاراگڑھ پر شہید ہوئے تھے۔ ان سے متصل شاہ نواز خاں کی قبر ہے جو بہت بہادر تھے اور دارا شکوہ اور عالمگیر کی جنگ کے موقعہ پر دارا شکوہ کی فوج کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ ان دونوں کو عالمگیر بادشاہ نے یہاں دفن کرایا تھا۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۵۷۔۳۵۸)

حمیدیہ دالان
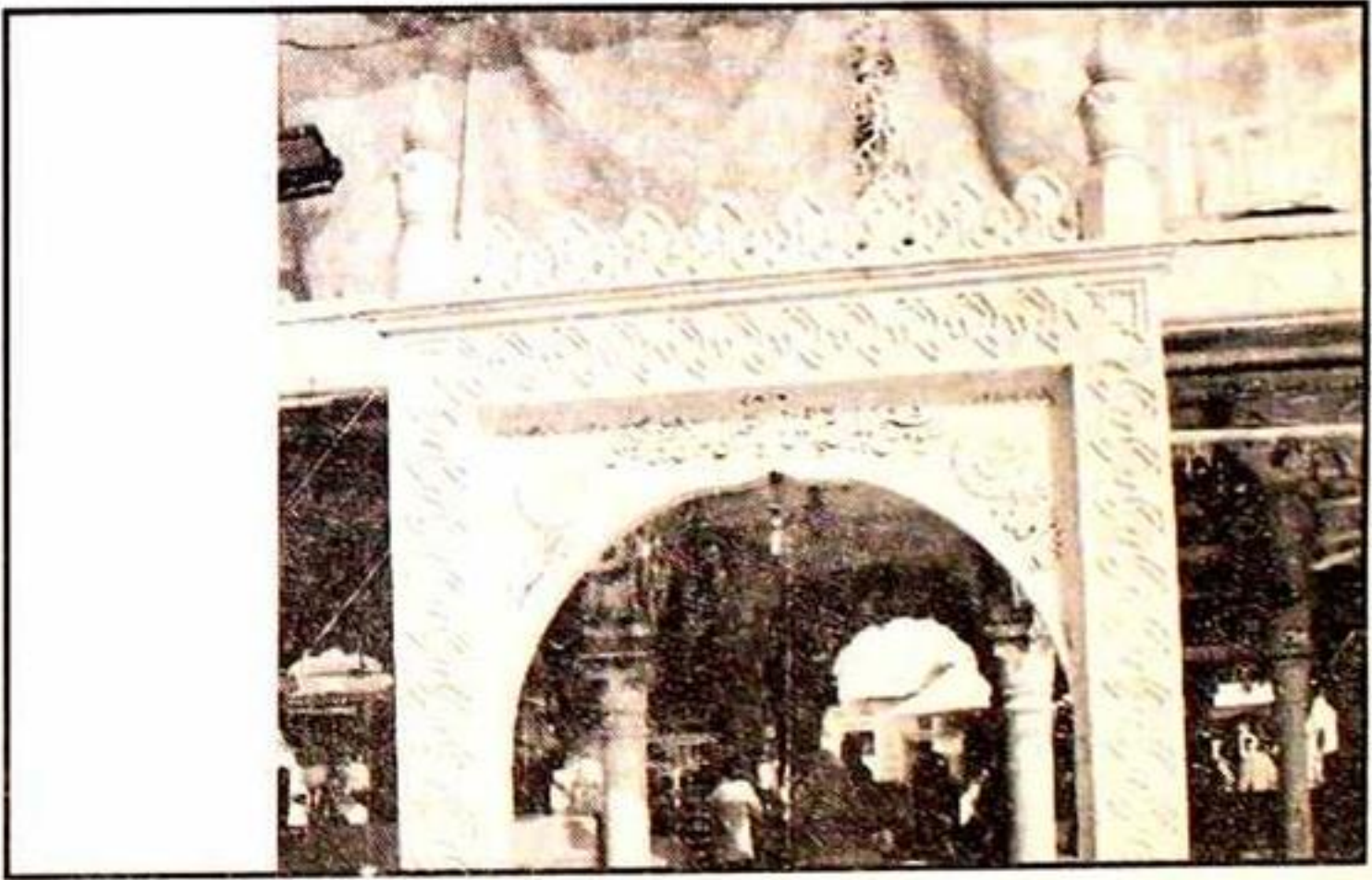
بیگمی دالان اور کھڑکی دروازہ کے درمیانی حصہ میں یہ دالان سید عبدالحمید صاحب خادم درگاہ نے ۱۹۴۲ء میں زائرین کی آسائش کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی تیاری میں تقریباً پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوئے تھے۔ عرس کے ایام میں زائرین یہاں ٹھہرتے ہیں۔ محفل پنجشنبہ کے موقعہ پر یہاں عورتیں بیٹھتی ہیں۔ حسب ذیل تاریخ اس پر کندہ ہے۔

سلامٌ باقیٌ غنیٌ مجید
۱۳۶۱ھ۔ (۱۹۴۲ء)

تعمیر دالان کا کتبہ حسب ذیل ہے۔

وہ ہیں خادم خواجۂ چشتیاں — انھیں لوگ کہتے ہیں عبدالحمید
یہ دیکھا کہ بارش میں اور دھوپ میں — غریبوں کو ہوتی ہے زحمت شدید
نظر آگئی راہ نیکی صحیح — کہ تیار کی یہ عمارت جدید
کچھ ایسے ہی کام اور انجام دیں — کہ حاصل ہو لوگوں کو راحت مزید

لکھا سال تاریخ باسردیں وسیع عظیم لطیف مجید

نظام سقہ (ہمایوں بادشاہ کے بھشتی) کی قبر
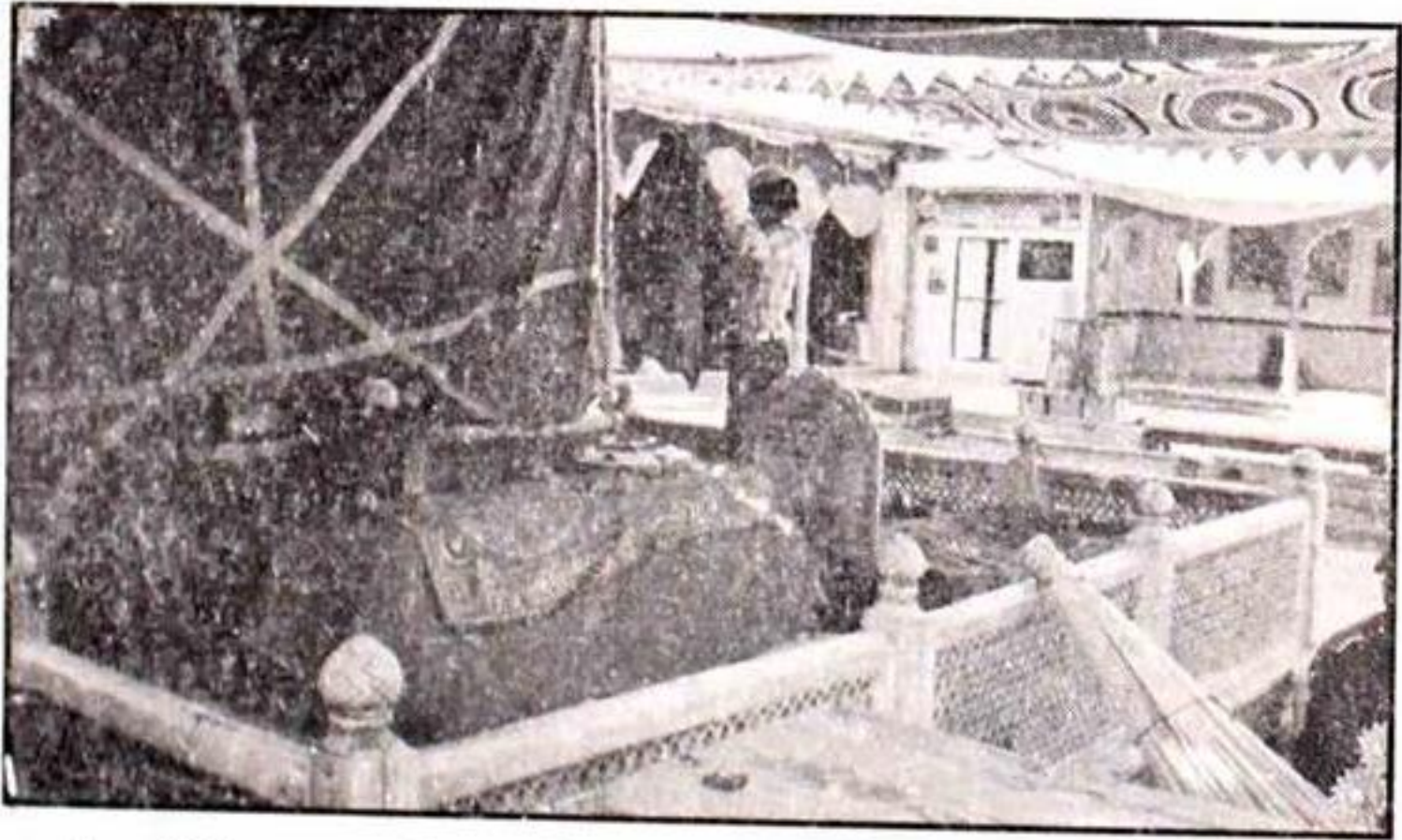
یہ قبر باب شیخ عبدالقادر جیلانی کے قریب ہے۔ سنگ مرمر کے چبوترے کے گرد جالی دار کٹہرا بنا ہے اور قبر کی تعویذ پر منبت گل بوٹے بیل پتے کندہ ہیں۔ جن میں عمدہ قسم کی پچکاری کی گئی ہے۔ شاہان مغلیہ کے زمانہ میں اس مزار پر خوبصورت شامیانہ لگا رہتا تھا۔ جب عالمگیر بادشاہ درگاہ شریف میں حاضر ہوا تو اس نے اس قبر کو حضرت خواجہ کا مزار سمجھا اور اسے دھوکا ہوا ۔''لوگوں نے یہ عرض کیا کہ یہ قبر تو نظام سقہ کی ہے''۔ یہ سن کر عالمگیر بادشاہ نے کہا ''شمع پیش آفتاب پرتو ندارد'' اس نے وہ سب آرائش جو اس قبر پر تھی توڑوادی۔ (احسن السیر صفحہ ۵۶-۵۷)

یہ وہ ہی نظام سقہ ہے جس نے چوسا (بکسر) کے پاس شیر شاہ سوری کے فوج کے حملے میں گنگا پار کرتے وقت ہمایوں بادشاہ کی جان بچائی تھی اور ہمایوں نے اس صلہ میں اسے ایک دن کا بادشاہ بنا دیا تھا جس نے چمڑے کا سکہ چلایا تھا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ نظام سقہ کا مزار آگرہ میں ہے۔

اولیا مسجد
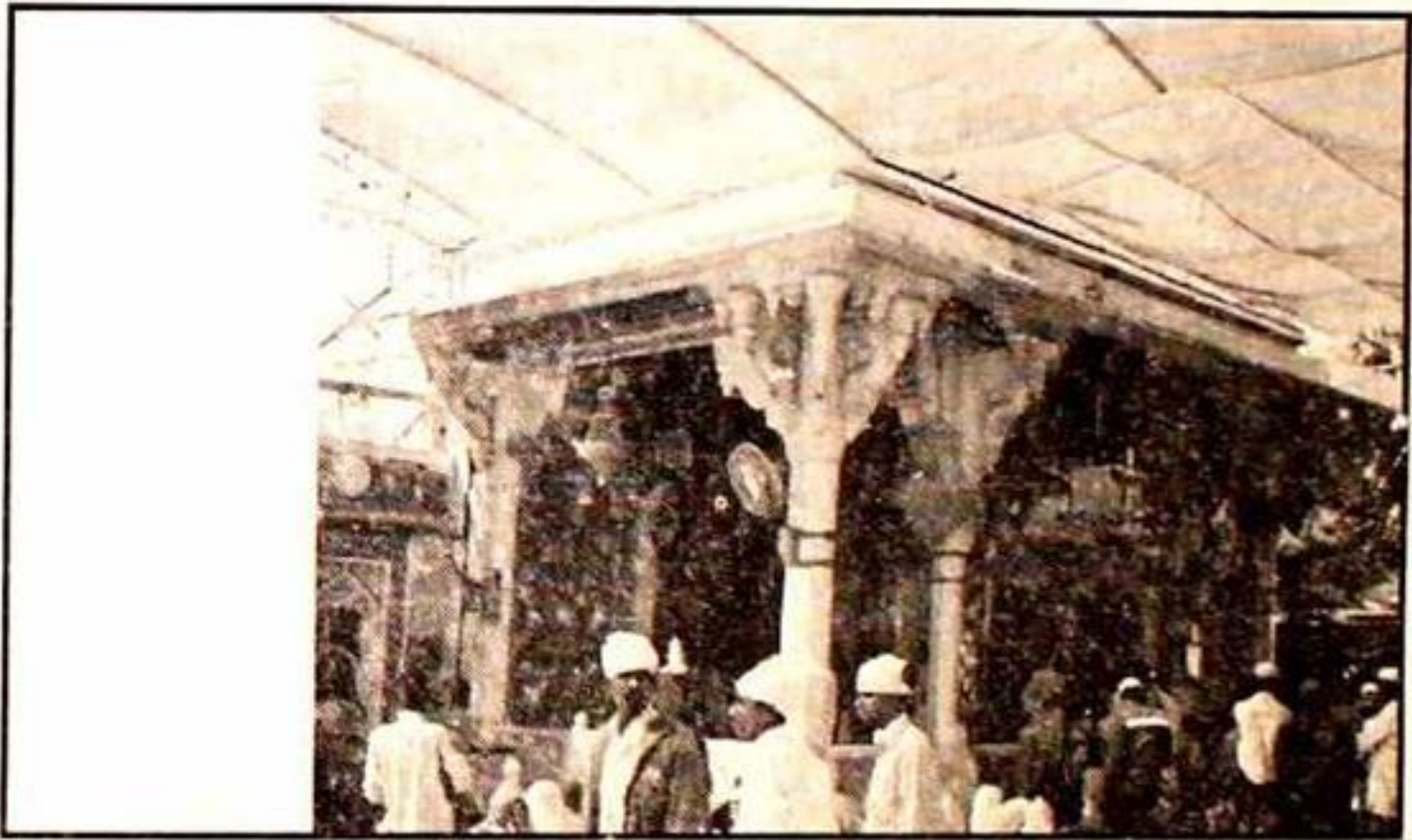
پہلے یہ قلندری مسجد تھی۔صوبہ بہار کے عقیدتمند سیٹھ محمد بخش صاحب نے اس پر تین در کی سنگ مرمر کی بیش قیمت عمارت تیار کرائی تھی۔بحوالہ احسن السیر چونکہ غریب نواز اس مقام پر نماز پڑھا کرتے تھے اس لئے عقیدتمند اس میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر تصور کرتے ہیں۔ (احسن السیر۔صفحہ ۵۶۔۵۷)

احاطہ سنگ سفید

مسجد صندل خانہ کے درمیانی صحن کے سامنے مشرقی جانب سفید پتھروں کا ایک احاطہ ہے۔اس میں شیخ تاج الدین بایزید بزرگ اوران کے اقرباوازواج کے مزارات ہیں۔

(معین الاولیا۔صفحہ ۲۷۵۔۲۷۶)

گنبد شریف کے صحن میں داخل ہونے کے لیے تین جانب سے تین دروازہ تعمیر کیے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں
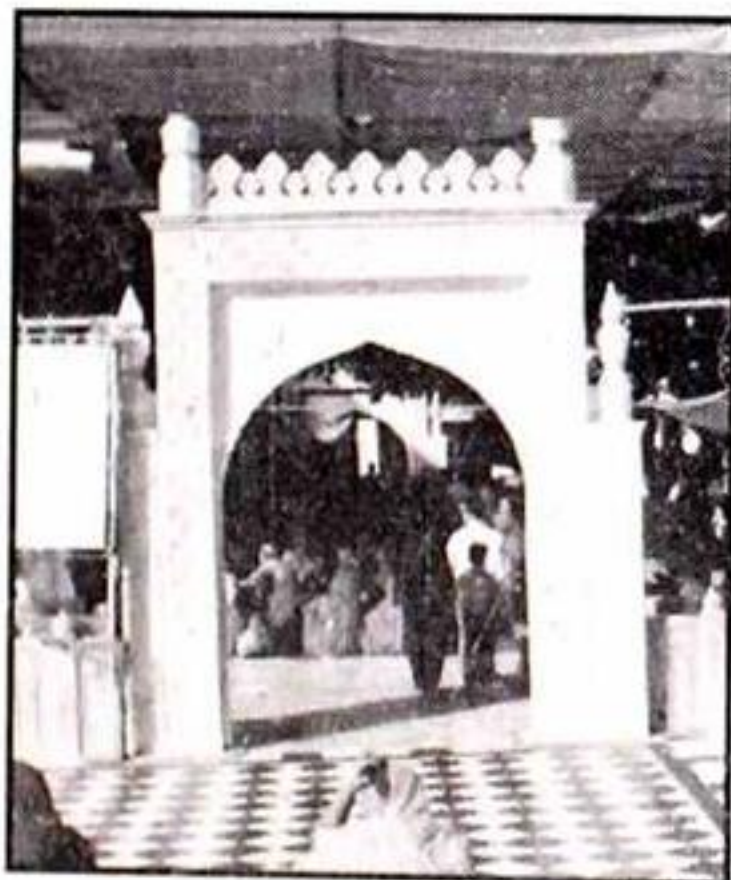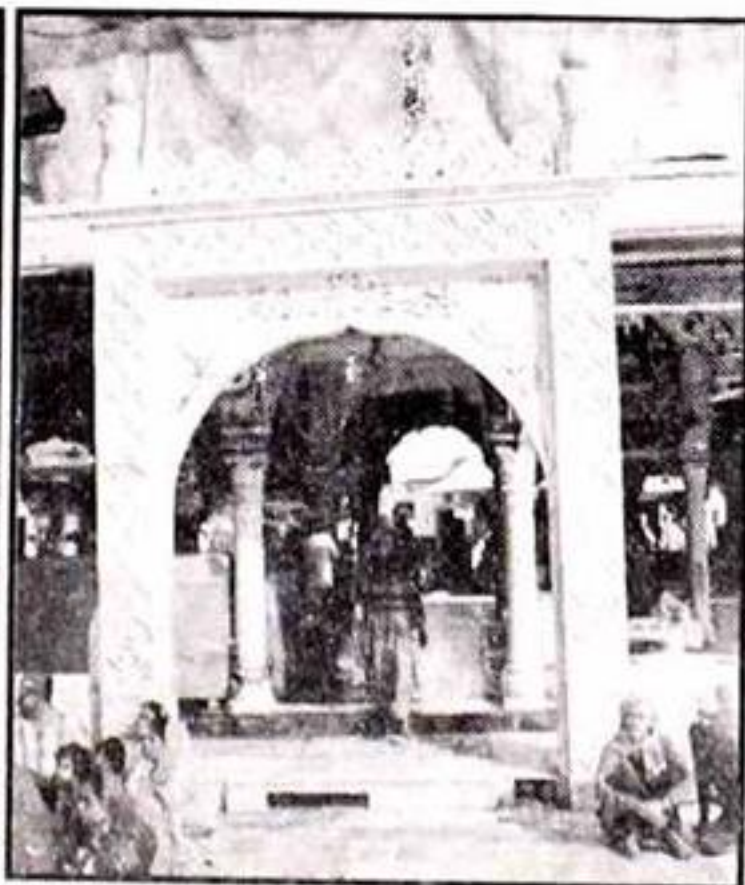
باب شیخ فخرالدین
مشرقی جانب کا دروازہ

باب سنجر
جنوب دروازہ

جہاں آرابیگم کا (بیگمی دالان۔ 1643ء)
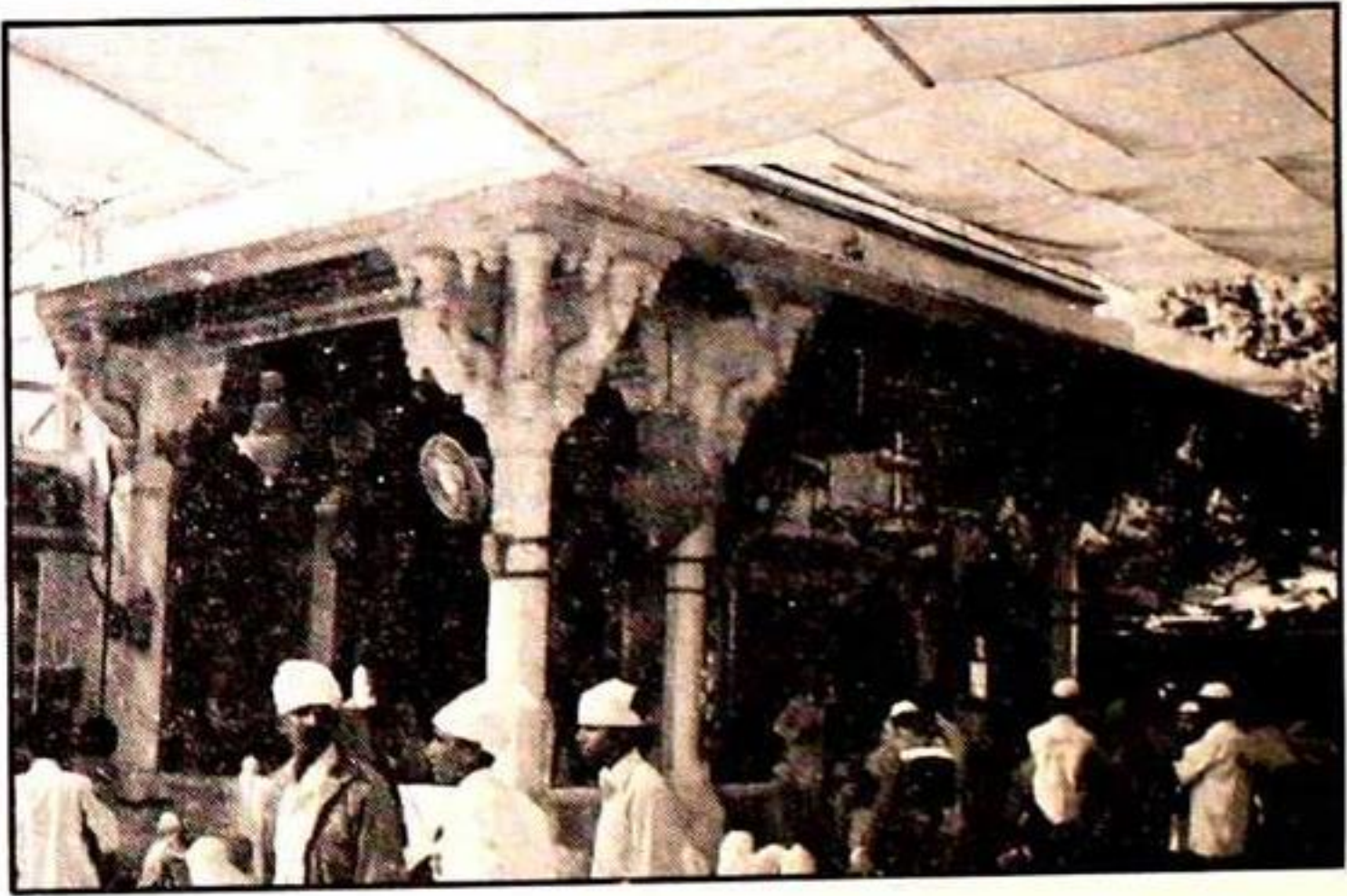
گنبد شریف کے مشرقی دروازہ کے آگے یہ دالان جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں نے ۱۶۴۳ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اس کی چھت وستون سنگ مرمر کے ہیں جو مغل راجپوت طرز تعمیر پر بنا ہے اور اس کا فرش سنگ افشاں ابری اور طلائی کا ہے۔ ۱۸۸۸ء میں اس کی دیواروں اور ستونوں پر نواب مشتاق علی خان (۱۸۸۷۔۱۸۸۹ء) والیِ رامپور نے سنہری کام کرایا اور چھت میں جھاڑ فانوس آویزاں کرایا۔ اس کی چھت کی ایک پٹی چیخ گئی تھی، ٹوٹ کر گر جانے کا اندیشہ تھا لہذا ۱۹۴۳ء میں نواب غلام کبریا رئیس (جل پائی گوڑی۔ بنگال) نے اس پٹی کو بدلوادیا۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۴۳۔۴۴) (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۹۱)

عہد جہانگیر کی تصویر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں بیگمی دالان کی جگہ لکڑی کا کٹہرہ تھا۔ دالان کے سامنے دور تک سنگ مرمر کے فرش کا ایک وسیع صحن ہے اور اس کے گرد سنگین کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ یہاں ایک کھرنی کا پرانا درخت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ درخت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے ۱۳۸۳ء میں اجمیر حاضر ہونے کے وقت نصب کیا تھا۔ مشہور ہے کہ اس کی چھال اگر پانی میں پیس کر اس شخص کو پلائیں جسے سانپ نے ڈس لیا ہو تو اچھا ہو جاتا ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۵۹۔۳۶۰)

حجرہ توشہ خانہ

بیگمی دالان سے گنبد شریف میں داخل ہوتے ہی پہلے ایک خوبصورت شاندار دروازہ آتا ہے۔اس دروازے سے گزر کر دائیں اور بائیں جانب حجرے ہیں۔اس میں روضۂ منورہ کی ضروریات کی چیزیں رکھی رہتی ہیں۔شمالی توشہ خانہ میں روزانہ کے استعمال کی چادریں اور دیگر سامان رہتا ہے۔جنوبی توشہ خانہ میں قیمتی سامان رہتا ہے۔شاہجہاں بادشاہ کا فرمان بھی اسی میں بند ہے۔اس میں سات تالے لگے رہتے ہیں۔ان ساتوں کی کنجیاں سات خدام صاحبان کے پاس رہتی ہیں۔

صاحب احسن السیر نے صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے کہ ان دو حجروں میں خواجہ فخر الدین گردیزی خادمِ درگاہ اوران کی اہلیہ کے مزارات ہیں۔لیکن بروایت زبانی خواجہ فخر الدین گردیزی کا مزار ترپولیہ دروازہ کے متصل ایک تکیہ میں تھا جو منہدم ہو گیا اور وہاں عمارات تعمیر ہوگئی ہیں۔

احسن السیر کے صفحہ ۳۹ پر بیان ہے کہ اس حجرے کے دروازہ میں چتوڑ کی فتح کے بعد اکبر بادشاہ کی لائی ہوئی جوڑی چڑھی ہے۔اس پر یہ شعر کندہ ہے جو بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

بحق اَشھدُ ان لاالہ الا اللہ ۔۔۔ رکھے ہمیشہ تیری تیغ کا رکفر تباہ

اسی دروازے سے آگے دوسرے دروازہ پر یہ اشعار مرقوم ہیں۔

بیا کہ کعبہ اہل دل است خواجہ معینؒ ۔۔۔ طواف مرقد اوی کنند شاہ گدا

زراہ صدق در آور مقام خواجہ معینؒ ۔۔۔ کہ ہمت روضۂ پاکش چو جنت الماوٰی

۱۸۲۴ء میں نواب فیض اللہ خاں بنگش مرحوم رئیس فرخ آباد نے باہر والے دروازہ پر کیواڑوں کی جوڑی چڑھائی تھی۔ اس پر حسب ذیل کتبہ کندہ ہے: (احسن السیر۔ صفحہ ۳۹)

خان فیض اللہ بنگش کہ نگاہش عالی است　　ساخت دروازہ معین جاوید
چونکہ درگاہ معین است چو خورشید بلند　　سال تاریخ شدہ باب طلوع خورشید
۱۲۴۰ھ۔(۱۸۲۴ء)

خواجہ غریب نواز کا روضۂ منورہ (1469ء)
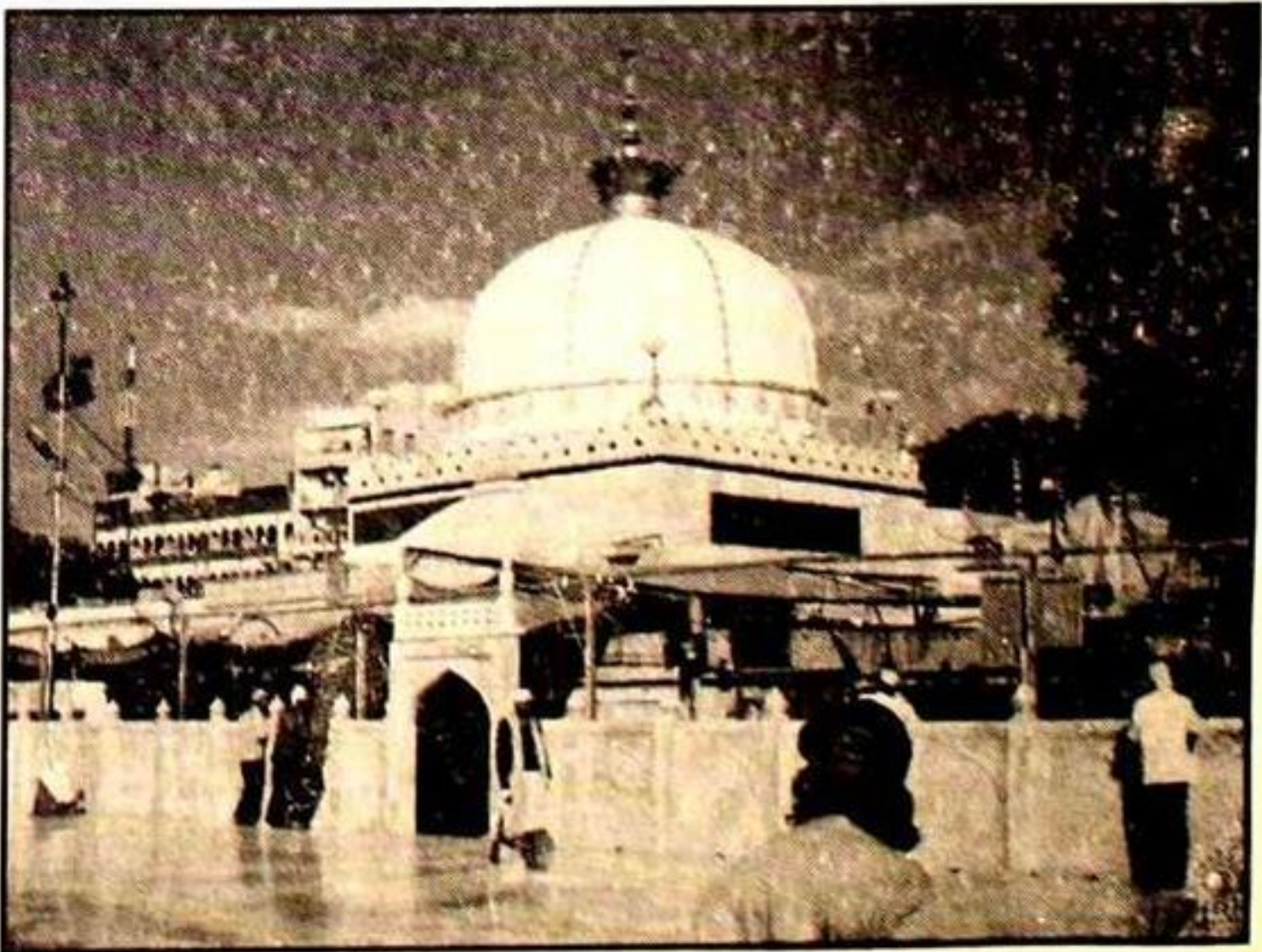
روضۂ منورہ کا گنبد
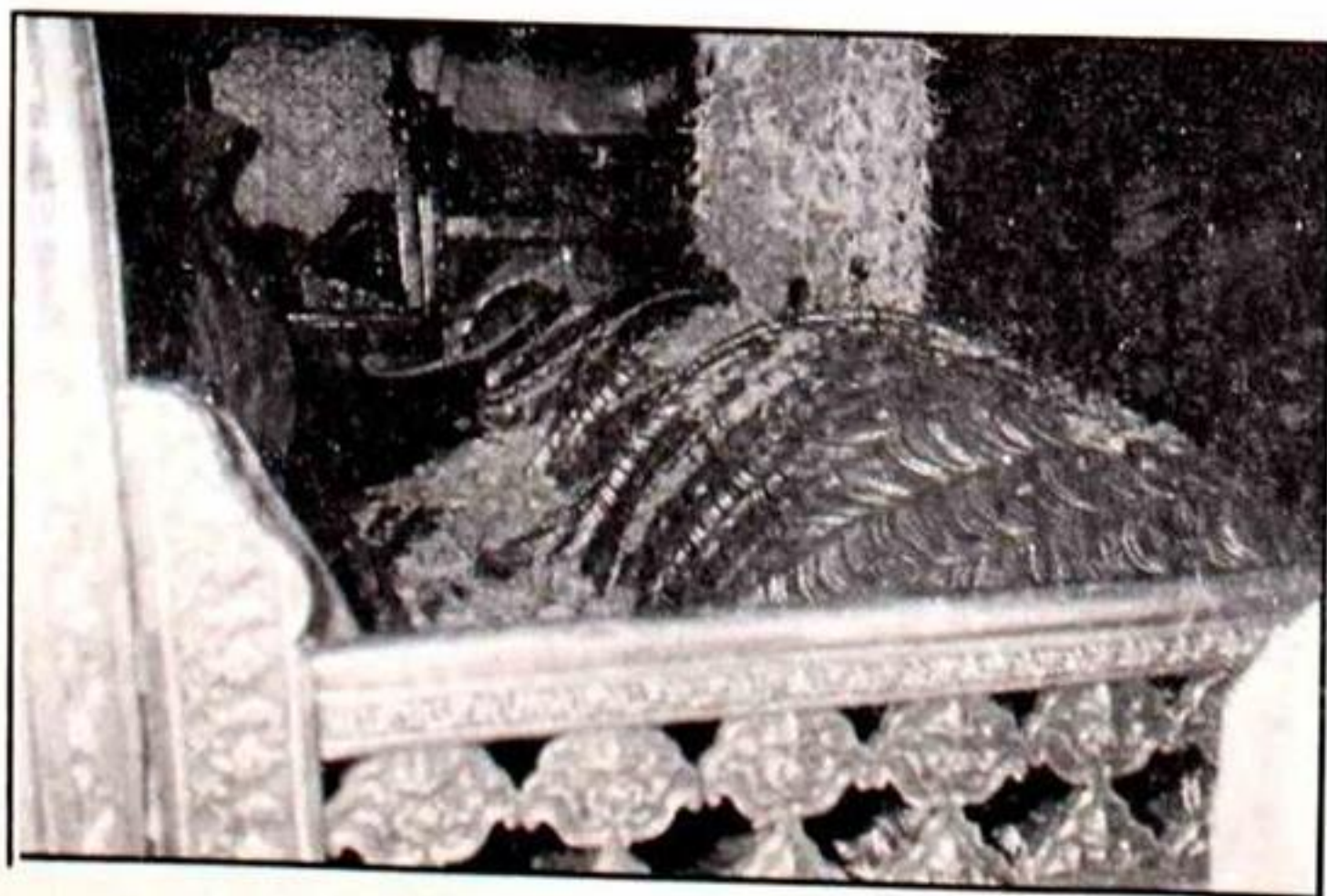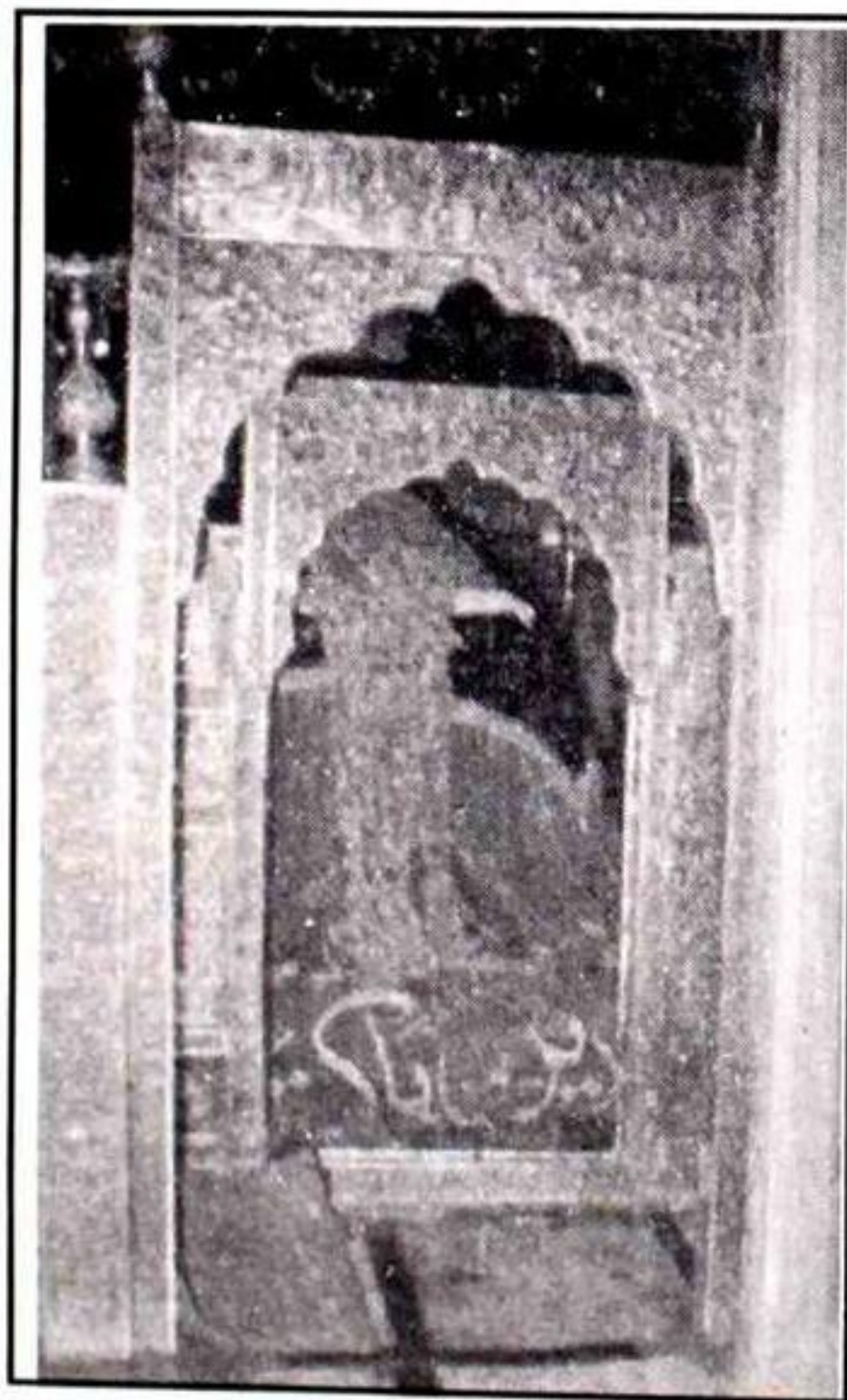
بیگمی دالان کے ساتھ روضۂ منورہ کا گنبد

خواجہ حسین ناگوریؒ نے برسوں حضرت خواجہ کی مجاورت کی ہے۔ یہ صوفی حمید الدینؒ ناگوری کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے زمانے میں حضرت خواجہ کا مزار اقدس خام تھا اور مزار شریف پر عمارت نہ تھی۔ (معین الاولیا۔ صفحہ ۳۔۷۔۲۷۷ و احسن السیر۔ صفحہ ۳۴۔۳۷)

سلطان غیاث الدین خلجی (سلطان مالوا) خواجہ حسینؒ ناگوری کو بڑے عقیدت سے بلایا کرتا تھا مگر آپ شاہانہ صحبت سے گریز کرتے تھے۔ لیکن سرور عالم کے موئے مبارک کی زیارت کرنے کے غرض سے آپ سلطان کے پاس تشریف لے گئے۔ سلطان نے آپ کو تحائف پیش کئے مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ لیکن آپ کے صاحبزادے کے دل میں لینے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ ''اگر یہ لیتے ہو تو لازم ہے اس مال سے خواجہ بزرگ اجمیری اور اپنے جد صوفی حمید الدین ناگوریؒ کے مزارات کو تعمیر کراؤ۔'' چنانچہ اس رقم سے حضرت خواجہ بزرگ کے کچے مزار پر گنبد تعمیر کرائی گئی۔ (کتاب ''غریب نواز'' صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲ مرتبہ بشر احمد خاں لاہوری)

گنبد شریف کا اندرونی حصہ پتھر کا ہے۔ جس میں چونے کی پوتائی کی گئی ہے۔ بالائی

حصہ اینٹوں سے تیار کیا گیا ہے۔اس سفید گنبد پر سنہری تاجدار کلس لگا ہوا ہے۔یہ کلس نواب حیدر علی خاں برادر کلب علی خاں والیِ رامپور نے نصب کرایا تھا۔کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے ایک عالم نام کے بنجارے نے بھی گنبد شریف پر سوا من سونے کا کلس چڑھایا تھا۔گنبد شریف کی دیواروں پر سنہری کلیساں ہیں۔

گنبد کے اندرونی حصہ میں سنہری لاجوردی کا کام کیا گیا ہے۔یہ نواب مشتاق علی خاں (۱۸۸۷۔۱۸۸۹ء) والیِ رامپور نے کرایا تھا۔چھت میں کاشانی مخمل زرین چھت گیر لگی ہوئی ہے۔اس کے اندر طلائی زنجیروں میں سنہری گولے لٹک رہے ہیں۔اس کا سونا شاہجہاں کے زمانہ کا عمدہ سونا بتایا جاتا ہے۔

درگاہ کے اندر قبہ شریف کی دیواروں پر کئے گئے نقش ونگار خواجہ حسین ناگوری کی عقیدت کا نتیجہ ہے۔مغربی دیوار میں سنگ مرمر کی جالی پر ذیل کتبہ مرقوم ہے:

از پۓ تاریخ نقش گنبد خواجہ معین گفت ہاتف گو معظم قبۂ عرش بریں
۹۳۹ھ۔(۱۵۲۳ء)

گنبد شریف کے اندر آبِ زر سے ذیل کتبہ مرقوم ہے:

"خواجہ خواجگاں معین الدین" اشرف اولیائے روئے زمیں
آفتاب سپہر کون ومکاں بادشاہ سریر ملک یقیں
در جمال وکمال روچہ سخن ایں مبیں بود تجسن وحسین
مطلع در صفات اوگفتم در عبادت بود چو در یمیں
اے درت قبلہ گاہِ اہلِ یقیں بردرت مہر وماہ سود جبیں
روئے بردر گہت ہمیں سایند صد ہزاراں ملک چو خسرو چیں
خادمانِ درت ہمہ رضواں در صفات روضات چو خلد بریں

ذرّہ خاک او عبیر سرشت قطرۂ آب او چوماء معین
جانشین معین " خواجہ حسینؒ بہر نقاشیش بگفت چنیں
کئے شود رنگ تازہ کہنہ زنو قبلۂ خواجۂ معین الدین
الٰہی تابود خورشید وماہی چراغ چشتیاں را روشنائی

جھانگیری چھپر کھٹ (1616ء)

مزار شریف کے اوپر صندل کا بنا سیپ کا کام کیا ہوا چھپر کھٹ جہانگیر نے لگوایا تھا مگر کلکتہ کے میمن سوداگر سیٹھ حاجی محمد صاحب نے پچاس ہزار روپیہ کے خرچ کر نقرئی پتر چڑھوایا، اس کے چاروں کونوں پر چار برجیاں معہ کلس بنی ہیں۔ اس پر سنگ طلائی ،فیروزہ ،ابری ،یشب اور لہسنیہ وغیرہ کی پچکاری کی گئی ہے۔ مزار اقدس کے تعویذ میں یاقوت رمانی جڑا ہوا ہے۔ قبر چادر سے ڈھکی رہتی ہے۔ قبر پوش پر پھولوں کی سیج اور بکثرت پھول رہتے ہیں۔

چھپر کھٹ کے بیچ میں سنہری کٹہرہ نصب تھا۔ یہ شہنشاہ جہانگیر نے بنوا کر نذر کیا تھا۔ جہانگیر نے اس کے متعلق تزک جہاں گیری میں لکھا ہے کہ "بعض مرادیں برآنے پر ۱۶۱۶ء میں میں نے مجر طلائی جالیدار مرقد خواجہ بزرگ پر نذر کیا۔ یہ مجر ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کی لاگت سے بتاریخ ۲۷ رجب المرجب ۱۶۱۶ء کو تیار ہوا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے لیجا کر روضۂ اقدس پر نصب کر دیں" مگر یہ کٹہرہ اب موجود نہیں ہے بلکہ دوسرا نقرئی مجر موجود ہے۔ اس کی مرمت راجہ جے سنگھ سوائی (جے پور) نے کرائی تھی۔ اس کا وزن بیالیس ہزار نو سو اکسٹھ تولہ تین ماشہ تھا۔ مگر موجودہ دونوں کٹہرے جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں کے بنوائے ہوئے ہیں۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۳۷۔۳۸)

گنبد شریف کے اندر زردوزی کے شامیانے ہیں۔ان میں سے ایک نواب کلب علی خاں (۱۸۶۵۔۱۸۸۷ء) والیِ رامپور اور دوسرا نواب ابرہیم خاں والیِ ریاست ٹونک کا نذر کردہ ہے۔مزار شریف کے غرب میں محراب کے اندر زمانہ قدیم کا خوشخط قلمی قرآن مجید سفید نقری صندوق میں بلندی پر رکھا ہوا ہے۔زائرین اس کو بوسہ دیتے ہیں۔عرس شریف کے ایام میں اُسے یہاں سے اٹھالیا جاتا ہے۔درگاہ کے اندر چاندی کا صندوق اور چوکی نظام حیدر آباد کی نذر کردہ ہیں۔ (کتاب غریب نواز۔صفحہ ۱۴۴۔۱۴۵مرتبہ شراحمد لاہوری)

محجر بی بی حافظہ جمال

خواجہ غریب نواز کے روضۂ منورہ کی جنوبی دیوار کے پائیں جانب تین دروازے

ہیں۔جن میں درمیانی دروازہ دن بھر کھلا رہتا ہے۔ باقی دو دروازے خاص موقع پر کھولے جاتے ہیں۔اس دروازے کے آگے سنگ مرمر کے ستونوں پر چھتری بنی ہوئی ہے۔چھتری سے متصل روضۂ منورہ کی جنوبی دیوار سے ملحق حجرہ ہے جس میں حضرت خواجہ کی صاحبزادی بی بی حافظہ جمال کا مزار ہے۔ غالباً یہ حجرہ حضرت خواجہ غریب نواز کے روضہ کے ساتھ تعمیر ہوا تھا۔مزار کے تعویذ میں سنگ ابری، طلائی، لہسینہ اور فیروزہ وغیرہ سے پچکاری کی گئی ہے۔متصل مزار دو چھوٹی چھوٹی قبریں ہیں ۔یہ دونوں بی بی صاحبہ کے صاحبزادوں کے مزارات ہیں۔ (احسن السیر ۔صفحہ ۴۱۔۴۲)

محجر حورالنساء (عرف چمنی بیگم)
بنت شاہجہاں بادشاہ (1616ء)
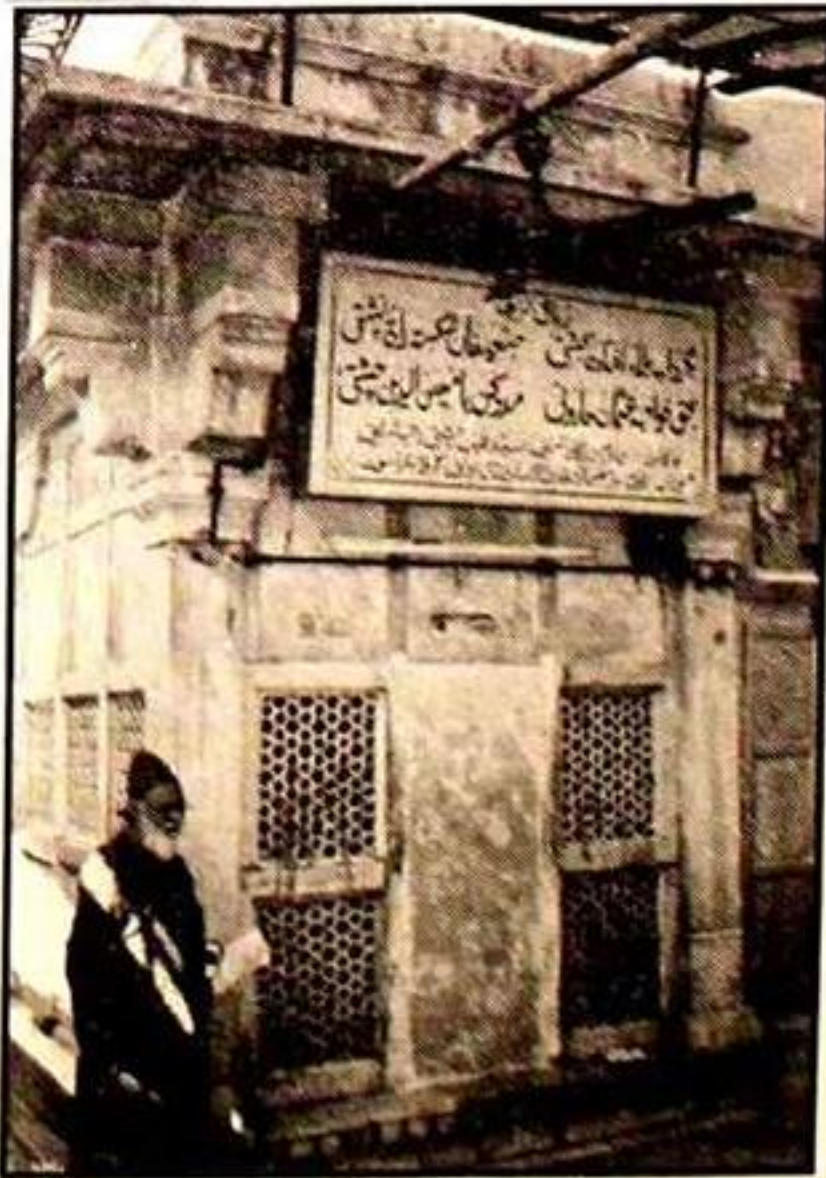
یہ حجرہ خواجہ غریب نواز کے روضۂ شریف کے مغرب میں واقع ہے۔صاحب احسن السیر نے صفحہ ۴۲ پر بحوالہ تزک جہاں گیری لکھا ہے کہ" بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۹ جمادی

الاول ۱۶۱۶ء میں حور النساء بنت شاہجہاں نے وفات پائی۔ روضۂ شریف کی دیوار سے ملحق دفن کی گئی۔ جہانگیر اس پوتی کو بہت عزیز رکھتا تھا"۔ یہ مختصر مقبرہ (مجر) سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اس کے کیواڑ بھی سنگ مرمر کے تھے۔ عوام اس کے اندر پیسے کوڑیاں پھینکا کرتے تھے۔ اس سے لوح کے ٹوٹنے کا اندیشہ تھا۔ جس وجہ سے اس کا دروازہ ہٹا دیا گیا، کہا جاتا ہے کہ قبر کے تعویذ پر ایک بیش بہا عقیق یمنی کی تختی آویزاں تھی۔ (احسن السیر۔ صفحہ۴۲)

احاطہ نور

خواجہ غریب نواز کے قبہ مبارک کے جنوب و مغرب میں سنگ مرمر کا خوشنما احاطہ ہے۔ اس احاطہ سے صحن میں آنے کے لئے دو دروازے ہیں۔ ایک قبہ شریف کے جنوب میں ہے، یہ پائیں دروازہ کہلاتا ہے۔ دوسرا جنتی دروازہ ہے ان دروازوں پر سنہری کلیساں ہیں۔ اس احاطہ میں لوگ قرآن خوانی کیا کرتے ہیں۔ (احسن السیر۔ صفحہ۴۲۔۴۳)

شاہی مسجد (خلجی مسجد۔1484ء)
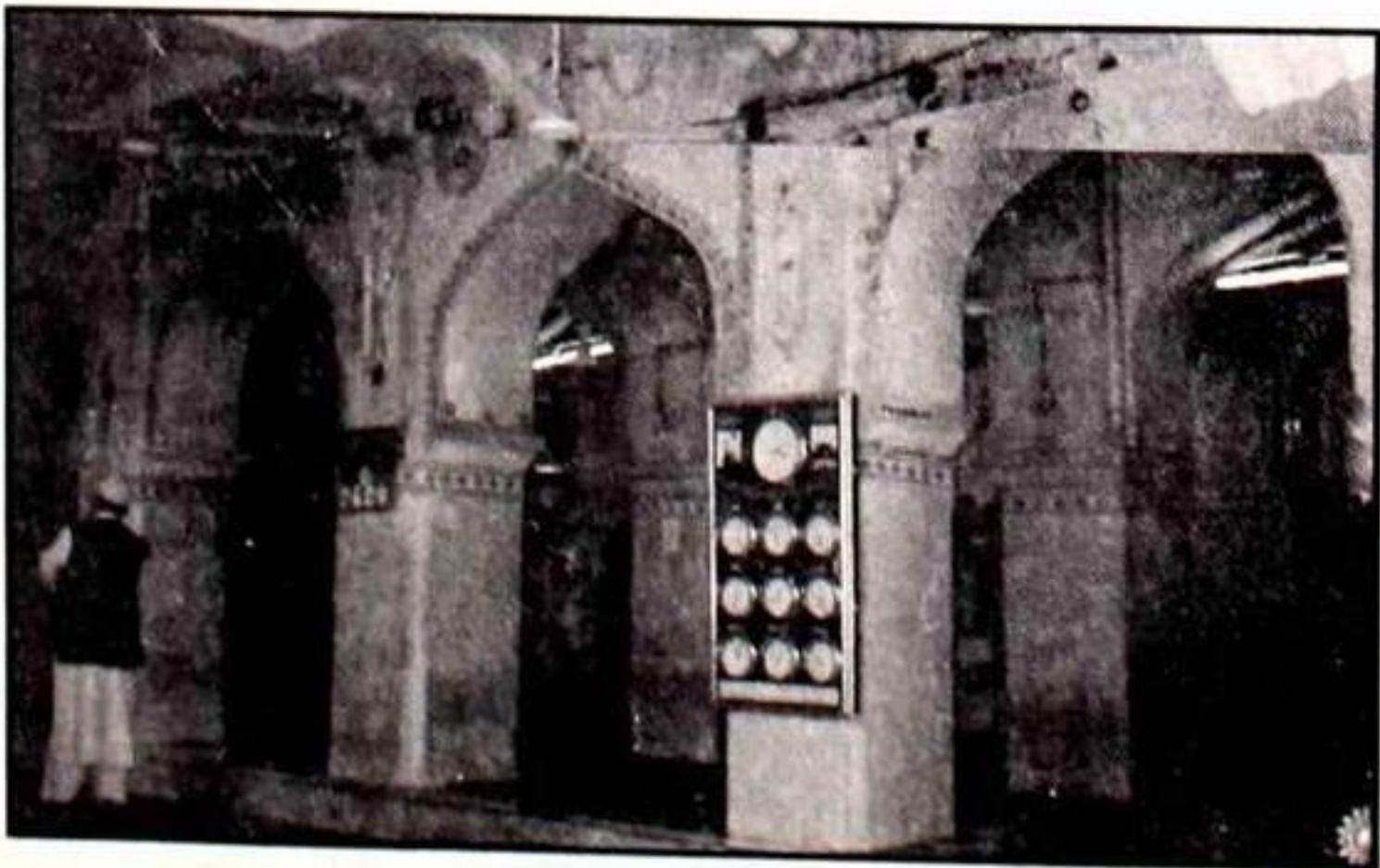
سلطان محمود خلجی المعروف بہ سلطان مانڈو نے جب قلعہ اجمیر فتح کر لیا تو اس وقت بطور شکرانہ سلطان نے روضۂ منورہ کے سرہانے کی طرف یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔ (احسن السیر۔ صفحہ۴۸۔۴۹)

بقول کتاب "غریب نواز" صفحہ ۱۳۴ پر لکھا ہے کہ اس مسجد کے تین در تھے۔ جہانگیر بادشاہ نے اس میں چار در بڑھا کر تعمیر نو کرائی۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے اپنے عہد حکومت میں اس کی تعمیر کرائی۔ اس لئے اس مسجد کو تینوں بادشاہوں کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے چونکہ مزار شریف کے اترے ہوئے پھول یہاں رکھے جاتے ہیں اس لئے اسے مسجد پھول خانہ بھی کہتے ہیں اور حضرت خواجہ کے مزار اقدس کے لئے یہاں صندل گھسا جاتا ہے اس لئے اسے مسجد صندل خانہ بھی کہتے ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں نواب محمد اسحاق خان صاحب (جہاں گیر آباد) نے اس مسجد کی مرمت کرائی۔ حسب ذیل کتبہ لگا ہے جو بیرونی دروں پر مرقوم ہے (کتاب غریب نواز۔ صفحہ ۳۴۔۳۵)

مہر وماہ از صفائے او درماند	ساخت صافی درے چوں ایں مسجد
سال صوری ومعنوی برخواند	ابراز بمصرعۂ پۓ تاریخ
عیسوی را بشر لفظ فشاند	ہجری اندر عریضۂ معنی
اللہ اللہ بست مرتبہ خواند	بہ تعجب زفکر من ہاتف

۱۳۲۰ھ۔(۱۹۰۲)

درگاہ کا چوتھا احاطہ (سولہ کھمبا)

شاہجہانی مسجد کے شمالی دیوار کی طرف باہر جاتے ہوئے ایک حجرہ میں مغربی دروازہ سے متصل حضرت احمد بختیار کا مزار ہے۔ اس دروازے سے گزر کر ایک بڑا قبرستان ہے۔اس میں سجادگانِ درگاہ اوران کے خاندان کے لوگوں کے مزارات ہیں۔ یہاں فقراء پڑے رہتے ہیں۔اس احاطہ میں سنگ مرمر کی بنی سولہ کھمبا کی عمارت ہے.جس میں شیخ علاؤ الدین کامزار ہے۔جس کے نام سے اس احاطہ کوسولہ کھمبا کے نام سے جانا جاتا ہے۔آج اس عمارت کی بہت بری حالت ہے۔اس احاطہ میں تعمیر تمام عمارتوں کی حالت بہت خراب ہے یہاں گندگی بہت ہے۔

درگاہ خواجہ حسین اجمیری (1637ء)
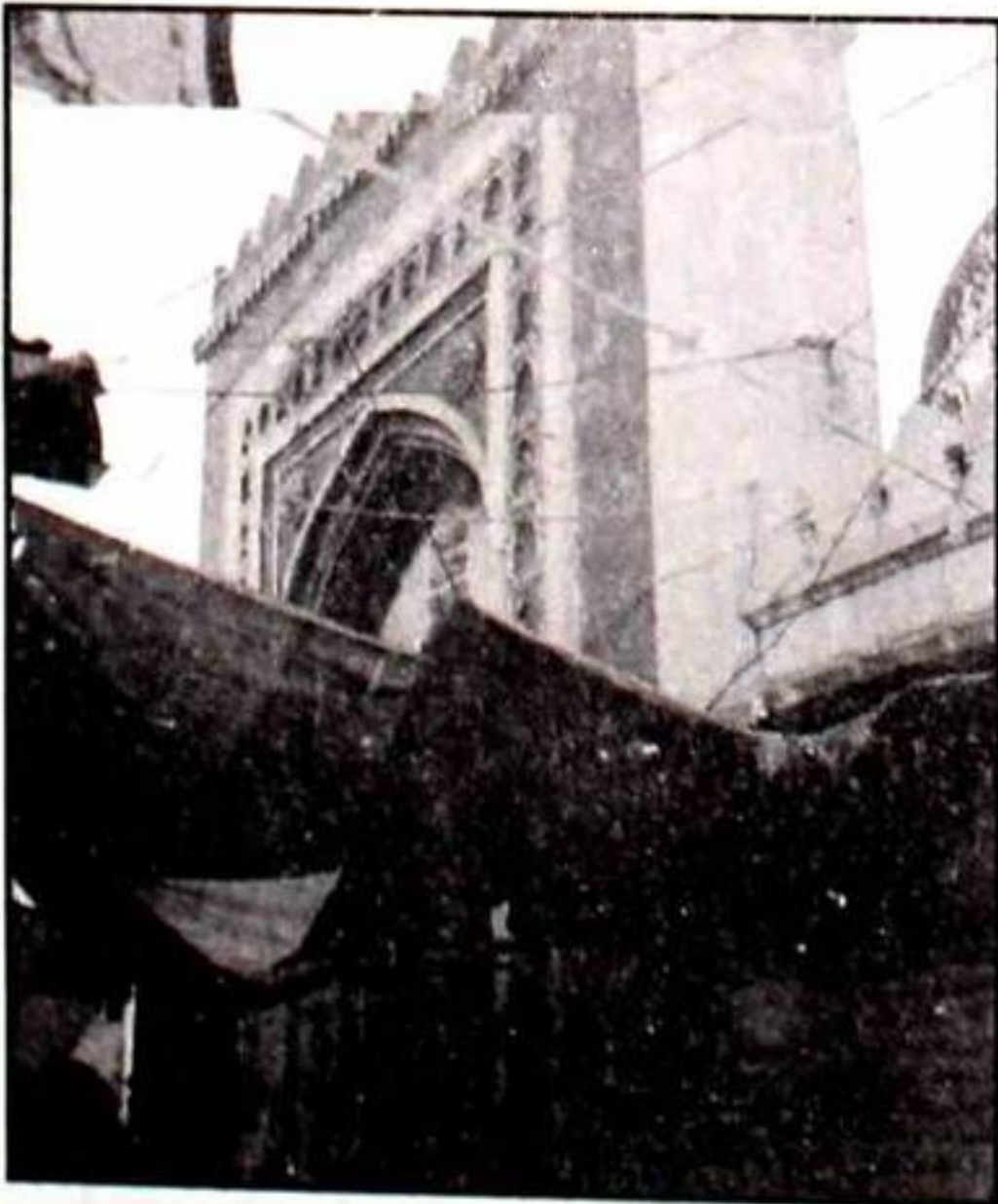
درگاہ کا داخلی دروازہ
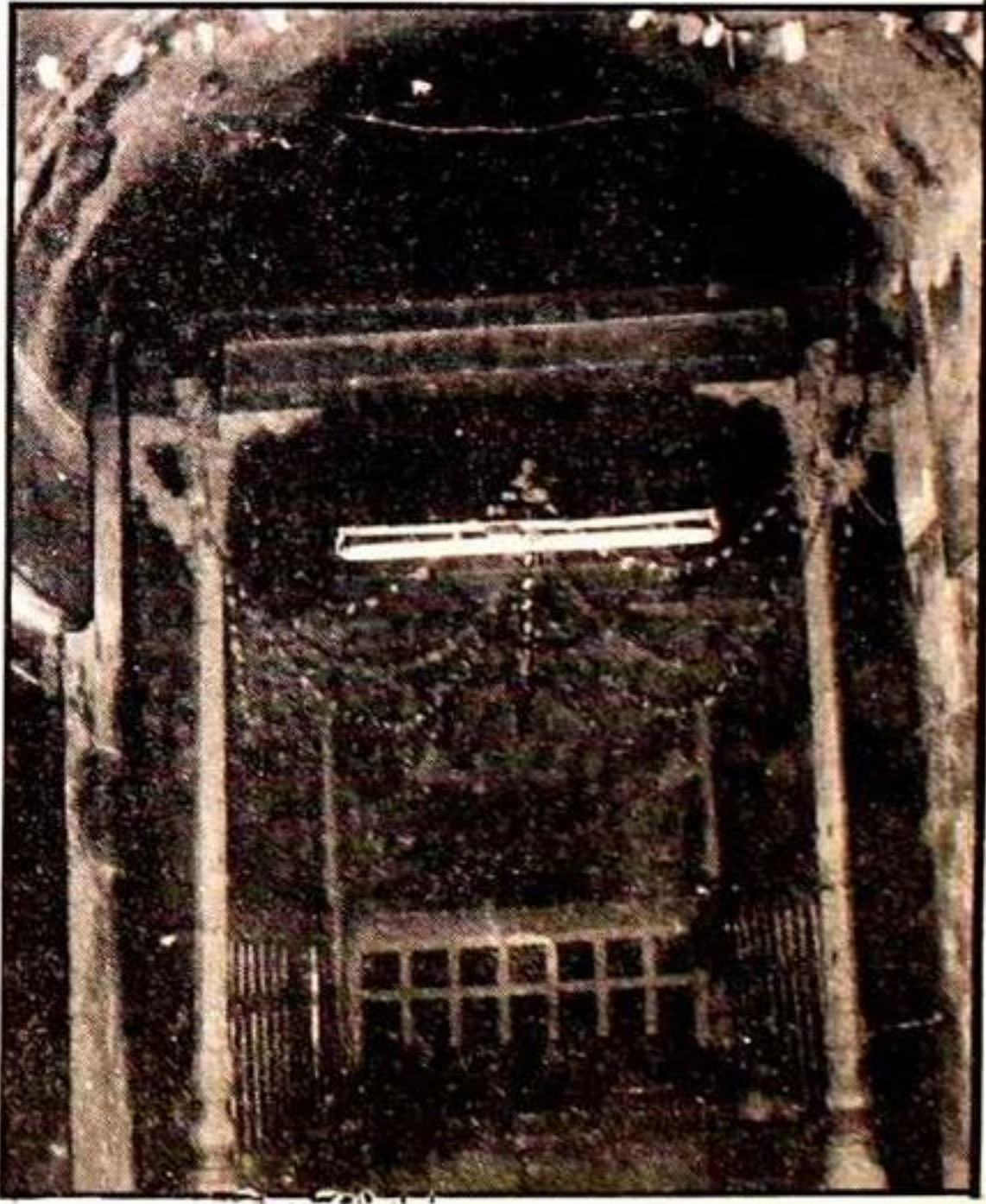
اندر مزار شریف

شاہجہانی مسجد کے پیچھے ایک گنبد کے اندر خواجہ حسین اجمیری اور ان کے خاندان کے لوگ آسودہ ہیں۔ اس کی تعمیر بعہد شاہجہانی ۱۶۳۷ء میں ہوئی۔ آج اس عمارت کی حالت بہت بری ہے باہر دیوار پھٹ گئی ہے یہاں گندگی بہت ہے۔ اندر یہ کتبہ مرقوم ہے:

"بنائے مقبرہ با صفائے خواجہ حسین   شدا ز توجہ ہادیٔ ومرشدی ومعین

شہنشہ دوسرا خواجہ معین الدین"   بلفظ مغز شد سال خاتمیت ایں

۱۰۴۷ھ۔ (۱۶۳۷ء)

(معین الاولیاء۔ صفحہ ۸۲ و احسن السیر۔ صفحہ ۲۶)

سولہ کھمبا یا شیخ علاؤالدین کی درگاہ (1602ء)
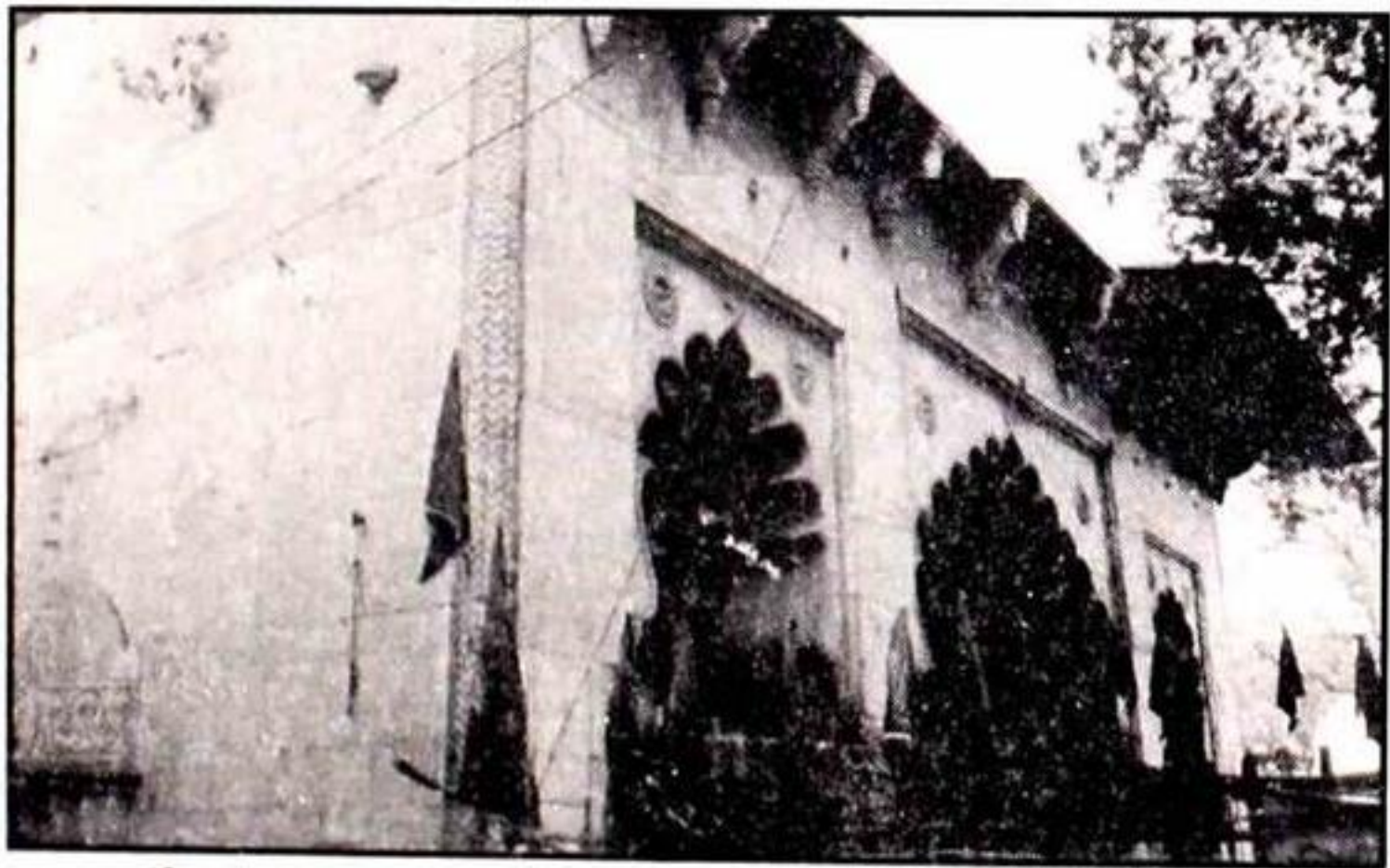
سولہ کھمبا میں حضرت شیخ علاؤالدین برادر عم زاد خواجہ حسین اجمیری سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز کا مزار ہے۔ان کی حیات میں یہ عمارت دیوان خانہ کہلاتی تھی۔ وفات کے بعد اس عمارت میں انکا دفن ہوا۔اس کی محراب پر ذیل کتبہ کندہ ہے۔

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاؤ الدین — کہ باد عاقبت او بخیر ارزانی
جوار مرقد آں شاہباز عرش نشیں — کہ زیر شہپر او بیضۂ مسلمانی
چہ کار درپے اتمام رسال رفت فرد — بگفت روضۂ مرتب بخواں بآسانی

یہ عمارت سنگ مرمر کی ہے۔چونکہ اس کے سولہ کھمبے ہیں اس لئے یہ اس نام سے مشہور ہے۔اس کی لمبائی اور چوڑائی ۴۰×۲۰ فٹ ہے۔آج اس عمارت کی حالت بہت بری ہے اس کے چھجے گر گئے ہیں۔یہاں بھی گندگی بہت ہے۔شیخ علاؤالدین کو شاہجہاں کے عہد میں مذہبی وقار حاصل تھا ان کا وصال ۷۵ سال کی عمر میں ۱۶۰۲ء میں ہوا۔

(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۹۷)

اس باب کے مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ھے

نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	زبان	نام مطبع
اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو	ہربلاس ساردا	۱۹۴۱ء	انگریزی	فائن آرٹ پرنٹنگ پریس، اجمیر
احسن السیر	محمد اکبر جہاں اجمیری	۱۲۹۴ھ	اردو	مفید عام پریس، آگرہ
اکبر نامہ	ابوالفضل مبارک (ترجمہ فدا علی خاں)	عہد اکبری	ترجمہ فارسی اردو	نول کشور پریس، لکھنو
اقبال نامہ اکبری	ذکاء اللہ دہلوی	۱۸۹۷ء	اردو	شمس المطابع، دہلی
آتش کدہ	حاجی لطف علی بیگ اصفہانی	۱۲۰۶ھ	فارسی	
المشاہیر	مولوی فیض احمد	۱۸۹۲ء	اردو	نامی پریس، میرٹھ
طبقات اکبری	نظام الدین احمد بدایونی	۱۹۲۷ء	فارسی سے اردو	مسلم یونیورسٹی علی گڈھ
غریب نواز	بشیر احمد لاہوری	چودہویں صدی ہجری	اردو	
معین الاولیاء	قاضی محمد امام الدین خاں	۱۳۱۳ھ	فارسی	معین الہند پریس، اجمیر
تزک جہاں گیری	جہانگیر	عہد جہانگیر	فارسی	نول کشور پریس، لکھنو

گائڈ ٹو درگاہ خواجہ صاحب	مولانا عبدالباری معینی	۱۹۴۹ء	انگریزی	ویدک منترالیا پریس، اجمیر
کتاب التحقیق	منشی امین الدین خاں مفتوں	چودھویں صدی ہجری	اردو	صوفی پریس، اجمیر
گنج اسرار	خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری	۱۳ویں صدی عیسوی	فارسی	
مونس الارواح	جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں	عہد شاہجہانی	اردو	خدابخش لائبریری، پٹنہ
معین الارواح	محمد خادم حسین زبیری معینی	بیسویں صدی عیسوی	اردو	آگرہ اخبار برقی پریس، آگرہ

☆☆☆

تیسرا باب

خواجہ غریب نواز کی درگاہ کے خرچ کے لئے مدد معاش اوراس کے نظامت کا بندوبست

سب سے پہلے اکبر بادشاہ نے ۱۵۶۷ء میں بذریعہ فرمان اٹھارہ گاؤں درگاہ کے لئے وقف کئے اوراس کے علاوہ سامر کے نمک کی آمدنی میں سے ایک فیصدی رقم لنگر کے لئے وقف کیا۔ان گاؤں میں سے اِس وقت صرف موضع نواب اور کنینا درگاہ کے قبضہ میں ہیں۔ ۱۶۳۷ء میں شاہجہاں بادشاہ نے اس فرمان کو منسوخ کر کے پچیس ہزار سات سو اسی (۲۵۷۸۰) روپیہ سالانہ کی نئی جاگیریں پیش کیں۔جن میں دس ہزار ستاون (۱۰۰۵۷) روپیہ کی جاگیر بشکل نقدی تھیں بقیہ سترہ موضع کی آمدنی جنسی تھی۔اس کے بعد مغل بادشاہ فرخ سیر (۱۷۱۳۔۱۷۱۹ء) نے ان میں دو اور موضع کا اضافہ کیا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۹۸۔۹۹)

۱۷۶۹ء میں مغل بادشاہ شاہ عالم نے موضع 'ہوکران' اور 'کشن پورہ' بزمانہ امام الدین (دیوان درگاہ) کو خواجہ غریب نواز کی درگاہ کے خرچ کے لئے وقف کا فرمان جاری کیا۔۱۸۰۲ء میں دولت راؤ سندھیا نے 'موضع دانترہ' بزمانہ متولی میر عظیم اللہ کو درگاہ کے روزانہ خرچ کے لئے وقف کیا۔

۱۸۹۳ء سے تقریباً بارہ ہزار روپیہ سالانہ نظام حیدرآباد اپنی وقف جائداد کی آمدنی سے درگاہ کو بھیجتے تھے۔اس رقم کا حصہ متولی کے پاس رہتا تھا جو روزانہ ایک وقت کے لنگر اور مصارف صندل میں صرف کیا جاتا تھا اور دوسرا حصہ دیوان صاحب کو ملتا تھا۔تیسرا حصہ خدامِ درگاہ کو دیا جاتا تھا۔اس کے علاوہ تین سو روپیہ حیدرآباد کا سکہ (جسے ''حالی'' کہا جاتا تھا) متولی درگاہ کو بھی دیتے تھے اور بارہ سو روپیہ ماہوار درگاہ کے مدرسہ دارالعلوم معینیہ اسلامیہ کے خرچ کے لئے چھ سو روپیہ ماہوار عثمانی دروازہ

کے نقار خانہ کے خرچ کے لئے اور پندرہ سو روپیہ سالانہ عرس کے موقعہ پر دیگ پکنے کے لیے نظام حیدر آباد دیا کرتے تھے۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۹۸۔۹۹)

اوقاف کا انتظام اور درگاہ کے مراسم کی ادائیگی متولی کے فرائض میں شامل تھی مگر (بتحریک کمشنر اجمیر ایکٹ۔۲۰)، ۱۸۶۳ء میں انتظام درگاہ کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس میں ایک صدر اور چار اراکین تھے۔ یہ کمیٹی بذریعہ متولی انتظام کرتی تھی۔ اس کے بعد ۱۹۳۶ء میں ایک اور نیا ایکٹ (۲۳) درگاہ کے انتظام کے لئے بنایا گیا۔ اسکے کل پچیس ممبران اس کمیٹی کے لئے بنائے گئے۔ ان ممبروں میں سے ایک متولی کا نمائندہ اور ایک دیوان کا نمائندہ اور دو خدام کے نمائندے، ایک نظام حیدر آباد دکن کا نمائندہ، پانچ اہل اجمیر کے نمائندے، چار چشتی سجادہ نشین اور ایک ایک مسلمان ممبر صوبہ سرحدی، یعنی صوبہ یوپی، بہار، بنگال، بمبئی، پنجاب، سندھ اور مدراس کی (Legislatve) کے ممبروں میں سے اور تین مرکزی (Legislatve) اسمبلی میں سے ممبر بنائے گئے۔ یہ کمیٹی متولی کے ذریعہ تمام انتظامات کرتی تھی۔ عملہ درگاہ میں پیشکار، کلرک، خزانچی، محافظ دفتر، اسٹور کیپر، داروغہ، حولداران اور چپراسیان وغیرہ ہیں۔ یہ لوگ متولی کی نگرانی میں اپنے فرائض کو انجام دیتے تھے مگر ۱۹۴۷ء کے فرقہ وارانہ فسادات اجمیر کے بعد یہ نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ آزادی کے بعد کانگریس حکومت نے اس کمیٹی کو ختم کر کے ایک ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا۔ یہ خدمت عبدالرؤف صاحب صدیقی متوطن سیوہارہ (ضلع بجنور) نے انجام دی۔ ان کے اسسٹنٹ نہال حسن قادری بدایونی تھے۔ (اجمیر ہسٹوریک اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۹۸۔۹۹)

☆☆☆

چوتھا باب

معمولات درگاہ خواجہ غریب نواز

روزانہ صبح کے معمولات

روزانہ صبح فجر کی نماز سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قبل عقیدتمندان اور اہل حاجت روضۂ منورہ کے مشرقی دروازہ کے سامنے جمع ہوتے ہیں۔ یہ وقت گنبد شریف کا دروازہ کھلنے کا ہوتا ہے۔دروازہ کھلنے سے پہلے ایک خادم دروازہ کے سامنے کھڑا ہوکر اذان دیتا ہے۔اس کے بعد دروازہ کھلتا ہے۔ خدام صاحبان گنبد شریف کے اندر داخل ہوکر مزار شریف کو صاف کرتے ہیں اور روضۂ منورہ کے پھول بدل کر تازہ پھول چڑھاتے ہیں۔لوبان سلگاتے ہیں۔اس کے بعد جو زائرین اس موقعہ پر جمع ہوتے ہیں وہ اندرون گنبد شریف حاضری دیتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد فجر کی نماز کا وقت ہوجاتا ہے۔اس وقت اور زیادہ لوگ درگاہ میں آجاتے ہیں۔مساجد درگاہ میں اذانیں ہوتی ہیں۔اس کے بعد ان مساجد میں نماز فجر ادا کی جاتی ہے۔نماز سے فارغ ہوکر لوگ بڑے ذوق کے ساتھ گنبد شریف میں حاضری دیتے ہیں اور سلام پیش کرتے ہیں۔اہل حاجت حاجت پوری ہونے کی دعائیں مانگتے ہیں۔صبح سے لے کر نماز عشاء کے گھنٹہ بھر بعد تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔آستانہ مبارک پر لوگوں کو حاضر کرانے کی خدمت خدام صاحبان ادا کرتے ہیں۔پھول بھی انہی حضرات کے ذریعہ سے پیش کئے جاتے ہیں۔

ظہر کی نماز کے بعد کے معمولات

دن کے تین بجے عثمانی دروازہ پر نوبت بجتی ہے۔ پہلے اس موقعہ پر نظام حیدرآباد (دکن) کی جانب سے قوالی بھی ہوتی تھی۔اس وقت خدام صاحبان روضۂ منورہ کی خدمت کرتے ہیں۔ نیز پھول اور صندل پیش کرتے ہیں۔

مغرب سے قبل کے معمولات

مغرب سے پندرہ منٹ قبل روشنی کی اطلاع کا ڈنکا بجتا ہے۔اس موقعہ پر زیادہ لوگ خصوصیت سے حاضر ہوتے ہیں۔گنبد شریف میں روشن کرنے کے لئے خدام صاحبان کے ساتھ زیادہ لوگ خصوصیت سے حاضر ہوتے ہیں۔گنبد شریف میں روشنی کے لئے خدام صاحبان خاص انداز کی بنی ہوئی موم بتیاں لیجاتے ہیں۔لوگ ان بتیوں کو حصول برکت اپنے سروں پر رکھواتے ہیں۔اس موقعہ پر لوگ خصوصیت سے فاتحہ پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں اور یہ اشعار باآواز بلند پڑھا جاتا ہے۔

الٰہی تابود خورشید وماہی چراغ چشتیاں راروشنائی

اس وقت لوبان دانی بھی گنبد شریف میں جاتی ہے لوگ شفایابی اور برکت کے لئے اسے اپنے سروں پر رکھواتے ہیں۔ بالآخر مغرب سے تھوڑی دیر پہلے روضۂ مبارک اور تمام درگاہ میں موم بتی روشن کی جاتی ہے۔

نماز عشاء کے بعد کے معمولات

عشاء کی نماز کے بعد گنبد شریف کے دروازہ کے سامنے تقریباً ایک گھنٹہ تک قوالی ہوتی ہے۔اس وقت درگاہ میں بہت مجمع ہوتا ہے۔قوالی شروع ہونے کے آدھ ایک گھنٹہ بعد گنبد

شریف کا دروازہ بند ہوتا ہے۔اس موقعہ پر خدام صاحبان فراشے لے کر گنبد شریف سے باہر آتے ہیں۔لوگ ان فراشوں کو اپنے سروں پر رکھواتے ہیں اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔اس وقت اگردانی بھی گنبد شریف سے باہر آتی ہے۔عقیدتمند ان اس کو اپنے سروں پر رکھواتے ہیں اور اس کا دھواں اپنے بدن سے ملتے ہیں۔عشاء کے نماز کے گھنٹہ بھر بعد گنبد شریف کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

درگاہ میں عموماً بیرونی یا مقامی قوالان بنظر عقیدت دیگر اوقاف میں بھی گاتے رہتے ہیں۔البتہ نماز کے اوقات میں گانے کی ممانعت ہے۔بعد نماز عشاء شاہجہانی مسجد میں حدیث کے تفسیر بھی بیان کی جاتی ہے۔اکثر زائرین باوقات مختلف درگاہ میں محافلِ میلاد شریف بھی کراتے رہتے ہیں۔یہاں گُل و پارچہ کی چادریں قوالی کے ساتھ پیش ہوتی رہتی ہیں۔

جمعرات کے دن کے معمولات

جمعرات کے دن روزانہ سے زیادہ لوگ حاضری دیتے ہیں۔بعد مغرب سے مجمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔بیگمی دالان کے سامنے فرش بچھایا جاتا ہے۔محفل بعد نماز عشاء شروع ہوتی ہے۔پہلے فاتحہ ہو کر شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔تقسیم شیرینی کی خدمت رکابدان انجام دیتے ہیں اور داروغہ صاحب دسترخوان کے قریب بیٹھے رہتے ہیں۔اس کے بعد درگاہ کے ملازم قوالان قوالی کی خدمت انجام دیتے ہیں۔اگر کوئی مقامی یا بیرونی قوال چاہتا ہے تو اسے بھی اس موقعہ پر قوالی کا موقعہ دیا جاتا ہے۔تقریباً ایک گھنٹہ محفل رہتی ہے اس کے بعد فاتحہ ہو کر محفل برخواست ہو جاتی ہے۔

ہر ماہ کے چھٹے دن (چھٹی شریف) کے معمولات

چونکہ غریب نواز کا وصال چاند کے چھ تاریخ کو ہوا ہے اس لئے ہر چاند کے مہینہ کی ۶ تاریخ کو درگاہ میں حضرت خواجہ کی فاتحہ ہوتی ہے۔صبح کے وقت منجانب خدام صاحبان قرآن خانی ہو کر فاتحہ ہوتی ہے اور رات میں محفل سماع ہوتی ہے۔اگر جمعرات اور چھٹی ایک دن ہوں تو دو دومرتبہ فاتحہ ہوتی ہے۔اور دونوں تقاریب کی شیرینی علیحدہ علیحدہ تقسیم ہوتی ہے۔

سالانہ عرس شریف کے معمولات

فقراء اور درویش تقریباً ماہِ جمادی الثانی سے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ درگاہ اور یہاں کی عمارتوں میں سفیدی ہونے لگتی ہے کچھ دن بعد بیرونی دکاندار کی آمد بھی شروع ہو جاتی ہے۔ بتاریخ ۲۵ جمادی الثانی بلند دروازہ پر جھنڈا لگایا جاتا ہے۔ اس تاریخ سے خدام صاحبان مزار شریف کو روزانہ غسل دینا شروع کر دیتے ہیں۔ رجب کا چاند ہونے پر مخصوص مراسم شروع ہو جاتے ہیں۔ چاند نظر آتے ہی درگاہ میں شادیانے بجتے ہیں۔ مقررہ مقامات پر خدام صاحبان کی گدیاں اور فرش بچھ جاتے ہیں۔ بکثرت لوگ گنبد شریف میں حاضری دیتے ہیں۔ جنتی دروازہ کھل جاتا ہے۔ درگاہ بازار میں بذریعہ پولس تانگے اور دوسری سواریوں کی آمد ورفت بند کر دی جاتی ہے۔

سماع خانہ میں روزانہ محافل سماع کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں اندرونی حصہ میں فرش بچھتا ہے۔ صدر مقام پر بھی شامیانہ لگایا جاتا ہے۔ اس کے نیچے گدیلہ بچھتا ہے۔ تمام جھاڑ کھول دئے جاتے ہیں۔ ان میں بلب کی روشنی ہوتی ہے۔ گرمی کے موسم میں پنکھے چلائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد فاتحہ خواں صاحبان کلمہ خوانی شروع کر دیتے ہیں۔ بعد فاتحہ سماع شروع ہو جاتا ہے۔ اس موقعہ پر ہندوستان کے مشائخ، فقراء، درویش اور عوام حاضر مجلس رہتے ہیں۔ ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ ہندوستان کے چنندہ قوالان یہاں حاضری دیتے ہیں اور اپنی قوالیاں سناتے ہیں۔

اس عرصہ میں بھی سماع خانہ میں قوالی برابر ہوتی رہتی ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے مرکز عقیدت سے قوالوں کو نذریں پیش کرتا ہے۔ تین چار بجے کے قریب فاتحہ ہوتی ہے۔ رکابداران بیڑے اور شربت کا تبرک حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں۔ پھر کڑکا پڑھا جاتا ہے اس کے بعد محفل برخاست ہو جاتی ہے۔

دوران محفل سماع خانہ کسی کو جوتا لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ عورتوں کو محفل خانہ میں داخل ہونے کی ممانعت ہے۔ عرس کے ایام میں یہاں دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

بیرونی ممالک کے لوگ بھی حاضری دیتے ہیں۔ یہاں عرس کے موقع پر دکانیں لگایا کرتے ہیں۔ یہاں لاکھوں کے تعداد میں لوگ عرس میں آتے ہیں۔

محفل قل شریف

۶ رجب کو صبح کے آٹھ اور نو بجے کے درمیان سماع خانہ میں قرآن خوانی شروع ہوجاتی ہے۔ بکثرت لوگ اس میں شامل ہوتے ہیں۔ دس اور گیارہ بجے کے درمیان یہاں محفل سماع شروع ہوتی ہے۔ دن کے ڈیڑھ بجے کے قریب فاتحہ ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر جب حضرت خواجہ غریب نواز کا اسم گرامی آتا ہے تو چوبداران چوبیں اونچی کر لیتے ہیں۔ اس وقت بڑا شور برپا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں پر گریہ طاری ہوجاتا ہے۔ نعرے لگائے جاتے ہیں۔ جگہ جگہ لوگوں پر عرق گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ اسے قُل کا چھینٹا کہتے ہیں۔ بعد قل گنبد شریف میں حاضری دیتے ہیں۔ رفاعی سلسلہ کے اور دوسرے گروہوں کے فقراء نعرے لگاتے ہوئے سماع خانہ میں آکر گدیلہ پر بیٹھتے ہیں۔ قل کے بعد سے بیرونی زائرین جانا شروع ہوجاتے ہیں۔

غسل شریف

۹ رجب کو صبح چھ بجے کے درمیان غسل شروع ہوجاتا ہے۔ مزار شریف کو عرق کیوڑہ اور گلاب سے غسل دیا جاتا ہے۔ بیرونی احاطے درگاہ پانی سے دھوئے جاتے ہیں۔ زائرین پانی کی مشکیں خرید کر کے خود بڑی جھاڑوں سے فرشِ درگاہ کو دھوتے ہیں۔ بیسیوں مرد عورت پانی اور ہاتھ میں جھاڑو لئے اس مقدس آستانہ میں نظر آتے ہیں۔ اس دن سب لوگ مل کر ایک ہی خدمت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ صوفی صاحبان اس دن کو یوم توحید کہتے ہیں۔

خواجہ غریب نواز کے آستانۂ مبارک پر حاضری دینے کا آداب

☆ بزرگان دین نے آستانہ عالیہ خواجہ غریب نواز پر حاضری کے جو آداب بتائے ہیں اسے جاننا ضروری ہے تاکہ بہتر طریقے سے سرکار غریب نواز کا روحانی فیض حاصل کیا جا سکے۔

☆ کسی بھی بزرگ کے مزار پر خصوصاً آستانہ عالیہ سرکار غریب نواز پر حاضری کے لئے بہتر یہ ہے کہ غسل کرلیں اور باوضو جائیں۔

☆ مزار مبارک پر حاضر ہونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لیں اور اس ثواب کو صاحب مزار کی روح پہنچائیں۔

☆ اندرون آستانہ عالیہ بلند آواز میں فاتحہ نہ پڑھیں اور نہ اس طرح سے بلند آواز میں ذکر کریں۔

☆ درگاہ کے اندر کلام پاک یا پنج سورہ کھول کر نہ پڑھیں۔ تلاوت کلام پاک عبادت خانہ میں کریں جو مزار مبارک کے مغرب میں اسی مقصد کے لئے بنا ہوا ہے۔

☆ آستانہ عالیہ پر مختلف اوقات میں مختلف مراسم ادا ہوتے ہیں، ان مراسم کی ادائیگی کے وقت اکثر زائرین کو اندرون روضہ مبارک نہیں رہنے دیا جاتا۔ روضہ مبارک میں داخلہ کے تمام دروازے بند کردئے جاتے ہیں۔ زائرین کو چاہیے کہ اس موقع پر نہایت ادب واحترام کے ساتھ سر جھکائے بیرون روضہ مبارک پر بیٹھے رہیں۔

☆ روضہ مبارک کے مشرقی دروازہ یعنی بیگمی دالان کے باہر کا حصہ احاطہ نور کہلاتا ہے۔ اس مقام پر قدیم زمانہ سے تمام مذہبی تقریبات ادا ہوتی ہے۔ اس احاطہ نور کی بڑی عظمت ہے اور مشائخ عظام واکابرین نے قدیم زمانہ سے یہ دستور قائم رکھا ہے کہ اس احاطہ نور میں جوتے ہاتھ میں لے کر یا تھیلی میں رکھ کر بھی داخلہ پر پابندی ہے اور اس پر پابندی کو قائم رکھنے کے پیش نظر احاطہ نور میں داخلہ کے ہر دروازہ پر ایک بورڈ آویزاں ہے جس پر لکھا ہے ’’اندر جوتے لے جانا منع ہے‘‘۔

اس باب کے مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ھے

نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	زبان	نام مطبع
اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو	ہر بلاس سار دا	۱۹۴۱ء	انگریزی	فائن آرٹ پرنٹنگ پریس اجمیر
احسن السیر	محمد اکبر جہاں اجمیری	۱۲۹۴ھ	اردو	مفید عام پریس، آگرہ
اکبر نامہ	ابوالفضل مبارک (ترجمہ فدا علی خاں)	عہد اکبری	ترجمہ فارسی اردو	دار المطبع جامع عثمانیہ حیدر آباد
اقبال نامہ اکبری	ذکاء اللہ دہلوی	۱۸۹۷ء	اردو	شمس المطابع، دہلی
آتش کدہ	حاجی لطف علی بیگ اصفہانی	۱۲۰۶ھ	فارسی	
المشاہیر	مولوی فیض احمد	۱۸۹۲ء	اردو	نامی پریس، میرٹھ
طبقات اکبری	نظام الدین احمد بدایونی	۱۹۲۷ء	فارسی سے اردو	مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ
غریب نواز	بشیر احمد لاہوری	چودھویں صدی ہجری	اردو	
معین الاولیاء	قاضی محمد امام الدین خاں	۱۳۱۳ھ	فارسی	معین الہند پریس، اجمیر
تزک جہاں گیری	جہانگیر	عہد جہانگیر	فارسی	نول کیشور پریس لکھنؤ
گائڈ ٹو درگاہ خواجہ صاحب	مولانا عبدالباری معینی	۱۹۴۹ء	انگریزی	ویدک منترالیا پریس، اجمیر

کتاب التحقیق	منشی امین الدین خاں مفتوں	چودھویں صدی ہجری	اردو	صوفی پریس، اجمیر
گنج اسرار	خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری	۱۳ویں صدی عیسوی	فارسی	
مونس الارواح	جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں	عہد شاہجہانی	اردو	خدا بخش لائبریری، پٹنہ
معین الارواح	محمد خادم حسین زبیری معینی	۱۹۴۹ء	اردو	آگرہ اخبار برقی پریس، آگرہ

پانچواں باب

خواجہ غریب نواز کی درگاہ سے بادشاہوں، امراء اور دیگر حکمرانوں کی عقیدت

اوران کے آستانہ مبارک پران کی حاضری

خواجہ معین الدین چشتی کی شخصیت اور ان کے اخلاق اور روحانی کردار سے نہ صرف اجمیر بلکہ تمام ہندوستان کے لوگ متاثر ہوئے، غریبوں بے سہاروں کے لئے وہ ایک مسیحا تھے۔ انہی خصوصیت کی وجہ سے انہیں ''خواجہ غریب نواز'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔آپ غریبوں بے سہاروں کے ہی داتا نہیں تھے بلکہ بڑے بڑے سلطانوں ،بادشاہوں نے بھی آپ کے در پر حاضری دی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بار بار آپ کے در پر حاضر ہونے کی تمنا بھی رکھتے تھے اور آپ کی عقیدت میں آپ کی درگاہ اور اس کے اطراف میں تعمیری کام بھی کروائے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی 1192ء میں اجمیر تشریف لائے تھے۔آپ کی درگاہ کی تعمیر و ترقی میں مغل بادشاہ اکبر اور نظام حیدرآباد کے نام قابل ذکر ہیں۔اکبر نے یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ شاجہاں نے ایک سنگ مرمر کی مسجد تعمیر کرائی جس کی 11 خوبصورت محرابیں قابل دید ہیں۔خواجہ غریب نواز کے مزار کا گنبد چاندی کے منقش پرتوں سے جڑا ہوا ہے۔یہاں ہر سال یکم تا ۹ ررجب المرجب کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا عرس منعقد کیا جاتا ہے۔ملک کے مختلف حصوں اور غیر ممالک سے بھی لاکھوں مسلمان اور دوسرے مذاہب کے عقیدت مند عرس میں شامل ہونے کے لئے آتے ہیں۔ ہندوستان اور دوسرے ممالک سے لوگ بغیر کسی تفریق کے خواجہ صاحب سے عقیدت رکھتے ہیں اور یہاں زیارت کرنے آتے ہیں۔

خواجہ صاحب کا مزار بہت دنوں تک کچا بنا رہا۔ سلطان غیاث الدین خلجی (سلطان مالوا) نے آپکے مزار پر گنبد تعمیر کرایا۔ آپ کے مزار کے قریب تعمیر بلند دروازہ سلطان محمود خلجی (سلطان مانڈو) نے ۱۴۵۴ء میں بنوایا تھا۔ مزار کے اندر چاروں طرف سے نہایت خوبصورت کٹہرا بادشاہ جہانگیر اور دوسرا نقرئی کٹہرہ شاہزادی جہاں آرا بیگم کا عطا کردہ ہے۔ مزار کے دروازے میں مغل شہنشاہ اکبر کے عطا کردہ کواڑوں کی جوڑی لگی ہوئی ہے۔ گنبد پر سنہرا تاج اور اس کے چاروں طرف سنہری کلیاں لگی ہوئی ہیں۔

سلطان شہاب الدین غوری (1192ء) سے خواجہ صاحب کی ملاقات

سلطان غوری 1192ء میں پرتھوی راج چوہان کو شکست دینے کے بعد اجمیر کو فتح کرلیا۔ اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی سے اس کی ملاقات ہوئی اور اسی وقت حضرت خواجہ کے دست حق پر بیعت بھی کی۔ (افاضات حمید۔ صفحہ ۱۳۔۱۴) (آتش کدہ آزر۔ صفحہ ۳۶۴)

سلطان شمس الدین التمش (1211 تا 1236ء) سے خواجہ صاحب کی ملاقات

یہ نیک متقی پرہیز گار سلطان خواجہ غریب نواز سے عقیدت رکھتا تھا۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ جب خواجہ غریب نواز اپنے خلیفہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملنے دہلی آئے تو سلطان دہلی سے باہر پہنچ کر انکا خیر مقدم کیا اور ان کا استقبال کیا اور دہلی سے لوٹتے وقت ان کے ساتھ پیدل گیا۔ آپ سے تعلیم معرفت بھی حاصل کی۔ اور آپ کی عقیدت میں ڈھائی دن کے جھونپڑے کے نام سے اجمیر میں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی جو آج بھی اپنی صحیح صورت حال پر قائم ہے۔ (قلمی نسخہ گنج اسرار) عمارت میں لگا کتبہ کے مطابق)

سلطان ظفر خان (سلطان گجرات)
(1395ء) کی حاضری

سلطان فیروز شاہ کی وفات کے بعد اس کا فرزند سلطان محمد شاہ تخت نشین ہوا۔ گجرات کے حالات کے مدنظر سلطان نے گجرات کی حکومت اپنے ایک امیر اعظم ہمایوں ظفر خاں کو عطا کی۔ اور 1351ء میں اسے خلعت خاص عنایت کی اور اسے گجرات روانہ کیا۔ گجرات پہنچ کر اس کو بڑی جنگیں لڑنی پڑیں۔ 1395ء میں مانڈول کے مسلمانوں پر راجپوتوں کے حملہ کی خبر سن کر ظفر خان ادھر متوجہ ہوا۔ وہاں کے راجہ کے قلعہ میں طاعون پھیل گیا اور راجہ نے عاجز ہو کر لوگوں کو ظفر خاں کی خدمت میں عجز و نیاز کے لیے روانہ کیا۔ ظفر خاں نے اس واقعہ کو تائید غیبی سمجھا اور فوراً ان کی درخواست قبول کر لی اور حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمہ اللہ علیہ کے آستانہ کی زیارت کے لئے اجمیر روانہ ہوا اور حضرت خواجہ صاحب کی روح پر فتوح سے غیر مسلموں پر فتح پانے کی مدد طلب کی۔ اس کے بعد ظفر خاں نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر کے اپنے کو مظفر شاہ کے نام سے موسوم کیا اور سلطنت گجرات کا بانی کہلایا۔

(معین الارواح۔ صفحہ ۳۱۵۔۳۱۶)

سلطان محمود خلجی (سلطان مانڈو)
(1464ء) کی حاضری

ایک عرضی سلطان محمود خلجی کی نظر سے گزرا، جس میں یہ تحریر تھا کہ اسلام کی ابتدا ہندوستان میں اجمیر سے ہوئی جو خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خواب گاہ ہے، چونکہ اب یہ مقام غیر مسلموں کے قبضہ میں آگیا ہے اس لیے اسلام کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ سلطان عریضہ کے مضمون سے مطلع ہو کر حضرت خواجہ کی روح پر فتوح سے امداد طلب کیا، حتی کی اجمیر پہنچ کر معرکہ آرائی ہوئی۔ قلعہ کا سردار گجادھر مع راجپوتوں کے قلعہ سے باہر نکلا۔ دونوں طرف سے چار دن تک جنگ چلی۔ پانچویں روز گجادھر مارا گیا۔ محمود خلجی کو فتح ہوئی۔ اپنی فتح کے بعد وہ روضۂ مبارک کا طواف کیا اور ایک

مسجد ''مسجد صندل خانہ'' تعمیر کرائی ۔ مزار مبارک کے خدام اور مجاوروں کو انعام واکرام دے کر وہ منڈل گڑھ کی طرف روانہ ہوا۔ (احسن السیر ۔صفحہ ۴۸۔۴۹)

شیرشاہ سوری (1540تا 1545ء) کی حاضری

شیر شاہ نے راجہ مالدیو (حاکم مارواڑ) کوشکست دینے کے بعد 1544ء میں درگاہ خواجہ معین الدین چشتی کے زیارت کے لیے اجمیر حاضر ہوااور یہاں کافی رقم فقراء کوتقسیم کی ۔ جملہ مراسم اداء کئے اسکے بعد وہ تفریح کے لیے تاراہ گڑھ پر گیا۔ چونکہ قلعہ میں پانی کی کمی تھی اس لیے اس نے معمار مقرر کئے اور چشمہ حافظہ جمال سے قلعہ میں پانی پہنچانے کا بندوبست کیااوراس کانام شیر چشمہ رکھا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو بحوالہ تاریخ داؤدی ۔صفحہ ۳۱۶)

مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (1556تا 1605ء) کی حاضری

اکبر نے متعدد بار خواجہ غریب نواز کی درگاہ میں عقیدت کے ساتھ حاضریاں دی۔ ایک دن اکبر اپنے دارالخلافت آگرہ سے فتح پور سیکری کی طرف شکار کے لئے جارہا تھا جب موضع منڈھا کے قریب پہنچا تو خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مناقب اس کے سامنے گائے گئے ۔ حضرت خواجہ کے جلائل کمالات اور خوارق وعادات پہلے سے ہی اس کی مجلس میں مذکورہ ہوچکے تھے۔ اس لیے خواجہ کی روضہ کی زیارت کا شوق اس کے دل میں پہلے سے تھا۔ عین شکارگاہ میں اس نے اجمیر جانے کا ارادہ کیا۔ 1561ء میں وہ اپنے چند ہمرایوں کے ساتھ اجمیر روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے روضۂ غریب نواز کی زیارت کی۔ اس کے بعد آگرہ روانہ ہوگیا۔ (اقبال نامہ اکبری۔صفحہ ۱۴۸۔۱۴۹)

دوسری مرتبہ 1567 میں اکبر نے قلعہ چتوڑ فتح کرنے کا ارادہ کیااور یہ منت

مانی کی اگر قلعہ فتح ہوگیا تو میں پیدل چل کر حضرت خواجہ معین الدین کے روضہ کی زیارت کے لیے اجمیر جاؤں گا۔ چنانچہ فتح کے بعد 1567ء میں وہ پیدل اجمیر روانہ ہوا۔ جب مانڈل پہنچا تو ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے پیدل چل کر آنے سے منع کیا ہے۔ اجمیر پہنچ کر اس نے ۷ار رمضان المبارک 1567ء میں روضہ کی زیارت کی اور وہاں دس دن قیام کیا۔ پھر آگرہ روانہ ہوگیا۔ (اقبال نامہ اکبری۔ صفحہ ۱۷۶، اکبر نامہ: جلد دوم، صفحہ ۲۰۸۔۲۰۹)

تیسری مرتبہ 1568ء میں اکبر قلعہ رنتھمبور فتح کرنے کے بعد اجمیر شریف حاضر ہوا۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ کی زیارت کی۔ اس کے بعد آگرہ پہنچ کر حضرت شیخ سلیم چشتی کی خدمت میں فتح پور سیکری گیا۔ شیخ سلیم چشتی نے اسے لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی۔ اسی زمانہ میں بیگم حاملہ ہوئیں۔ (اقبال نامہ اکبری۔ صفحہ ۱۷۲ اور ۲۰۹)

چوتھی مرتبہ اکبر نے منت مانی تھی کہ اگر میرا لڑکا ہوگا تو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے آستانہ پر پیدل چل کر حاضر ہوں گا۔ چنانچہ جب بروز چہارشنبہ بتاریخ ۱۷ار ربیع الاول 1569ء میں حضرت شیخ سلیم الدین چشتیؒ کے مکان پر فتح پور سیکری میں جہانگیر پیدا ہوا تو اکبر بروز جمعہ بتاریخ ۱۲ار شعبان 1569ء کو آگرہ سے آپ کے روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے اجمیر گیا اور وہاں چند روز رہا۔ مجاروں کو بہت روپیہ تقسیم کئے۔

(اکبر نامہ جلد دوم۔ صفحہ ۳۳۹، اقبال نامہ اکبری۔ صفحہ ۵۹۲۔۵۹۳)

پانچویں مرتبہ 1570ء میں اکبر کے یہاں دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے اس کا نام محمد مراد رکھا اور لقب ''بہادری'' سے ملقب کیا۔ اس سال بھی بادشاہ نے اجمیر شریف کا سفر کیا اور آپ کے روضہ مبارک کا طواف کیا۔ (قلمی نسخہ طبقات اکبری۔ صفحہ ۲۳۵)

چھٹی مرتبہ 1571ء میں اکبر حصار فیروزہ کا تماشہ دیکھنے گیا اور حصار فیروزہ سے اجمیر شریف واپس آیا اور حضرت سلطان الہند کی زیارت سے مشرف ہوکر آگرہ پہنچا۔

(قلمی نسخہ طبقات اکبری۔ صفحہ ۲۳۵)

ساتویں مرتبہ 1572ء میں اکبر شکار کھیلتا ہوا اجمیر روانہ ہوا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار اقدس کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مشائخ و خدام و مجاوروں کو انعامات تقسیم کیے۔ (طبقات اکبری۔ صفحہ ۳۲۸)

آٹھویں مرتبہ 1573 میں اکبر اجمیر پہنچا اور حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ میں حاضر ہو کر روضہ مبارک کا طواف کیا اور قریب دو لاکھ نقد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور خواجہ خنگ سوار کے آستانہ مبارک کے مجاوروں اور دوسرے مستحقین کو تقسیم کیا۔

(قلمی نسخہ طبقات اکبری۔ صفحہ ۵۳)

نویں مرتبہ 1574ء میں رمضان کے مہینے میں اکبر خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ پر حاضر ہو کر لوازم زیارت و شرائط طواف بجا لایا۔ (طبقات اکبری صفحہ ۱۶۳)

دسویں مرتبہ 1576ء میں اکبر فتح پور سیکری سے طواف روضۂ غریب نواز کی غرض سے اجمیر روانہ ہوا اور اجمیر سے دس کوس قبل قیام کیا اور یہاں سے پیدل آستانہ عالیہ پر پہنچا۔ دس ہزار روپیہ خدام و مجاوروں کو عنایت کئے۔ (طبقات اکبری۔ صفحہ ۲۷۰)

گیارھیوں مرتبہ 1577ء میں اکبر پھر اجمیر شریف گیا اور حسب عادت ایک کوس قبل سے پیدل چل خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضر ہوا اور روضۂ منورہ کی زیارت کر کے دہلی روانہ ہو گیا۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۱۹)

بارھویں مرتبہ 1579ء میں اکبر اجمیر روانہ ہوا۔ جب اجمیر پانچ کوس رہ گیا تو وہ پیدل چل کر حضرت خواجہ غریب نواز کے روضۂ کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔

(اقبال نامہ اکبری صفحہ ۸۳۰)

تیرھویں مرتبہ 1580ء میں اکبر اجمیر میں خواجہ غریب نواز کے مزار کے طواف کر کے وہاں سے حضرت بابا فرید گنج شکر کے مزار کی زیارت کے لیے پنجاب روانہ ہوا۔

(طبقات اکبری۔ صفحہ ۲۷۷۔۲۷۸)

تعمیراتی کام

اکبر کو خواجہ صاحب سے بے حد عقیدت تھی۔اس نے 1567ء میں غریبوں اور مسکینوں کے کھانا بنانے کے لئے ایک بڑی دیگ عطیہ کی۔جس میں ایک سو بیس من چاول پکایا جاتا ہے۔بلند دروازے کے مغربی حصے میں یہ دیگ آج بھی محفوظ حالت میں رکھی ہوئی ہے۔اس کے بعد 1570ء میں اکبر نے لال پتھر سے ایک مسجد بنوائی جو زمین سے ۱۵ فٹ اونچائی پر بنی ہوئی ہے۔جو آج بھی اپنی صحیح صورت حال میں قائم ہے۔اس مسجد کے نیچے تہ خانے بنے ہوئے ہیں۔اکبر نے خواجہ صاحب کے درگاہ کی صحن میں ایک چراغ دان کی تعمیر کروائی جس میں ہر وقت چراغاں کیا جاتا ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۴۵)

اکبر کو خواجہ صاحب سے اتنی عقیدت تھی کہ اس نے درگاہ کے نزدیک اپنے لیے محل بنوایا تاکہ وہ جب بھی زیارت کے لیے جائے تو وہاں قیام کر سکے۔یہ محل شہر کے پیچھے ریلوے اسٹیشن کے پاس اکبری محل کے نام سے واقع ہے۔جسے اکبر نے 1570ء میں تعمیر کرایا تھا۔اس محل میں اب اجمیر میوزیم بنادیا گیا ہے۔اکبری محل میں سنگ تراشی کے خوبصورت نمونے مغلوں اور راجپوتوں کے طرز تعمیر کا مظہر ہے۔

1569ء میں اکبر نے غرباء اور مساکین کے آسائش کے لئے خواجہ غریب نواز کی درگاہ کے قریب ایک خانقاہ تعمیر کروایا اور اس کے لنگر خانے کے خرچ کے لئے جاگیر بھی عطا کی جس کا ذکر اکبر نامہ میں صفحہ ۴۴۰ پر ملتا ہے۔اس خانقاہ میں عرس کے موقع پر رجب کی ۵ تاریخ کو ۴ بجے شام کو سالانہ محفل ہوتا ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۲۸۲)

اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۰ء میں اجمیر شہر کے چاروں طرف چہار دیواری بنانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی امراء کو بھی یہاں عالیشان عمارتیں بنانے کا حکم دیا۔جسے سب نے تعمیل بھی کی۔اکبر نے اپنے لئے ایک محل تعمیر کرایا۔فصیل شہر کے سات دروازے تعمیر کروائے۔دہلی دروازہ ،ترپولیہ دروازہ،اوسری دروازہ،مدار دروازہ،خندقی دروازہ اور آگرہ دروازہ تعمیر کرائی۔

شہباز خان (فوجی سربراہ عہد اکبر) کی حاضری

شہباز خاں کا اصلی نام نظام الدین اور شہباز خاں خطاب تھا۔ خان کا خطاب اس کے خاندان میں چلا آرہا تھا۔ وہ لاہور کے رہنے والا تھا۔ اس کا سلسلہ نسب ۲۶ واسطوں سے حضرت عبداللہ بن زبیر تک پہنچتا ہے۔ اس کے اجداد میں حاجی جمال الدینؒ عرب سے ہندوستان آکر شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مرید ہوئے۔ (المشاہیر۔صفحہ ۸۵۔۸۷)

1577ء میں اکبر نے شہباز خاں اور مرزا قاسم خاں کی سرکردگی میں اودے پور کے لئے فوج روانہ کی اور 1578 میں اودے پور فتح ہوگیا۔ اس کے بعد 1580ء میں اکبر نے اجمیر کے سرکشوں کو زیر کرنے کے لئے شہباز خاں کو اجمیر بھیجا۔ (اقبال نامہ اکبری۔صفحہ ۳۹۶)

1599ء میں شہباز خاں کا اجمیر میں انتقال ہوا۔ اس کو حضرت خواجہ سے عقیدت تھی اسی لئے اس نے حضرت خواجہ کی درگاہ میں دفن کرنے کی وصیت کی تھی۔ مگر خدام راضی نہ ہوئے۔ اس لئے اس کو باہر دفن کیا گیا۔ رات کے وقت حضرت خواجہ نے منتظمین درگاہ کو عالم رویا میں تاکید فرمائی کہ شہباز خاں ہمارا دوست ہے اسکو شمال رویہ گنبد میں جگہ دو۔ صبح بمنت وسماجت ان کی میّت کو قبر سے نکال کر اسی مقام پر دفن کی گئی جہاں کیلئے ارشاد فرمایا گیا تھا۔ (المشاہیر۔صفحہ ۱۰۱)

جہانگیر کے اجمیر آنے کے موقع پر مرزا محمد علی بیگ بھی حاضر دربار خواجہ ہوئے۔ ان کو شہباز خاں سے بڑی محبت تھی شہباز خاں کی قبر کو دیکھ کر اس کے قبر سے لپٹ گئے اور کہنے لگے یہ ہمارا قدیمی دوست ہے۔ اسی وقت یہ بھی جاں بحق تسلیم ہوئے۔ مرزا محمد علی بیگ کو بھی وہیں دفن کیا گیا۔ (المشاہیر۔صفحہ ۱۰۱)

مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر

(1605 تا 1627ء) کی حاضری

جہانگیر اپنے تخت نشینی ہونے کے آٹھ سال بعد یعنی 1613ء میں اجمیر روانہ ہوا۔ جب اجمیر تقریباً ایک کوس کے فاصلہ پر رہ گیا تو وہ وہاں سے پیدل روانہ ہوا اور شہر اجمیر میں داخل ہوا۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور تقریباً تین سال تک اجمیر میں مقیم رہا۔ اس عرصہ میں نو مرتبہ خواجہ غریب نواز کے روضہ کی زیارت کی۔
(تزک جہانگیری۔ صفحہ ۱۶۸)

دوسری مرتبہ: 1614ء کی حاضری کے متعلق جہانگیر تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ "بزمانہ علالت میں یہاں آیا تھا۔ جس طرح میں بباطن خواجہ بزرگ کا معتقد اور حلقہ بگوش ہوا اور جانتا ہوں کہ میری ہستی انہیں کا طفیل ہے۔ اسی طرح صحت یاب ہو کر علانیہ میں درغلامی پہن کر حضرت خواجہ کا حلقہ بگوش ہو جاؤں۔ چنانچہ ماہ رجب میں میں نے کانوں میں سوراخ کر کے ایک ایک دانہ مردار بد آبدار دونوں کانوں میں پہنا اور اہل دربار نے بھی خزانہ شاہی سے دُرولعل (موتی) حاصل کر کے اپنے کانوں میں پہنے۔ رفتہ رفتہ یہ رسم عام ہو گئی"۔
(تزک جہانگیری۔ صفحہ ۱۳۱)

تیسری مرتبہ: 1615ء کی حاضری کے متعلق جہانگیر لکھتا ہے کہ "شب یکشنبہ بموقعہ عرس خواجہ بزرگ کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوا آدھی رات تک میں وہاں رہا۔ خدام و صوفیا وجد میں حائل تھے۔ فقراء و خدام کو میں نے اپنے ہاتھوں سے مال تقسیم کیا۔ اس موقع پر کل چھ ہزار روپیہ نقد اور بہتر قمیض و کرتا، تسبیح تقسیم کی گئیں"۔
(تزک جہانگیری۔ صفحہ ۱۴۸)

فلاحی و تعمیراتی کام

مغل بادشاہ جہانگیر نے 1613ء میں ایک دیگ درگاہ کے لئے عطیہ کیا جو چھوٹی دیگ کے نام سے مشہور ہے۔ بلند دروازے کی مشرقی حصے کی طرف یہ دیگ رکھی ہوئی

ہے۔اس میں تقریباً ۶۰ من چاول پکتا ہے۔

تارہ گڑھ کے مغرب جانب گھاٹی کے ایک دلکش مقام کا نام چشمۂ نور ہے۔بادشاہ جہانگیر نے اپنے نام نورالدین جہانگیر کی نسبت سے اسکا نام چشمۂ نور رکھا ہے۔اس چشمہ کا پانی بہت میٹھا ہے۔اس کے علاوہ درگاہ کی صندلی مسجد میں اضافہ کیا اور خواجہ غریب نواز کی مزار کے اوپر ایک چھپر کھٹ لگوایا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۲۷)

مغل بادشاہ شاہجہاں
(1627تا 1658ء) کی حاضری

شاہ جہاں نے اپنے اکیس سال کی عہد حکومت میں پانچ بار اجمیر آکر حضرت خواجہ کی درگاہ میں حاضری دینے کا شرف حاصل کیا۔ (کتاب التحقیق۔صفحہ ۲۳۲)

پہلی مرتبہ شاہ جہاں نے اپنے جلوس کے سال اول میں اجمیر آیا اور خواجہ غریب نواز کے روضہ پر حاضری دینے کے بعد وہاں کے مجاوران کو بخشش عطا کر انہیں خوش کیا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۳۱)

دوسری مرتبہ 1632ء میں شاہ جہاں بادشاہ نے اجمیر کی رونق بڑھائی (حاضر ہوا) آناساگر کے کنارے قیام کیا اور وہاں سے پیدل چلکر آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز پر حاضر ہوا۔روضہ منورہ کی زیارت سے دل کی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور دس ہزار روپے حضرت خواجہ کے خدام کو دئے۔زیارت کا شرف حاصل کر کے اجمیر کے جامع مسجد میں آیا۔ (کتاب التحقیق۔صفحہ ۲۴۰)

تیسری مرتبہ: 1639ء میں شاہجہاں آستانہ حضرت خواجہ غریب نواز پر حاضر ہوا اور روضہ منورہ کی زیارت کی۔اس موقع پر شہزادی جہاں آرا بیگم (بنت شاہ جہاں) بھی ساتھ آگرہ سے آئیں تھی۔ (کتاب التحقیق۔صفحہ ۲۵،بحوالہ مونس الارواح)

چوتھی مرتبہ: 1643ء میں شاہجہاں پھر اجمیر حاضر ہوا اور دولت باغ میں قیام کیا اور وہاں سے پیدل چل کر آستانہ مبارک پر حاضر ہوا۔ مزار اقدس کی زیارت کرنے کے بعد اس نے دس ہزار روپیہ حضرت خواجہ کے خدام اور دوسرے ضرورت مندان کو عنایت کئے۔ اس موقع پر بھی شہزادی جہاں آرا بیگم اجمیر ساتھ آئی تھی۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۴۴۔۴۵۔ بحوالہ مونس الارواح)

پانچویں مرتبہ: تاریخ راج پرستی صفحہ ۴۳ کے حوالے سے ''سیر المتاخرین'' میں لکھا ہے کہ 1654ء میں شاہجہاں چتوڑ ہوتے ہوئے اجمیر گیا۔ اس وقت چتوڑ کے قلعہ کی مرمت ہو رہی تھی۔ چونکہ یہ بات خلاف قرارداد تھی۔ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں کرن سنگھ ولد رانا امر سنگھ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ رانا امر سنگھ کے بعد اس کے جو کوئی جانشین ہو چتوڑ کے قلعے کی مرمت اور درستگی نہ کرائے۔ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر شاہجہاں نے اپنے وزیر کو تیس ہزار فوج کیساتھ قلعہ مسمار کر دینے کے لئے چتوڑ روانہ کیا۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۴۴)

تعمیراتی کام

شاہجہاں کو بھی خواجہ صاحب سے بحد عقیدت تھی۔ جس نے 1637ء میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی جو سفید سنگ مرمر کے چوکور پتھروں سے اور بہترین کٹائی کے ستونوں والی یہ مسجد درحقیقت شاہجہاں کی فن تعمیر سے محبت کی علامت ہے۔ اس کی تعمیر میں تقریباً 2,40,000 روپے خرچ ہوئے تھے اور اس کی تعمیر 16 برسوں میں مکمل ہوئی۔ جو نہایت ہی خوبصورت اور نفیس مسجد ہے۔ جو آج بھی اپنی صحیح صورت پر قائم ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۵۱)

اس کے علاوہ 1637ء میں شاہجہاں نے ایک دروازہ جسے نقار خانہ کے نام سے جانا جاتا ہے کی تعمیر لال پتھر کے استعمال سے کرائی۔ جہاں نقارے رکھے ہوئے ہیں۔ دن میں پانچ وقت اور چاندرات کی شام یہاں یہ نوبت بجتی ہے۔

درگاہ شریف کے جنوب میں ایک گہرا چشمہ باولی جہالرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ

کبھی خشک نہیں ہوتا۔ درگاہ اور شہر کے بعض محلے اس سے پانی لیتے ہیں۔ درگاہ سے ایک وسیع زینہ اس میں جانے کے لئے بنا ہے۔ بھشتی اسی زینہ سے پانی بھر کر لاتے ہیں۔ دوسرا زینہ اس میں سولہ کھمبہ کی طرف سے بھی ہے۔ تیسرا زینہ مقبرہ کے قریب سے ہے۔ اس باولی (جہالرہ) کے مضبوط چہار دیواری شاہجہاں بادشاہ نے بنوائی تھی۔ اس کے علاوہ شاہجہاں نے اجمیر میں اپنے لئے ایک محل تعمیر کرایا۔ جسے شاہجہانی محل کے نام سے جانا جاتا ہے۔

شہزادی جہاں آرا بیگم
(بنت شاہجہاں۔ 1639ء) کی حاضری

ایک مرتبہ اس نے اپنے والد شاہجہاں بادشاہ کے ساتھ 1639ء میں اجمیر آکر روضۂ غریب نواز پر حاضری دی۔ اس حاضری کے واقعات وہ خود اپنی کتاب "مونس الارواح" میں لکھتی ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: "فقرہ جہاں آرا بیگم جب اپنی خوش قسمتی سے اپنے والد (شاہجہاں بادشاہ) کے ساتھ ۱۳ شعبان 1639ء میں آگرہ سے روانہ ہو کر ۷ رمضان 1639ء میں جمعہ کے دن اجمیر پہنچی اور انا ساگر کی عمارتوں میں قیام کیا"۔ اس حاضری کے متعلق شہزادی موصوفہ یہ بھی لکھتی ہیں کہ بادشاہ شاہجہاں کو ایک زمانہ تک حضرت بزرگ کی سیادت تسلیم نہیں تھی۔ مگر دوران قیام اجمیر ایک دن حضرت خواجہ بزرگ کی نسبت سے ابوالفضل کی تحریر پڑھی اور بادشاہ نے جہاں آرا کا قول مان لیا۔ (کتاب التحقیق۔ صفحہ ۲۵۰ بحوالہ مونس الارواح)

اس کے بعد شہزادی موصوفہ نے 1643ء میں اپنے والد کے ساتھ اجمیر آکر روضۂ غریب نواز پر حاضری دی۔ اس حاضری کے متعلق جہاں آرا کا بیان مندرجہ کتاب "مونس الارواح" کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ یہ واقعات قلمی نسخہ میں نہیں ہے مگر مطبوعہ کے آخر میں لکھا ہے۔ "میں بتاریخ ۱۸ شعبان کو اپنے والد بزرگوار کے ساتھ آگرہ سے اجمیر روانہ ہوئی اور ۷ رمضان المبارک 1643ء کو وہاں پہنچی۔ اس میں میرا یہ معمول رہا کہ ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد سورۃ یٰسین اور سورۃ فاتحہ

نہایت اخلاص اور عقیدت مندی سے پڑھکر اسکا ثواب حضرت خواجہ بزرگ کی روح پر فتوح کی نذر کرتی رہی''۔

(احسن السیر ۔صفحہ ۴۴۔۴۶ بحوالہ مونس الارواح)

''کچھ دنوں تک تالاب آنا ساگر کی عمارت میں میرا قیام رہا اس عرصہ میں خواجہ بزرگ کے ادب و تعظیم میں کبھی پلنگ پر نہ سوئی اور نہ روضۂ منورہ کی جانب کبھی پشت اور پاؤں کئے۔ دن بھر درختوں کے سایہ میں گزار دیتی تھی''۔ (یہی واقعات صاحب کتاب التحقیق نے 1636ء کی حاضری سے متعلق لکھے ہیں)۔'' آنحضرت کی برکت سے اسی شب میں مولود کی اور خوب چراغاں کیا۔ الحمدللہ والمنت وصد ہزار شکر کہ جمعرات کے دن بتاریخ ۱۴ رمضان المبارک کو حضرت پیر ودستگیر کے مرقد منورہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک پہر دن کا باقی تھا کہ طواف کیا۔ مزار پاک کی خاک وخوشبو کو سرمۂ چشم بنایا۔ اس سے دل پر جو ذوق وشوق کی حالت اور کیفیت طاری تھی وہ تحریر میں نہیں آسکتی ہے۔ میں نے قبر شریف پر عطر اپنے ہاتھوں سے ملایا اور چادر گل جو میں اپنے سر پر رکھ لائی تھی۔ مزار شریف پر پیش کی۔ اس کے بعد میں نے سنگ مرمر کی مسجد میں آکر نماز پڑھی۔ یہ مسجد دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ خرچ کر کے والد بزرگوار نے تعمیر کرائی تھی۔ پھر گنبد مبارک میں بیٹھ کر سورۃ یٰسین وسورۃ فاتحہ حضرت خواجہ کی روح پر فتوح پڑھی اور مغرب تک وہاں حاضر رہی اور آنحضرت کے یہاں شمع روشن کر کے آب جہالرہ سے روزہ افطار کیا۔ عجیب شام تھی جو صبح سے بہتر تھی۔ اس متبرک مقام سے گھر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر مجبور تھی۔ اگر چہ خود مختاری ہوتی تو ہمیشہ اسی گوشۂ عافیت میں بسر کرتی۔ ناچار روتی ہوئی اس درگاہ سے رخصت ہو کر گھر آئی۔ تمام رات بے قراری میں کٹی۔ صبح کو جمعہ کے دن والد بزرگوار کے ساتھ آگرہ روانہ ہوئی''۔

(احسن السیر ۔صفحہ ۴۴۔۴۶ بحوالہ مونس الارواح)

تعمیراتی کام

جہاں آرا بیگم نے درگاہ شریف کے گنبد کے قریب ۱۶۴۳ء میں ایک دالان تعمیر کرایا جو بیگمی دالان کے نام سے مشہور ہے درگاہ شریف کے احاطے میں تعمیر سبھی عمارتوں میں بیگمی دالان کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ یہاں لوگ ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ جہاں آرا بیگم

نے خواجہ غریب نواز کے مزار کی چاروں طرف سنگ مرمر کے استعمال سے ایک نہایت نفیس کٹہرہ تعمیر کرایا تھا۔ جو آج بھی اپنے صحیح صورت حال میں باقی ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۴۳۔۴۴)

مغل بادشاہ محی الدین عالمگیر اورنگ زیب (1658تا1707ء) کی حاضری

یہ بادشاہ پہلی مرتبہ اس وقت اجمیر آیا جب داراشکوہ نے قلعہ تارا گڑھ پر مورچہ بندی کر کے عالمگیر کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ 1657ء میں عالمگیر خواجہ غریب نواز کے آستانۂ مبارک پر حاضر ہوا اور پانچ ہزار روپیہ یہاں کے مجاورین کو عنایت کئے۔

دوسری مرتبہ 1679ء میں اورنگ زیب اجمیر حاضر ہوا اور حضرت خواجہ غریب نواز کے مزار اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

تیسری مرتبہ 1679ء میں اورنگ زیب بادشاہ نے حضرت خواجہ کے مزار پر حاضری دی اور محلات جہانگیری کی جانب سے اس نے پانچ ہزار روپیہ نذر کئے۔ اس کے بعد وہ آنا ساگر کی طرف گیا۔

چوتھی مرتبہ اودے پور سے واپسی کے موقع پر 1680ء میں اجمیر وہ حاضر ہوا اور سب سے پہلے پیدل خواجہ غریب نواز کے آستانۂ مبارک پر حاضر ہوا۔
(کتاب التحقیق۔صفحہ ۲۶)(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۲۷۷۔۲۲۸)

لارڈ کرزن (وائسرائے ہندوستان) (1899تا1905ء) کی حاضری

لارڈ کرزن 1902ء میں حضرت خواجہ کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ دربار غریب نواز کی بلا تفریق مذہب عام مقبولیت کو دیکھ کر اس نے مزار شریف کے لئے لکھا کہ ''میں نے ہندوستان میں ایک قبر کو شہنشاہی کرتے دیکھا''۔ (معین الارواح صفحہ ۳۲۴)

شاہ افغانستان امیر حبیب اللہ خاں
(1907ء) کی حاضری

شاہ افغانستان نے 1907ء میں حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔آپ درگاہ شریف میں مع چیف کمشنر اور دیگر حکامان برطانیہ آئے۔متولی ،دیوان اور خدام صاحبان نے آپ کا استقبال کیا مگر آپ کسی سے متوجہ نہیں ہوئے۔پہلے سیدھے درگاہ شریف کے قبہ میں حاضر ہوئے۔گنبد شریف کے دروازے بند کر دیۓ گئے ۔سب کو اندر آنے سے روک دیا گیا۔آپ تنہا تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک گنبد شریف میں حاضر رہے۔اس کے بعد باہر آ کر درگاہ کے متولی اور دیوان صاحب سے مصافحہ کیا اور ہم کلام ہوئے۔

(معین الارواح۔صفحہ ۳۲۴)

نواب حامد علی خاں (نواب رامپور)
(1889تا1930ء) کی حاضری

جاورہ جاتے ہوئے آپ نے 1909ء میں اجمیر کے اسٹیشن پر اپنی اسپیشل ٹرین ٹھہروائی اور دربار خواجہ غریب نواز میں حاضری دی۔جس وقت آپ درگاہ شریف پہنچے اس وقت قبہ شریف کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔آپ بیگمی دالان میں دروازے کے سامنے بہت دیر تک سر جھکائے روتے رہے۔اس وقت بیگمی دالان میں سب کو آنے سے روک دیا گیا تھا۔آپ یہاں تقریباً ایک گھنٹہ تک حاضر رہے۔اس موقع پر نواب خواجہ محمد خان (جاگیر دار دھول پور) آپکے ساتھ تھے۔آپنے چاہا کہ قبہ شریف کے اندر حاضری دوں مگر درگاہ کے ذمہ دار کارکنان نے معینہ وقت کے خلاف دروازہ کھولنےمیں مجبوری ظاہر کی۔

(معین الارواح۔صفحہ ۳۲۵)

میر عثمان علی خاں (نظام حیدر آباد دکن) کی حاضری (1912ء)

آپ 1912ء میں خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہاں کے غرباء ومساکین کو کھانا کھلوایا۔ یہ لنگر عام تھا۔ ہزار ہا روپیہ خیرات کئے اور خدام صاحبان میں بھی بہت روپیہ تقسیم کئے۔ ایک عظیم الشان صدر دروازہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

آپ دوبارہ بتاریخ ۱۳/نومبر 1913ء میں حاضر آستانہ ہوئے۔ اس وقت دروازہ (عثمانی گیٹ) زیر تعمیر تھا۔ آپ نے درگاہ کی جامع مسجد اور درگاہ شریف کے اندرونی حصہ کو مرمت کروائی۔ سنگ مرمر کا ایک چراغ دان تعمیر کرایا۔ دونوں جھالروں کو ایک کروایا۔ مزار شریف کے بائیں جانب چاندی کی تختی پر سونے کے حروف سے لکھا ہوا ذیل شعر آپ ہی کا نذر کردہ ہے۔

"گر بگورم بخاطر پاک تو باک نیست خاشاک بیں کہ بر سر دریا گزر کند"

گنبد شریف کے اندر لگے شمع دان میں روزانہ موم بتی آپ ہی کی طرف سے روشن ہوتی تھی اور روزانہ ایک وقت دلیہ کا لنگر بنتا تھا۔ ایام عرس میں دو دیگیں بھی آپ کی طرف سے پکائی جاتی تھیں۔ دار العلوم عثمانیہ (دینی مدرسہ) کے اخراجات بھی آپ ادا کرتے تھے۔ مدرسہ میں سالانہ طلباء کی دستار بندی ہوا کرتی تھی۔ طلباء کو وظائف اور کتابیں بھی مفت دیجاتی تھیں۔ مگر 1947ء کے فسادات اجمیر کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ دیوان صاحب کی حویلی ایک مہاجن کے پاس رہن تھی۔ قرضہ پر سود بڑھتا جا رہا تھا۔ دیوان صاحب ادا نہ کر سکے تو نظام حیدر آباد نے قرضہ ادا کر کے اس حویلی کو درگاہ کے نام وقف کر دی۔

(معین الارواح۔ صفحہ ۳۲۵)

تعمیراتی کام

نظام حیدرآباد کو خواجہ صاحب کی درگاہ سے خصوصی دلچسپی تھی۔انہوں نے ایک گیٹ کی تعمیر کرائی جو نظام گیٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔جس کی تعمیر 1912ء میں حیدرآباد دکن کے نواب میر عثمان خان نے کرائی تھی۔اس دروازے کی اونچائی 70فٹ ہے۔اس پر ہر روز پانچ بار نوبت بجائی جاتی ہے۔درگاہ شریف میں ایک محفل خانہ کہ تعمیر کی گئی جو درگاہ کی ایک اہم جگہ ہے۔اس کی تعمیر حیدرآباد دکن کے نواب بشیرالدین صاحب نے 1918ء میں کرائی تھی۔یہاں عرس کے دنوں میں قوالیاں ہوتی ہیں۔جھاڑ فانوس سے بھی اس محفل خانہ کی دلکشی قابل دید ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۴۳ اور ۳۴۸)

مہاراجہ گووندسنگھ والی ریاست دیتا (1912ء) کی حاضری

برطانیہ حکومت نے آپ کی ریاست پر قبضہ کرلیا اور آپ کو بحالت معزولی بریلی اور افریقہ میں رہنے کے بعد اجمیر میں رکھا۔اس دوران آپ بہت غمگین رہا کرتے تھے۔ایک دن آپ سیّد معصوم علی صاحب و نواب خواجہ محمد خاں صاحب (جاگیردار دھولپور) اور نواب زادہ حاجی اکرم علی خاں صاحب کے ساتھ خواجہ غریب نواز کے آستانۂ عالیہ میں حاضر ہوئے۔آپ نے عطر میں بسی ہوئی پھولوں کی چادر اپنے سر پر رکھ کر مزار شریف پر پیش کی۔اور اپنی بحالی کی دعا مانگی۔ان کی دعائیں قبول ہوئیں اور انگریزی حکومت نے انکی ریاست انہیں لوٹا دی۔

سرکشن پرساد صدراعظم دولت آصفیہ حیدرآباد دکن (1924ء) کی حاضری

آپ ۲۳ ستمبر 1924ء میں مع اہل و اعیال خواجہ غریب نواز کے آستانۂ عالیہ

پر حاضر ہوئے۔آپ شاعر بھی تھے۔شاؔد آپکا تخلص تھا۔آستانہ عالیہ کے حاضری کے متعلق آپ نے کچھ قطعات بھی لکھے ہیں:

”جھکتے ہیں شاہوں کے سر خواجہ کی وہ سرکار
ہیں ملک درباں وہ شاہِ چشت کا دربار ہے
شاؔد کیا پرواہ ہو بال ہما کی تجھکو اب
خواجہ اجمیر کا تو مورچھل بردار ہے“

”مورچھل جھلنے کی خدمت مِل گئی
شاد کو دنیا کی عزت مل گئی
بارگاہ خواجہ اجمیر سے
لو کلیدِ گنج قسمت مل گئی

ہند کے سلطان تم ہو مصطفٰی کا واسطہ
پنجتن کا واسطہ آلِ عبا کا واسطہ
شاؔد اس درکا ہی سائل دیجئے دل کی مراد
یا معین الدین اجمیری خدا کا واسطہ

(معین الارواح۔صفحہ ۳۲۶)

مہاراجہ رانا اودے بھان سنگھ (والئ دھولپور) کی حاضری

آپ ایک فقیر دوست راجہ تھے۔1947ء کے فرقہ وارانہ فسادات میں آپ نے اپنی ہندو مسلمان رعایا کی حفاظت کی۔آپ گاندھی جی کی طرح ہر مذہب کی عزت کرنے والے انسان تھے۔آپ نے تین مرتبہ درگاہ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہوکر چادر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور بعض مقدس مقامات پر بھی عقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے۔شام کے وقت روزانہ جنگل کے جانوروں کو کچھ کھلاتے تھے۔ان کے موٹر کے گرد تیتر،لومڑی،گیدڑ،سانبھر وغیرہ جمع ہو جاتے تھے اور اپنا پیٹ بھر کر چلے جاتے تھے۔

(معین الارواح۔صفحہ ۳۲۷)

سرمحمدیعقوب صاحب
(مراد آبادی۔1939ء)کی حاضری

آپ وکیل حافظ محمد اسماعیل صاحب شاہجہانپوری کے صاحبزادے تھے ۔مراد آباد کے باعزت لوگوں میں تھے ۔اپنے غریب دوستوں کو بھی عزت کرنے والے ایک فقیر دوست انسان تھے۔وائسرائے کی کونسل کے ممبر ہوئے۔آپ پہلے ہندوستانی تھے جو اس کونسل کے ڈپٹی پریذیڈینٹ ہوئے۔پھر فارن منسٹر ہوکر حیدر آباد دکن چلے گئے۔انگریزی حکومت نے آپ کو سر کا خطاب دیا۔آپ نے 1939ء میں حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۴۷)

سردار عبد الرب نشتر (گورنرپنجاب)
(1946ء)کی حاضری

آپ نے 1946ء میں حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر حاضری دی۔آپ قوم کے بہی خواہ تھے جو بٹوارہ کے بعد پاکستان میں بھی پنجاب کے گورنر ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۴۷)

پنڈت جواھر لال نھرو (1945ء) کی حاضری

1945ء میں پنڈت جواہر لال نہرو بھی خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضر ہوئے۔دن کے تین بجے کے قریب غلام حسین عرف طوطی قوال سے درگاہ میں قوالی سنی۔دوسری مرتبہ آپ فسادات اجمیر کے زمانہ (1947ء) میں حاضر آستانہ ہوئے۔اس موقع پر آپ نے تقریر بھی کی اور عمارت درگاہ کی حفاظت کا انتظام کیا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۴۷)

اس کے علاوہ عظیم شخصیت
اور مختلف رھنمائوں کی حاضری

☆ راج گوپال اچاریہ گورنر جنرل ہند نے 1945ء، میں خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری دی۔

☆ ڈاکٹر راجیند رپرساد (صدر ہند) نے 1951ء میں خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری دی۔

☆ مہاتما گاندھی (رہنماء ہند) نے 1920ء میں خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری دی۔

☆ مولانا محمد علی جوہر (رہنماء ہند) نے 1928ء میں خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری دی۔

☆ شبیر حسین خاں جوش ملیح آبادی نے 1921ء میں خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ مولانا حسرت موہانی نے خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ مولوی احمد سعید دہلوی نے خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ مولوی حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی نے خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ علی سکندر جگر مرادآبادی نے 1945ء نے خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ قاضی عبد الغفار مراد آبادی نے خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۲۸۔۳۲۹)

☆ جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان، نے خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ پرویز مشرف صدر پاکستان نے بھی خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ جنرل ارشاد صدر بنگلہ دیش نے بھی خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ ضیاء الرحمٰن صدر بنگلہ دیش نے بھی خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ خان عبد الغفار خان سرحدی گاندھی (پاکستان) نے بھی خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆ مصنف ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن صدیقی بھوجپوری نے بھی جنوری ۲۰۰۸ء میں خواجہ معین الدین چشتی کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

☆☆☆

مندرجہ ذیل کتب کے حوالہ سے اس باب کو مرتب کیا گیا ھے

نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	زبان	نام مطبع
اجمیر ٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو	ہربلاس ساردا	۱۹۴۱ء	انگریزی	فائن آرٹ پرنٹنگ پریس، اجمیر
احسن السیر	محمد اکبر جہاں اجمیری	۱۲۹۴ھ	اردو	مفید عام پریس، آگرہ
اکبر نامہ	ابوالفضل مبارک (ترجمہ فدا علی خاں)	عہد اکبری	ترجمہ فارسی اردو	دارالمطبع جامع عثمانیہ، حیدرآباد
اقبال نامہ اکبری	ذکاءاللہ دہلوی	۱۸۹۷ء	اردو	شمس المطابع، دہلی
آتش کدہ	حاجی لطف علی بیگ اصفہانی	۱۲۰۶ھ	فارسی	
المشاہیر	مولوی فیض احمد	۱۸۹۲ء	اردو	نامی پریس، میرٹھ
طبقات اکبری	نظام الدین احمد بدایونی	۱۹۲۷ء	فارسی سے اردو	مسلم یونیورسٹی علی گڈھ
طبقات اکبری	نظام الدین احمد بدایونی	قلمی نسخہ	فارسی	نول کشور پریس لکھنو
تزک جہاں گیری	جہانگیر	عہد جہانگیر ۱۸۶۳ء	فارسی	نول کشور پریس لکھنو
کتاب التحقیق	منشی امین الدین خاں مفتوں	چودھویں صدی ہجری	اردو	صوفی پریس، اجمیر
معین الارواح	محمد خادم حسین زبیری معینی	بیسویں صدی عیسوی	اردو	آگرہ اخبار برقی پریس، آگرہ

چھٹا باب

خواجہ غریب نواز کی درگاہ سے اولیاء کرام و درویشوں کی عقیدت اور ان کی حاضری

خواجہ غریب نواز کے سلسلہ چشتیہ کے تمام خلفاء، جو آپ کے بعد منصب پر فائز ہوئے، جیسے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (مہرولی، دہلی) حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ (پاک پٹن)، حضرت جمال الدین ہانسویؒ (ہانسی)، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء، دہلی، حضرت شیخ صابر علی کلیری اور انکے خلفاء، و مریدین تو روضہ مبارک پر برابر حاضر ہوتے رہے اور آج بھی ملک میں جتنی چشتی خانقاہیں ہیں ان کے سجادہ نشین خواجہ غریب نواز کے استانہ مبارک پر حاضر ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں، لیکن یہاں چند ایسے بزرگان دین کا ذکر کرنا مقصود ہے جنکی دربار خواجہ غریب نواز میں حاضری کے بارے میں بہت کم ذکر ملتا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر (پاک پٹن) کی حاضری

آپ نے غریب نواز کی حیاتِ زندگی میں بھی زیارت کی اور اجمیر حاضر ہو کر چلہ کشی بھی کی۔ اُنکے چلہ گاہ کا ذکر پچھلے باب میں کیا گیا ہے۔

شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر (پانی پتی-1323ء) کی حاضری

آپ اولیائے صاحب اسرار چشت سے ہیں کم عمر میں آپ علم حاصل کرنے میں مصروف رہے اور مجاہدہ اختیار کیا۔ جب جذب وسکر بڑھا تو کتابیں دریا میں ڈال دیں اور

خاندان چشت سے ارادت کا شرف حاصل کیا۔آپ کی بہت ساری کتابیں ہیں جو عشق، محبت، حقائق اور توحید سے متعلق ہیں۔آپ کے دو خطوط بھی بشکل کتاب محفوظ ہیں جو آپ نے اپنے مرید اختیارالدّین کو لکھے ہیں۔آپ شہر پانی پت (ہریانہ) کے رہنے والے ہیں۔آپ کے والد کا نام سالار فخر الدین ہے اور والدہ کا نام بی بی حافظہ جمال ہے۔ان کے مزار پانی پت میں شہر کے شمالی علاقہ میں واقع ہیں۔آپ کے بہت مریدان وخلفاء ہیں۔بقول سیر االاقطاب آپ حضرت امام ابوحنیفہ کی اولاد میں سے ہیں۔سیر الاقطاب میں مرقوم ہے کہ آپ کا شجرہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تک اس طرح پہونچتا ہے۔شیخ بوعلی شاہ قلندرؒ مرید وخلیفہ شیخ عاشقِ خداؒ مرید شیخ امام الدین ابدالؒ مرید شیخ بدرالدین غزنویؒ مرید وخلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ۔

آپ حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ کے ہمعصر ہیں۔جب حضرت شمس الدینؒ کلیر شریف سے پانی پت میں تشریف لائے تو شہر میں قیام فرمایا۔شیخ بوعلی شاہ قلندرؒ شہر میں رہا کرتے تھے مگر کچھ دنوں بعد بڈھا کھیڑہ گاؤں میں قیام فرمایا۔

مشہور ہے جب آپ دربارِ غریب نواز میں حاضر ہوئے اس وقت خواجہ بزرگ کا مزار اقدس کچا تھا آپ نے روضۂ منورہ کے خادم سے فرمایا کہ اس مزار کی خدمت کروگے تو تمہاری اولاد بہت پھلے پھولے گی۔بقول "سیر الاقطاب" و "تذکرۃ العابدین" آپ کا وصال بتاریخ ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۲۳ء میں ہوا۔آپ کا مزار پانی پت میں ہے۔ (خزینۃ الاصفیاء جلد اول۔صفحہ ۳۲۷۔۳۲۸)

مولانا فخرالدین زرادی
(1339ء) کی حاضری

آپ حضرت نظام الدین الاولیاء کے خلفائے خاص میں سے ہیں۔آپ فقہ وحدیث وتفسیر میں مفتی وقت تھے۔شعر گوئی میں بھی ممتاز زمانہ تھے۔آپ سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوکر صدق دل کے ساتھ مرید ہوئے اور غیاث

پور (دہلی) میں رہنے لگے۔ آپ کئی بار خواجہ معین الدین چشتی کے روضہ کی زیارت کے لئے اجمیر گئے اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مزار کی زیارت کے لئے اجودھن (پاک پٹن) پہونچے۔ آپ اکثر سفر میں وقت گذارا کرتے تھے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کہا کرتے تھے کہ ''جو کچھ مجھے ایک ماہ کے مطالعہ کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ فخرالدین زراوی کے ایک ملاقات میں ہو جاتا ہے،، آپ سلطان محمد تغلق کے حکم سے دہلی چھوڑ کر بیت اللہ چلے گئے۔ حج وزیارت روضہ عالیہ نبوی سے فارغ ہونے کے بعد بغداد آئے اور وہاں کے علمائے عصر سے علم حدیث میں بحث کی اور وہاں کچھ دن رہنے کے بعد ہندوستان روانہ ہوئے راستے میں آپکی کشتی دریا میں غرق ہوگئی آپ بھی ۱۳۳۹ء میں غرق بحر رحمت ہو گئے۔

(خزینۃ الاصفیاء جلد اول۔ صفحہ ۳۵۱)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت
(دھلی۔1383ء) کی حاضری

حضرت مخدوم جلال الدین بخاری جہانیان جہاں گشت ۱۳۸۳ء میں کچھو چھہ شریف کی زیارت کرنے کے بعد خواجہ غریب نواز کے آستانہ مبارک پر تشریف لائے۔

(سفرنامہ مخدوم جہانیاں۔ صفحہ ۴۴)

شیخ بدیع الدین عرف شاہ مدار
(مکن پور۔ 1436ء) کی حاضری

آپ ہندوستان کے مشہور مشائخین میں سے ہیں۔ آپ شیخ طیفور شامی کے مرید ہیں۔ جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو سب سے پہلے دربار خواجہ غریب نواز میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی باطنی اجازت حاصل کرکے آپ کالپی تشریف لے گئے۔ آپکی وفات ۱۴۳۶ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار مکن پور میں ہے۔

(تذکرۃ العابدین۔ صفحہ ۲۳۲۔۲۳۳)

حضرت شیخ سلیم چشتی (فتح پور سیکری)
(1571ء)کی حاضری

آپ کی ولادت ۱۴۷۸ء میں ہوئی۔آپ خواجہ ابراہیم کے مرید ہیں۔آپ کے والد کا نام بہاء الدین ہے۔آپ بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی شیخ موسیٰ سے حاصل کی اس کے بعد سرہند جاکر شیخ مجدالدینؒ سے علم حاصل کئے۔اٹھارہ سال کی عمر میں آپ خشکی کے راستے سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔تیس سال تک عرب، روم، شام اور مصر کی سیاحت میں رہے۔اس عرصہ میں چودہ حج کئے۔ ۱۵۳۳ء میں فتح پورسکری تشریف لائے۔۱۵۵۴ء میں پھر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ۱۵۶۳ء میں واپس ہندوستان آکر فتح پور سیکری میں خانقاہ تیار کرائی۔شیر شاہ سوری، سلیم شاہ سوری اور اکبر بادشاہ کو آپ سے عقیدت تھی۔ (خزینۃ الاصفیاء جلد اول۔صفحہ۔۴۳۲)

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ اکبر کے ساتھ دربار غریب نواز میں حاضر ہوئے۔اکبر نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ کی کیا شان ہے؟ آپ نے فرمایا ''حضرت خواجہ غریب نواز کی یہ شان ہے کہ اکبر جیسا بادشاہ اور سلیم جیسا فقیر عرصہ سے دربار میں حاضر ہیں مگر اب تک باریابی نصیب نہیں ہوئی'' آپ کی دعا سے اکبر کے یہاں شہزادہ سلیم کی ولادت ہوئی۔آپ کا وصال ۲۹ رمضان المبارک ۱۵۷۱ء میں ہوا۔ بقول'' مفتاح التواریخ'' آپ کا وصال ۲۷ رمضان المبارک ۱۵۷۱ء میں ہوا۔آپ کی درگاہ فتح پور سیکری میں ہے جو آگرہ سے ۲۴ میل پہلے ہے۔آپ کا سالانہ عرس بڑی شان سے ہوتا ہے۔آپ کی درگاہ جہانگیر نے تعمیر کرائی تھی۔ (خزینۃ الاصفیاء جلد اول۔صفحہ۔۴۳۲)

حضرت مجددالف ثانی (سرهند، پنجاب)
(1624ء)کی حاضری

آپکی ولادت ۱۵۳۶ء میں ہوئی۔آپ خلیفہ دوم حضرت عمر کی اولاد میں سے ہیں اور

سلسلہ نقشبندیہ سے شیخ عبدالباقیؒ کے سلسلہ قادریہ سے شیخ اسکندرؒ کے اور سلسلہ چشتیہ صابریہ اور سلسلہ سہروردیہ سے عبدالاحدؒ کے مرید ہیں۔ جس زمانہ میں آپ اجمیر شریف میں حاضر تھے ماہ رمضان تھا۔ برسات میں بارش بکثرت ہو رہی تھی۔ آپ صندلی مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۶۲۴ء بقول دیگر ۱۶۱۵ء میں ۶۳ سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار شریف سرہند میں ہے۔ آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

(حضرات القدس دفتر دوم۔ صفحہ ۱۲۷ و ۱۸۲، خزینۃ الاولیاء۔ صفحہ ۱۵۷۔۱۵۸۔۱۵۹)

شیخ عبداللہ (اجمیر۔ 1629ء) کی حاضری

آپ کا نسب نامہ بارہ واسطوں سے حضرت غوث الثقلین تک پہونچتا ہے۔ آپ نے اپنے والد سے خرقہ حاصل کیا۔ ہندوستان کے اکثر مشائخ سے آپ نے ملاقات کی۔ دہلی کے نزدیک اقامت اختیار فرمائی۔ شیخ سلیم چشتی کے ساتھ سفر پر گئے اور زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے ہندوستان آکر اپنے مرشد کے اشارہ پر اجمیر گئے اور حضرت خواجہ غریب نواز کے روضہ منورہ کے قریب چلہ کیا اور فیوض حاصل کئے۔ حضرت خواجہ کے باطنی اشارہ کے مطابق پھر موضع بہتہ (اجمیر) میں آکر رہنے لگے۔ آپ سے بہت مخلوق فیضیاب ہوئی۔

جہانگیر نے آپ کو غصہ کے عالم میں طلب کیا مگر جب آپ اس کے پاس پہونچے تو وہ موم ہو گیا۔ آپکا وصال بتاریخ دس ربیع الاول ۱۶۲۹ء میں بروز جمع ہوا۔ آپ کا مزار موضع بہتہ اجمیر میں ہے۔ آپ کے سالانہ عرس میں مجمع کثیر ہوتا ہے۔ (مآثر الکرام دفتر اول۔ صفحہ ۷۱۔۷۲)

حضرت سیدنا شاہ ابوالعلا اکبر آبادی
(آگرہ۔ 1650ء) کی حاضری

آپ کی ولادت ۱۵۲۸ء میں ہوئی۔ آپ اپنے عم بزرگوار امیر عبداللہ سے بیعت ہوئے اور فیض روحی حضرت خواجہ غریب نواز سے حاصل کی۔ جہانگیر کے عہد میں آپ

اجمیر حاضر ہوئے اور کچھ دنوں تک قیام کے بعد اکبر آباد چلے آئے۔آپ کا وصال ۱۶۵۰ء میں ہوا۔آپ کا مزار مقدس محلہ وزیر پورہ کے قریب آگرہ میں ہے۔آپ کا سالانہ عرس بڑی شان سے ہوتا ہے۔آپ کے سلسلہ کے لوگ حیدرآباد (دکن)، داناپور (پٹنہ) وغیرہ میں اکثر ہیں۔مفصل حالات ''نجاتِ قاسم'' مرتبہ سید شاہ محمد قاسم داناپوری میں بیان کیا گیا ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱ و مفتاح التواریخ۔صفحہ ۲۵۶۔۲۵۸)

میر سیّد احمد بن میر سیّد محمد (کالپی-1673ء) کی حاضری

آپ نے ابتدائی زمانہ میں اپنے والد سے علم حاصل کیا مگر تفسیر بیضاوی وغیرہ آپ نے شیخ محمد افضل الہ آبادی سے پڑھی۔آپ اپنے والد سے بیعت ہیں۔چوبیس سال کی عمر میں اپنے والد کی مسند پر بیٹھے۔آپ کے والد آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ محمد و احمد ایک ہیں۔جب آپ کے والد حضرت خواجہ غریب نواز کے مزار کی زیارت کر کے رخصت ہوئے تو فرمایا کہ حضرت خواجہ نے مجھے رخصت فرمادیا اور دستار سید احمد کے سر پر بندھوادی۔حضرت سید احمد بھی اپنے والد کی سنت کے مطابق ایک مرتبہ اجمیر میں حاضر ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز کی روحانیت سے فیضیاب ہوئے۔آپ عالمگیر کے ہمعصر بزرگ ہیں۔آپ کا وصال ۱۹ صفر ۱۶۷۳ء میں ہوا۔آپ کا مزار کالپی میں ہے۔ (ماثر الکرام دفتر اول۔صفحہ ۸۵۔۸۹)

حضرت مولانا فخر الدین المعروف مولانا فخر جہاں (دھلی-1784ء) کی حاضری

آپ اپنے والد مولانا نظام الدین قدس سرہ کی خدمت میں علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے۔اور ان سے خلافت پائی۔اس کے بعد چند سال نواب نظام الدولہ ناصر جنگ والیِ حیدرآباد دکن اور ہمت یار خاں کی سرکار میں بسر کی۔آپ کے انفاس متبرکہ کی برکت سے گم

گشتگان نے راہ ہدایت حاصل کی۔ حیدرآباد سے ترک سکونت کر کے اجمیر شریف آئے۔ چند روز دربار خواجہ غریب نواز میں حاضر رہے۔ سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے ارشاد باطنی پر دہلی تشریف لائے۔ آپ سے مخلوق کو بہت فیض پہونچا۔ لاکھوں صاحبان آپکے سلسلہ سے ہیں۔ کتاب نظام العقائد، رسالہ مرجیہ اور فخر الحسن آپ کی تصانیف ہیں۔

آپ کا مزار دہلی میں قطب صاحب کی درگاہ کے اندرونی دروازہ سے متصل ہے۔ آپ نظامی سلسلہ کے چراغ ہدایت ہیں۔ تونسوی اور نیازی شاخیں آپ ہی سے جاری ہوئی ہیں۔ ۷۳ سال کی عمر میں بتاریخ ۲۷ جمادی الآخر ۱۷۸۴ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے وصال کی تاریخ یہ ہے:

(احسن السیر۔ مطبوعہ مفید عام آگرہ۔ صفحہ ۱۷۵۔ ۱۷۶)

"خورشید دو جہاں"

۱۱۹۹ ھ

سید غلام علی شاہ
(مرشد آبادی۔ 1795ء) کی حاضری

آپ کی ولادت ۱۷۲۸ء میں ہوئی۔ مرشد آباد آپ کا وطن ہے۔ آپ کے والد نہایت امیر کبیر آدمی تھے۔ علم سے فارغ ہونے کے بعد آپ عملیات کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ حج کے لئے گئے اور وہاں سے واپس آ کر اجمیر تشریف لائے اور شاہ محمد جمال سے مرید ہوئے اور مراتب عالیہ پر پہونچے۔ آپ کا وصال ۱۵ جمادی الاوّل ۱۷۹۵ء میں ہوا۔ آپ کا مزار سل پہانی میں ہے۔

(تذکرۃ العابدین۔ صفحہ ۵۹۔ ۶۰)

مولوی محمد ضیاالحق عرف رمضان علی (اجمیر۔ 1847ء) کی حاضری

آپ ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز دہلوی سے علم ظاہر حاصل کیا اور حضرت رحیم بخش علیہ رحمۃ سے ۱۸۲۵ء میں خلافت پائی۔ ۱۸۲۶ء میں اپنے مرشد کے اجازت سے جے پور تشریف لائے اور محلہ چابک سواران میں قیام کیا۔ پچاس سال کی عمر میں آپ پر جذب غالب آیا۔ اسی حالت میں آپ خواجہ غریب نواز کے روضہ کی زیارت کے کئے اجمیر پہونچے اور حضرت برہان الدین قتالؒ کی درگاہ (جواب مسمار ہوگئی ہے) میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ خواجہ غریب نواز کے ارشاد باطنی پر گوالیار تشریف لے گئے اور مزار عبداللہ بیگ کی حویلی میں قیام فرمایا اور وہیں اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ رہنے لگے۔ پھر اجمیر شریف آگئے۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ۱۸۴۷ء میں ہوئی۔ محمد جنید المعروف اکبر جہاں مولف احسن السیر آپ کے صاحبزادے ہیں۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۱۷۶ و ۱۸۰)

شاہ سیّد امام ابدال (1869ء) کی حاضری

آپ حضرت شاہ ہدایت اللہ قادری کے مرید و خلیفہ ہیں۔ بعد حصول خلافت اپنے اہلیہ کے انتقال کے بعد آپ اجمیر شریف میں حاضر دربار خواجہ ہوئے۔ اجمیر شریف سے تیں کوس کے فاصلہ پر چھپر ڈال کر سپاہیانہ لباس میں رہنے لگے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نارنولوی کا بیان ہے کہ میں نے شاہ صاحب کو اجمیر کے مشاعروں میں سپاہیانہ لباس میں کئی مرتبہ دیکھا۔ آپکو شعر گوئی میں بدرجہ کمال حاصل تھا۔ اجمیر سے آپ دہلی آئے پھر گڑگاؤں (ہریانہ) میں تشریف لائے۔ اور یہاں سے حج کے لئے بمبئی پہونچے، بمبئی میں کچھ دن قیام کر کے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور تاحیات وہیں رہے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار شریف جنت البقیع میں ہے۔ آپ کے خلیفہ حاجی محمد عابد ہیں۔ (تذکرۃ العابدین۔ صفحہ ۲۳-۲۳۲)

شاہ محمد سجّادابوالعلائی
(داناپوری ،پٹنہ۔1880ء)کی حاضری

آپ کی ولادت داناپور میں بتاریخ ۲۱ رجب ۱۸۱۵ء میں ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں آپ نے سیّد رکن الدینؒ سے بیعت حاصل کی۔ بعد حصول خلافت اپنے پیر سے رخصت ہوئے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں دس سال تک قیام کیا۔ وہاں سے رسول خدا کے اشارہ باطنی کے مطابق اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ ایک عرصہ تک دربار خواجہ غریب نواز میں حاضر رہ کر فیوض غریب نواز سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا وصال ۱۸۸۰ء میں ہوا۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۱۷۴۔۱۷۵)

سیّد مظفر علی شاہ جعفری قادری
(اکبر آبادی۔1881ء)کی حاضری

آپ کی ولادت ۲۱ جمادی الاوّل ۱۸۱۲ء میں ہوئی۔ آپ آگرہ کے ممتاز مشائخین میں سے ہیں۔ آپ نے بیس سال تک ایک تنگ حجرہ میں بحالت تجرید بسر کیا۔ اور پیدل اجمیر شریف حاضر ہوکر حضرت خواجہ غریب نواز کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ آپ کا وصال ۹ ربیع الاوّل ۱۸۸۱ء میں ہوا۔ آپ کا مزار مدرسہ پنجہ شاہی میں ہے۔ آپکے مریدین بکثرت تھے۔ آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۰۹)

حاجی وارث علی شاہ
(دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی۔1905ء)کی حاضری

آپ کی ولادت یکم رمضان ۱۸۱۳ء میں ہوئی۔ آپ اپنے برادر نسبتی حاجی شریف کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ جب آپ نے اجمیر شریف آکر دربار خواجہ غریب نواز میں حاضری دی اور اس وقت سے جوتہ پہننا ترک کردیا اور پھر کبھی نہ پہنا۔ اجمیر شریف سے آپ ناگور

، پاکپتن ، بھکر ، احمد آباد ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لائے ۔ یہاں سے مکہ معظمہ گئے اور حج وزیارت حرمین سے مشرف ہوئے ۔ پھر وہاں سے بیت المقدس ، نجف اشرف ، کربلائے معلّیٰ ، کاظمین اور بغداد شریف گئے اور زیارت سے مشرف ہوئے ۔ آپ ہندوستان کے مشہور درویش ہیں ۔ آپ کے سلسلہ کے اس وقت لاکھوں افراد ہیں ۔ آپ کی وفات بروز جمعہ ۱۹۰۵ء میں ہوئی ۔ آپ کا مزار مبارک دیوہ شریف میں ہے ۔ مزار پر عمارت بہت عالیشان تعمیر کیا گیا ہے ۔ آپ کا سالانہ عرس بڑی شان سے ہوتا ہے جس میں ہزاروں افراد شرکت کرتے ہیں ۔ (معین الارواح ۔ صفحہ ۳۰۹)

حاجی شاہ محمد اکبر
(داناپوری ،پٹنہ۔1909ء) کی حاضری

آپ کی ولادت ۲۷ شعبان ۱۸۴۴ء میں آگرہ میں ہوئی ۔ آپ نے حضرت قاسم شاہ داناپوری سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کی اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۸۶۴ء کے جلسہ عام میں حضرت قاسم شاہؒ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی ۔ ایک دن آپ اجمیر میں حاضر دربار خواجہ تھے اور شاہجہانی مسجد میں آپ کا قیام تھا ۔ ایک شخص نے آپ کی صدری کی جیب سے گھڑی نکالنا چاہا ۔ آپ نے اپنا منہ پھیر لیا اور وہ گھڑی لے کر چلا گیا ۔ آپ سلسلہ ابوالعلایہ کے مشہور پردہ پوش اور صاحب صرف درویش ہوئے ہیں ۔ آپکا وصال ۱۴ رجب ۱۹۰۹ء میں ہوا ۔ آپ کا مزار شریف داناپور (پٹنہ) میں ہے ۔ (معین الارواح ۔ صفحہ ۳۱۰)

حضرت نظام الدین شاہ عرف ننھے میاں نیازی
(بریلوی) کی حاضری

آپ نظامیہ سلسلہ کے بزرگوں میں سے ہیں ۔ آپ کے مریدین بہت تھے ۔ آپ دربار خواجہ غریب نواز میں اپنے مریدین کے ساتھ حاضر ہوئے تھے ۔ اجمیر میں بھی آپ کے بہت سے مریدین ہیں ۔ بریلی کے علاوہ اجمیر میں بھی آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے ۔
(معین الارواح ۔ صفحہ ۳۱۰)

حضرت خواجہ اللہ بخش (تونسوی)کی حاضری

آپ سلسلہ نظامیہ کی فخری شاخ کے بزرگ تھے۔اکثر دربار غریب نواز میں حاضر ہوئے ہیں۔آپ کے مریدین کی تعداد کثیر تھی اجمیر میں بھی آپ کے بہت مریدین ہیں۔آپ کا سالانہ عرس محلہ اندرکوٹ میں آپ کے مریدین کرتے ہیں۔

حکیم سیّد عرفان علی شاہ قادری (اکبر آبادی۔1931ء)کی حاضری

آپ غوث پاکؓ کی اولاد میں سے ہیں۔آپ محلہ گھڑیا (آگرہ) کے ممتاز خاندان حکماء میں سے ہیں۔خدانے آپ کو دین ودنیا دونوں کی دولت عطا فرمائی تھی۔ہر سال عرس کے موقعہ پر دربار خواجہ غریب نواز میں حاضری دیا کرتے تھے۔بہت سے مریدین ساتھ میں ہوتے تھے۔بڑے بافیض درویش تھے۔۴ ستمبر ۱۹۳۱ء میں آپ کا وصال ہوا آپ کا مزار آگرہ میں ہے۔آپ کے مریدین واہل سلسلہ آپ کا سالانہ عرس کرتے ہیں۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۶۰)

حکیم سیّد واصف حسین شاہ قادری (اکبر آبادی۔1849ء)کی حاضری

آپ قادری سلسلہ سے ہیں اور حضرت عرفان علی شاہ کے خلیفہ اوّل ہیں۔آپ بڑے خوش مزاج درویش تھے۔کانپور کے محلہ بھوسہ گدی میں حکمت کرتے تھے۔ہر سال غریب نواز کے عرس میں حاضری دیا کرتے تھے۔آپ کے مرید وخلفا میں سے بھی بعض آپ کی یہ سنت ادا کرتے ہیں۔آپ کا وصال ۱۸۴۹ء میں ہوا۔آپ کا مزار آگرہ میں آپ کے مکان میں ہے۔
(معین الارواح۔صفحہ ۳۶۱)

شاہ نواب غلام محی الدین خاں کلیمی
(حیدرآبادی۔1942ء) کی حاضری

آپ کو اللہ تعالیٰ نے دین ودنیا دونوں عطا کئے تھے۔ حیدرآباد (دکن) میں بعہد تعلقدار مامور تھے۔ پہلے آپ کمبل شاہ بابا (خواہرزادہ محبوب الٰہی دہلویؒ) سے مرید ہوئے ۔پھر حضرت سردار شاہ حیدرآبادیؒ سے مرید ہوکر فیضیاب ہوئے۔ خواجہ غریب نواز سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر دربار خواجہ غریب نواز میں حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۹۴۲ء میں ہوئی۔ آپ کا مزار اپنے مرشد کے پائیں میں کلیمی شاہ کے مزار کے برابر ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۱۱)

نظیر شاہ عرف محبت شاہ
(اکبرآبادی۔1945ء) کی حاضری

آپ محراب شاہ گوالیاریؒ کے مرید اور عرفان علی شاہؒ اکبرآبادی کے خلیفہ ہیں ۔شروع میں جذب کی حالت رہی۔ پھر سلوک میں آئے۔ عرصہ تک آگرہ میں مولوی وفا کی مسجد میں قیام رہا۔ تقریباً نوے سال کی عمر میں ۱۹۴۵ء میں آپکا وصال ہوا۔ آپ کا مزار حضرت سیّدنا ابوالعلا اکبرآبادیؒ کی درگاہ کے قریب میدان میں ہے۔ آپ کے خلیفہ سیّد شان علی قسمت اللہ ہیں۔

شاہ احمد رضا خاں صابری (رامپوری) کی حاضری

آپ صوفی محمد حسین شاہ مرادآبادی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ ایک خوش مزاج درویش تھے۔ کبھی کبھی اجمیر شریف آکر دربار خواجہ غریب نواز میں حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ کا وصال رامپور میں ہوا۔ آپ کا مزار احاطہ درگاہ حضرت سید جمال الدینؒ (رام پور) میں ہے۔ آپ کے خلیفہ سیّد سجاد حسین صاحب (رامپوری) ہیں جو آپ کا سالانہ عرس کراتے تھے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۱۲)

احمد علی جمال شاہ المعروف بہ کمبل شاہ بابا
(دھلوی۔1942ء)کی حاضری

آپ خواجہ الہ بخش تونسوی کے خلیفہ ہیں ۔غریب نوازؒ کے عرس میں حاضری دیا کرتے تھے اور سید فیض علی گوٹہ والے کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔درگاہ کے شاہجہانی مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔درگاہ کے پتھروں کو چوما کرتے تھے اور کہتے تھے سجدہ نہیں کررہا ہوں یہاں کے پتھروں کو چاٹ رہا ہوں۔آپ نے کبھی روضۂ غریب نواز کی طرف پشت نہیں کیا اور نہ کبھی قبہ شریف کے اندر گئے۔البتہ ایک مرتبہ مولانا محمد حسین شاہ الہ آبادی اور شاہ التفات احمد ردولویؒ آپ کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو روضۂ غریب نواز میں لے گئے تھے۔آپ کا وصال بتاریخ ۱۰ر شعبان ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۱۲)

عبدالرحیم شاہ سدا سہاگ
(لکھنوی۔1942ء)کی حاضری

آپ ملیح آباد کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کے رکن تھے۔امیری چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔بڑے موحد تھے۔کلیر شریف کے پرانے حاضر باش تھے۔ہریدوار بھی تیرتھ کے لیے جایا کرتے تھے۔غریب نواز کے عرس میں تقریباً پچاس سال تک سالانہ حاضری دی۔آپ کے معتقدین اب تک آپ کے اس سنت پر قائم ہیں۔سماع میں رقص کیا کرتے تھے۔آپ بافیض درویش تھے۔آپ کا وصال ۱۹۴۲ء میں لکھنؤ میں ہوا۔مزار بانسہ شریف (لکھنؤ سے تقریباً ۲۴ میل دور پر) ایک باغ میں ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۳۱۲)

سید میر محمد بادشاہ
(کوہاٹ۔1939ء) کی حاضری

آپ حضرت احمد علی جمال شاہ کے خلیفہ ہیں۔ دربار خواجہ غریب نواز میں بارہ سال تک پیر کی تلاش میں رہے۔ ایک دن اشارہ باطنی ہوا کہ دربار محبوب الٰہی میں حاضر ہوکر شرف بیعت حاصل کرو۔ چنانچہ آپ نے دہلی آکر احمد جمال شاہ المعروف کمبل شاہ باباؒ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ خلافت ملنے پر سلسلہ کو ترقی دی۔ آپ کا قیام اترولی (ضلع علی گڈھ) رہا کرتا تھا۔ آپ کے مریدین علی گڈھ، جودھ پور، اور اجمیر میں تھے۔ آپ کو سماع سے بہت رغبت تھی۔ خواجہ غریب نواز کے عرس سے واپسی پر آپ جے پور آئے اور یہاں ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔ مسکین شاہؒ کے تکیہ میں آپ کا مزار ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۱۱)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
بانئ نادئی القرآن (کناڈا۔ 2006ء) کی حاضری

آپ شیخ الاسلام ہیں تصوف پر آپ کا خاص مطالعہ ہے گویا آپ پوری دنیا میں تصوف اسلام کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ قرآن ٹی وی پاکستان سے آپ کی تقریر روزانہ نشر ہوتی رہتی ہے آپ کی تقریر سے لوگوں کو اسلام اور تصوف پر کافی معلومات حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔

آپ ۲۰۰۶ء میں اجمیر تشریف لائے اور خواجہ غریب نواز کے آستانۂ عالیہ پر حاضری دی۔ جب آپ درگاہ شریف میں حاضر ہوئے تو درگاہ کے صحن میں ایک تقریر کی جس میں تصوف کو قرآن اور نبی کے سیرت پاک سے جوڑ کر اس طرح سے بیان کیا کہ لوگ ان کی تقریر سے بے حد متاثر ہوئے۔ ان کی تقریر کی سی ڈی تیار کی گئی جو لاکھوں کی تعداد میں بکی اور لوگ اس سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کناڈا میں شیخ الاسلام اور بانی نادیٔ القرآن ہیں آپ کی تقاریر کی سی ڈی مختلف موضوع پر مختلف زبانوں میں پوری دنیا میں دیکھی و سنی جاتی ہیں۔

صوفی شبیر حسن چشتی ابو علائی
چینا کوڑی ، پچھم بنگال (2008ء) کی حاضری

آپ صوفی نبی حسن رحمتہ اللہ علیہ (مرشد نگر بھوڑی شریف ضلع رامپور) کے خلیفہ ہیں۔آپ اپنے وقت کے ولی صفت ایک فقیر اور خدمت گذار بزرگ ہیں ۔آپ کے ہندوستان کے مختلف علاقے میں بہار، بنگال، آگرہ، اور دہلی میں لاتعداد مرید ہیں۔آپ کی خانقاہ چینا کوڑی، پچھم بنگال میں ''خانقاہ چشتیہ حسنی عزیزی ابو علائی'' کے نام سے مشہور ہے آپ ہر سال خواجہ غریب نواز کی زیارت کے لئے اجمیر تشریف لاتے ہیں۔

اسکے علاوہ ہزاروں کے تعداد میں یہاں درویش تشریف لاتے رہے۔جن کا ذکر کرنا ممکن نہیں ہے۔

☆☆☆
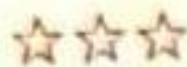
مندرجہ ذیل کتب کے حوالہ سے اس باب کو مرتب کیا گیا ھے

نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	زبان	نام مطبع
خزینۃ الاصفیاء	مولوی غلام سرور	۱۳۲۰ھ	فارسی	نولکشور پریس، لکھنؤ
احسن السیر	محمد اکبر جہاں اجمیری	۱۲۹۴ھ	اردو	مفید عام پریس، آگرہ
تذکرۃ العابدین	مولوی نذیر احمد دیوبندی	۱۳۱۷ھ	اردو	تجارتی پریس، علی گڈھ
سفینۃ الاولیاء	دارا شکوہ	عہد شاہجہاں	فارسی	قلمی
مفتاح التواریخ	سر ٹامس ولیم بیل	۱۸۶۸ء	فارسی	نولکشور پریس، لکھنؤ
حضرات القدس	صدرالدین سرہندی۔ ترجمہ مولانا خواجہ احمد حسین خاں امروہوی	۱۶ویں صدی عیسوی	اردو	مشہور عالم پریس، لاہور
ماثر الکرام	میر غلام علی آزاد بلگرامی	۱۸۲۸ء	فارسی	مفید عام پریس، آگرہ
معین الارواح	محمد خادم حسین زبیری معینی	بیسویں صدی عیسوی	اردو	آگرہ اخبار برقی پریس، آگرہ

☆☆☆

ساتواں باب

اجمیر کی تاریخی اور قدیمی مقامات کا جائزہ اور اجمیر کے تعمیر میں حکمرانوں کی دلچسپی

اراولی پہاڑیوں کی گود میں بسا ہوا اجمیر شہر خوبصورتی اور روحانی نعمتوں کا ایک خزانہ ہے۔ قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ یہاں کی جھیلیں جہاں اجمیر کو سرشار کرتی ہیں وہیں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ روح کو تسکین بخشتی ہے۔

واقعی ایسا لگتا ہے کہ اجمیر کو قدرت نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ فائے ساگر اور انا ساگر حالانکہ انسانی ہاتھوں سے بنائی گئی دو خوبصورت جھیلیں ہیں لیکن پہاڑیوں سے گھری یہ دونوں جھیلیں بہشت سے ٹپکے ہوئے وہ آبدار موتی لگتے ہیں جنہیں سرزمین اجمیر نے اپنی آنکھوں میں سجا رکھا ہے۔ ان موتیوں کو چہار طرف پہاڑیوں نے اپنی پیار بھری پلکوں کے سائے میں پناہ دے رکھی ہے۔

اجمیر کی تاریخ بھی قابل فخر ہے۔ پرانے زمانے میں اجمیر کو فوجی حملے کی تیاری کے مدنظر ہی تعمیر کیا گیا تھا۔ اجمیر وہ شہر ہے جس پر اجے پال اور پرتھوی راج چوہان جیسے نامور حکمرانوں نے حکمرانی کی ہے۔ یہاں کی زندگی میں دلیری اور آپسی خلوص کی ملی جلی رنگت دیکھنے کو ملتی ہے۔ مغلوں اور انگریزوں کے دور حکومت میں بھی اجمیر خصوصی اہمیت کا حامل رہا۔

اجمیر کی بنیاد اجے پال راجا نے ۱۱۳۳ء میں رکھی۔ مختلف زبانوں میں اس شہر کو مختلف ناموں سے پکارا گیا۔ جیسے اجے درگ، اجے میرو، گڑھ بیٹلی اومیر، جیاگی وغیرہ وغیرہ اور آخر میں اس شہر کا نام اجمیر رکھا گیا۔ چوہانوں کے دور میں اجمیر نے بہت ترقی کی۔ اجمیر کے انا ساگر کو راجا بیسل دیو کے باپ اناجی کے نام پر بنوایا گیا تھا۔ مغلوں کے دور میں اجمیر

شاہی ریاست کی حیثیت اختیار کرلیا۔ اکبر نے اجمیر کی ترقی میں بہت دلچسپی لی۔ تاریخ کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ اکبر بادشاہ ہر سال درگاہ پر زیارت کے لئے آیا کرتا تھا۔ جہانگیر اجمیر میں تین سال رہا۔ یہاں اس نے محل اور دولت باغ تعمیر کرائے۔ آج بھی دولت باغ کی خوبصورتی مغلوں کی داستانیں سناتی ہے۔ سنگ مرمر کی بارہ دری، خانقاہ کے تین دروازے اور پانی نکالنے کے لئے لوہے کا مضبوط چینل، سنگ مرمر کی مضبوط دیواریں یہ ساری چیزیں تاریخی نظر سے اپنی اہمیت کے حامل ہیں۔

سلطان شہاب الدین غوری (1192ء)
کے تعمیراتی کام

سلطان شہاب الدین غوری نے ۱۱۹۲ء میں پرتھوی راج چوہان کو ترائین کے جنگ میں شکست دینے کے بعد اجمیر کو فتح کرلیا۔ ''تاج الماثر'' میں لکھا ہے کہ اس کے زمانہ میں اجمیر کے باغات ایسے شاداب اور پر فضا تھے کہ معلوم ہوتا تھا یہ خطہ جنت کا خطہ ہے نسیم سحر خوشبو سے مہکا دیتی تھی خاک اجمیر سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اجمیر کے چشمے صاف اور میٹھے پانی سے لبریز تھے شہر اور بیرون شہر نہایت خوبصورتی کے حامل تھے۔ صبح کی ہوا گلاب کے پھولوں سے بسی ہوئی آتی تھی۔ سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے مختصر قیام کے زمانہ میں یہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی یہ مسجد آج کل ڈھائی دن کا جھونپڑا یا جامع التمش کہلاتی ہے۔ سلطان شمس الدین التمش (۱۲۱۱ تا ۱۲۳۶ء) نے اس مسجد کو مکمل کیا اور وضو کے لئے ایک حوض بنوایا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۳۸۔۳۹)

سلطان محمود خلجی (سلطان مانڈو-1464ء)
کے تعمیراتی کام

سلطان محمود خلجی (سلطان مانڈو) نے گجادھر کے قلعہ کو فتح کر پورے اجمیر کو فتح کرلیا اور ۱۴۶۴ء میں حضرت خواجہ کے مزار اقدس کے سرہانے کی جانب ایک مسجد (مسجد صندل

خانہ) اور درگاہ کا بلند دروازہ تعمیر کرایا۔

(احسن السیر۔ صفحہ ۳۸۔۳۹ و معین الاولیاء۔ صفحہ ۳۳۔۳۴)

سلطان غیاث الدین خلجی (سلطان مالوا-1474ء)
کے تعمیراتی کام

سلطان غیاث الدین خلجیؒ (سلطان مالوا) نے تقریباً ۱۴۷۴ء میں حضرت خواجہ کے مزار اقدس پر عمارات تیار کرانے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے صوبہ دار ملو خان (صوبہ دار اجمیر) نے دو باوڑیاں از نام ملوسر (جو آجکل بڑے اور چھوٹے ملوسر کے نام سے مشہور ہیں) تعمیر کرائیں اور تاراگڑھ پہاڑی کے مشرقی دامن میں ایک باغ بھی لگوایا تھا جواب نہیں ہے۔

(احسن السیر صفحہ ۳۵ و اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۳۹)

شیر شاہ سوری (1540تا1545ء)
کے عہد میں تعمیراتی کام

شیر شاہ سوری نے راجہ مالدیو کے ذریعہ چشمہ حافظ جمال سے تاراگڑھ پر پانی پہونچانے کے لئے ۱۵۳۵ء میں جو کام شروع کیا تھا جسے وہ پورا نہ کر سکا اس منصوبے کو شیر شاہ سوری نے ۱۵۴۴ء میں مکمل کیا۔ یہ مقام سوت برج کہلاتا ہے۔ مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(احسن السیر۔ صفحہ ۸۶ و اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۳۹۔۵۶)

مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (1556تا1605ء)
کے عہد میں تعمیراتی کام

اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۰ء میں اجمیر شہر کے چاروں طرف چہار دیواری بنانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اپنے امراء کو بھی یہاں عالیشان عمارتیں بنانے کا حکم دیا جسے سب نے تعمیل بھی کی۔ بادشاہ نے اپنے لئے ایک محل (جو آجکل میگزین کہلاتا ہے) تعمیر کرایا۔ جسکی تفصیلات آگے بیان کیا گیا ہے۔

(طبقات اکبری صفحہ ۲۳۵ و اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۳۹)

اکبر نے اجمیر میں ایک خاص بازار تعمیر کرایا۔ان دوکانوں کی دروں سے ہوکر ایک راستہ تھا۔جب محل شاہی کی مستورات دولت خانہ شاہی سے درگاہ شریف جاتی تھیں اس وقت دوکانوں پر پردے ڈالدئے جاتے تھے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۶۸۔۶۹)

اکبر نے درگاہ شریف سے متعلق ایک عالیشان مسجد (اکبری مسجد جس کا مفصل حال اس کتاب میں آچکا ہے) تعمیر کرائی۔اکبر کے عہد میں اجمیر کی بہت ترقی ہوئی۔تاراگڈھ پر سید حسینؒ کی درگاہ اور بلند دروازہ کے قریب دیگر عمارتوں کوامراء اکبر نے تعمیر کیا تھا جس کی تفصیل اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اجمیر میں بعض اور مساجد بھی اکبر کے زمانہ میں بنیں ان کا ذکر ''مساجد اجمیر'' کے سلسلہ میں آگے آئیگا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۴۰)

مغل بادشاہ جہانگیر (1605تا1627ء)
کے عہد میں تعمیراتی کام

جہانگیر نے ۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہونے کے بعد ایک باغ ''دولت باغ'' (جس کا مفصل حال باغات کے سلسلہ میں درج ہے) لگوایا اور ۱۶۱۵ء میں بیسلہ تالاب کی مرمت کرائی۔درگاہ کی صندلی مسجد میں اضافہ کیا اور ایک بڑا دیگ عطیہ کی جسکا مفصل حال عمارات درگاہ کے سلسلہ میں اس کتاب میں لکھا جاچکا ہے۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۳۸۔۴۰)

مغل بادشاہ شاہجہاں (1627 تا 1658ء)
کے عہد میں تعمیراتی کام

شاہجہاں نے لب آنا ساگر ایک خوبصورت سنگ مرمر کی بارہ دری تعمیر کرائی اور درگاہ شریف کے صحن میں سنگ مرمر کی ایک مسجد تعمیر کرائی (جس کا مفصل ذکر اس کتاب کے عمارات درگاہ میں درج ہے)۔شہر پناہ کی دیوار بھی بڑھائی اور اس کی مرمت بھی کرائی۔اناساگر کے مغرب میں ایک باغ لگوایا۔یہ باغ شاہجہانی باغ کہلاتا تھا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۴۰۔۴۱)

مغل بادشاہ اورنگ زیب (1658 تا 1707ء) کے عہد میں تعمیراتی کام

اورنگ زیب کے عہد میں امرائے اورنگ زیب عبداللہ خاں نے ۱۷۰۴ء میں عبداللہ پورہ کے نام سے ایک نگر بسایا اور یہاں اپنی بیوی کے لئے ایک مقبرہ اور مسجد بنائی اور ساتھ ہی اونچی دیواروں سے محدود ایک باغ لگوایا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۴۱)

مرہٹوں کے عہد حکومت (1791 تا 1818ء) کے عہد میں تعمیراتی کام

مرہٹوں کے عہد میں سیواجی نانا نے تاراگڈھ پر نانا کا جھالرہ (باولی) ۱۷۹۱ء میں تعمیر کرایا اور اجمیر میں ایک نیا بازار ۱۷۹۷ء میں بنانا شروع کیا جو مکمل نہ ہو سکا۔

(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۴۵)

ایسٹ انڈیا کمپنی (1818 تا 1858ء) کے عہد میں تعمیراتی کام

☆ ۱۸۱۹ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں شہر پناہ کی دیوار بڑھائی گئی اور ایک نئے بازار کی عمارات تعمیر کی گئی۔

☆ ۱۸۲۸ء میں مسٹر گونڈشن (سپرنٹنڈنٹ اجمیر) نے شہر پناہ کی دیوار کے جنوبی حصہ کو بڑھایا اور اس نے ۱۸۲۹ء میں مدار دروازہ کے باہر ایک بازار تعمیر کرایا۔

☆ ۱۸۳۲ء میں لارڈ ولیم بنٹنگ نے تاراگڈھ (قلعہ) کو توڑنے کا حکم دیا تھا۔

☆ ۱۸۳۶ء میں مسٹر ایڈمنسٹو (سپرنٹنڈنٹ اجمیر) نے درگاہ کے بازار کو بڑھایا اور اجمیر میں ایک انگریزی اسکول کھولا اور ایک باولی تعمیر کرائی۔

☆ ۱۸۴۰ء میں مسٹر میکناٹن نے اجمیر سے پشکر جانے کے لئے ایک سڑک بنوائی۔

☆ ۱۸۴۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اجمیر میں ایک ہائی اسکول کھولا۔

☆ ۱۸۵۱ء میں ایک خیراتی شفاخانہ آگرہ دروازہ کے متصل کھولا گیا۔

(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۲۵۳۔۲۵۵)

برطانیہ عہد حکومت (1858 تا 1947ء) کے درمیان اجمیر کی ترقی

☆ ۱۸۷۲ء میں برطانیہ عہد حکومت کے زمانہ میں موجودہ جیل (قید خانہ) کی عمارت تعمیر کی گئی۔

☆ ۱۸۷۵ء میں عہد برطایہ میں ریلوے لائن اجمیر میں لائی گئی۔

☆ ۱۸۷۹ء میں عہد برطایہ میں ریلوے لوکواور گیرج ورک شاپ کی بنیاد ڈالی گئی۔

☆ ۱۸۸۲ء میں عہد برطایہ میں ایک گرجا گھر کی عمارت لب بیسلہ بنائی گئی۔

☆ ۱۸۸۴ء میں عہد برطایہ میں یہاں ریلوے کا جنرل آفس بنایا گیا۔

☆ ۱۸۸۵ء میں عہد برطایہ میں میو کالج کی تعمیر کی گئی۔

☆ ۱۸۸۸ء میں عہد برطایہ میں وکٹوریہ جوبلی کلاک ٹاور کو تعمیر کیا گیا۔

☆ ۱۸۹۵ء میں عہد برطایہ میں وکٹوریہ جنرل ہاسپٹل تعمیر کرایا گیا۔

☆ ۱۹۰۹ء میں عہد برطایہ میں ریلوے بیسٹ انسٹیٹوٹ کی تعمیر کی گئی۔

☆ ۱۹۱۲ء میں عہد برطایہ میں ایڈورڈ میموریل ہال کی تعمیر کی گئی۔

☆ ۱۹۱۴ء میں عہد برطایہ میں بھاونتے سے بذریعہ پانی کانل لایا گیا۔

☆ ۱۹۱۹ء میں عہد برطایہ میں گورنمنٹ ہائی اسکول کی عمارت تعمیر کی گئی۔

☆ ۱۹۲۲ء میں عہد برطایہ میں امپریل بنک کی شاخ اجمیر میں قائم کی گئی۔

☆ ۱۹۲۸ء میں عہد برطانیہ میں نیو وکٹوریہ ہاسپٹل قیصر باغ میں کھولا گیا۔

☆ ۱۹۳۰ء میں عہد برطانیہ میں اجمیر میں بجلی کی روشنی کا اجراء کیا گیا۔ (ان سب عمارتوں کا تفصیل اس باب میں آگے دیا گیا ہے۔) (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ اسکرپٹو۔ صفحہ ۲۵۶۔۲۵۹)

حکومت کانگریس (1952ء)

کانگریس سرکار نے ۱۹۴۷اور ۱۹۴۸ء کے فرقہ وارانہ فسادات کے موقعہ پر منجانب حکومت درگاہ شریف کی عمارت کی حفاظت کا بندوبست کی۔ ان ایام میں بکثرت مسلمانوں کے چلے جانے کی وجہ سے بیشتر مساجد میں تالے پڑ گئے ۔۱۹۵۲ء میں پرانے پشکر کے متصل موضع گھنٹیرہ میں کنوئیں تعمیر کرا کر شہر اجمیر میں بذریعہ پائپ پانی کا نل پہونچایا گیا۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۳۰۲)

☆☆☆

اجمیر کے کچھ مشہور تاریخی مقامات

اراولی پربت، پہاڑی

ہندی کے کتابوں میں اس پہاڑ کو جس کے دامن میں اجمیر بسا ہے۔اراولی پربت (کوہ اربلی) لکھا ہے چونکہ سنسکرت میں اربل کے معنی قدیم کے ہیں اس لئے اس کو قدیم پہاڑ کہتے ہیں۔اسی سبب سے زمانہ قدیم میں جو بستی اس پہاڑ کے نیچے تھی اسے ادمیر یعنی ہمیشگی کا پہاڑ کہتے تھے۔غالباً ادمیر سے ہی بدل کر اسکا نام اجمیر ہو گیا۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۱۹)

قلعہ راجہ اجیپال (تارا گڑھ پہاڑی)

زمانہ قدیم میں اجمیر شہر اسی مقام پر آباد تھا جسے راجہ اجیپال نے آباد کیا تھا۔اجمیر اسی شہر کا نام تھا۔وسعت اور رونق اس کی بہت تھی۔اسی راجہ نے تارا گڈھ (قلعہ) کی تعمیر کی تھی۔اس مقام پر اب بھی مکانات کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔ (احسن السیر بحوالہ تواریخ ناڈ،راجستھان۔صفحہ ۸۰)

یہاں دو چشمے ہیں۔اوپر کے چشمہ کا پانی نیچے کے چشمے میں آتا ہے۔فائی ساگر اور موضع اجمیر سے گذرتے ہوئے ایک وادی ہے جس میں ایک کولھو ہے۔راجہ اجیپال غیر ہنود کو اس کولھو میں پلوا کر ختم کر دیتا تھا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۱۲۱)

یہاں ہر سال بھادوں کے مہینے میں میلہ بھی لگتا ہے۔مسلمان اس میلہ کو اجیپال کا سالانہ عرس تصور کرتے ہیں جو غریب نواز کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا۔راجہ اجیپال کی سالانہ برسی میلہ پر دونوں مذہب کے لوگ اس میں حصہ لیتے ہیں۔یہ مقام موجودہ اجمیر سے تقریباً ۷ میل کے فاصلے پر ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۲۰۶)

سدا بہار پہاڑی (نزد آنا ساگر جھیل)

یہ پہاڑی آنا ساگر کے قریب ہے اور شاجہانی محل کے جنوبی حصہ میں واقع ہے اس پہاڑی کے اوپر بزرگان دین کے متعدد چلّے گاہ ہیں۔ جسے چلہ سالار مسعود غازی ،چلہ خواجہ غریب نواز اور چلہ قطب صاحب اسی پہاڑی پر واقع ہیں۔ ان کا مفصل حال اس باب میں آگے بیان کیا گیا ہے۔

☆☆☆

اجمیر کی کچھ پرانی اور تاریخی عمارتیں

قلعہ تارا گڑھ

کہا جاتا ہے کہ بال سگریو کا بھائی (جو راجہ رام چندر کے لشکر کے فوج کا سردار تھا۔ اس کی بیوی تارا نے ایک قلعہ اراولی پربت پر بنوایا اور اس کا نام تاراگڑھ رکھا اس قلعے کی تعمیر راجہ اجیپال کے ذریعہ تعمیر کردہ قدیم قلعے کی بنیاد پر کی گئی یہی وجہ ہے کہ ٹاڈ راجستھان نے اس قلعہ کو اجیپال چکوا کا بنوایا ہوا لکھا ہے۔ یہ قلعہ زمین کے سطح سے تقریباً آٹھ سو فٹ بلندی پر ہے۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۱۱۹۔۱۲۱ و اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۱۳۷)

شمسی حمّام (نزد ڈھائی دن کا جھونپڑہ مسجد)

یہ حمام اور اڑھائی دن کے جھونپڑہ مسجد (جامع التمش) سے متصل واقع تھا۔ جس کی تعمیر سلطان شمس الدین التمش نے کی تھی۔ اس حمام کے ساتھ ایک باغ بھی لگوایا تھا۔ باغ کے مقام پر تو اب حویلیاں بن گئی ہیں اور حمام کا بھی شکستہ حالت میں صرف نشان باقی رہ گیا ہے۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۹۳)

فصیل اکبری (شہر پناہ -1570ء)
(درگاہ فصیل سے باہر کا فصیل اور دروازہ)

اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۰ء میں اجمیر آکر روضۂ خواجہ غریب نواز پر حاضری دی اور شہر پناہ کی تعمیر کا حکم دیا اس کے بعد شاجہاں نے اس فصیل کی توسیع کرائی۔ اس کا دائرہ ۷۴۴ گز ہے۔ اب یہ فصیل مختلف جگہوں سے منہدم ہوگئی ہے۔ لیکن اس کے دروازے اب بھی باقی ہیں۔ (اکبر نامہ جلد دوم۔ صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۵)(احسن السیر۔ صفحہ ۷۹۔۸۰)

اکبری دروازہ (شاہی دروازہ-1570ء)
(نزد ڈھائی دن کا جھونپڑہ مسجد)

شہر پناہ کے ساتھ مختلف دروازے تعمیر کئے گئے تھے جیسے دہلی دروازہ، ترپولیہ دروازہ، اوسری دروازہ، مدار دروازہ، خندقی دروازہ اوردائی خانہ کے متصل ایک دروازہ، آگرہ دروازہ اور کھڑکی دروازہ تعمیر کئے گئے تھے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے ایک بلند دروازہ معہ نقارخانہ تعمیر کرایا تھا۔ جسے شاہی دروازہ اور کھڑکی دروازہ کے نام سے جانا جاتا ہے جو تقریباً ۶۴ فٹ بلند اور سترہ فٹ چوڑا ہے اس دروازے کو اسمٰعیل خاں (صوبہ دار اجمیر) نے ۱۵۶۸ء میں سنگ سرخ سے بنوایا تھا۔ دروازہ میں سنگ مرمر کا فرش ہے اور لوح پر یہ قطعہ کندہ ہے۔

بعہد بادشاہ آسماں قدر — پناہ ملک وملت ظل یزداں
جلال الدین محمد اکبر آں شاہ — کہ دار دورنگیں ملک سلیماں
بدیں درگاہ ہمچو کعبہ آمد — سوادش عین نور ونور ایماں
بنا فرمود ایں ایوان عالی — کریم الذات اسمٰعیل قلی خاں
زکاخ دل کشاد تاریخ اتمام — اگر خواہد کسے می یابد آساں

۹۷۶ھ-۱۵۶۸ء

اس بلند دروازے کے نیچے متعدد دالان اور ایک مسجد ہے جس کے صحن میں شہداء کے مزارات بنے ہوئے ہیں۔ اس دروازے کے پاس دو دیگیں رکھی ہوئی ہیں۔ ایک دیگ نورالدین جہانگیر بادشاہ نے بنوائی تھی اور دوسری ملا مداری نے جس پر حسب ذیل کتبہ دیگ پر کندہ ہے۔

صرف زر ملا مدار کرد در تعمیر دیگ — باد نامش در جہاں روشن بمثل آفتاب
بہر دو مہد اکے چنانش نمودہ اہتمام — گفت ہاتف سال تاریخش جہاں شد فیضیاب

۱۲۶۶ھ-(۱۸۴۹ء)

پتھر کا بنا جہانگیری ہاتھی (1613ء)

(نزد اکبری محل)

بیرون شہر پناہ سے متصل اکبری محل (میگزین) کے قریب عہد جہانگیر کا ایک پتھر کا تراشا ہوا ہاتھی رکھا ہوا ہے۔ جہانگیر کے زمانہ سے پہلے یہاں پہاڑ کا پتھر موجود تھا جس کے استعمال سے ۱۶۱۳ء میں اسے تیار کیا گیا۔ اس ہاتھی کے دائیں جانب یہ شعر کندہ ہے

''تاریخ فیل سنگ شد از حکمت الہ ایک کوہ پارہ فیل جہانگیر بادشاہ

(احسن السیر ۔صفحہ ۱۰۲۔۱۰۳)

انگریزوں کے زمانے کی کچھ عمارتیں

لارڈ میوکالج (1885ء) (نزد راجپوتانہ کالج)

یہ کالج راجپوتانہ کالج کی سڑک پر واقع ہے۔ لارڈ میو کی تجویز کے مطابق ۱۸۷۷ء میں یہ کالج بننا شروع ہوا اور ۱۸۸۵ میں جا کر مکمل ہوا۔ اس کی ضروریات کے لئے تقریباً ۱۶۷ ایکڑ زمین گھیری گئی ہے۔ کالج کی عمارت کے روبرو لارڈ میو کا مجسمہ بنا ہوا ہے۔
(احسن السیر ۔صفحہ۱۸۳، اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۱۰۸۔۱۱۳)

کوئین وکٹوریہ ٹاور (گھنٹہ گھر-1888ء)

(نزد ریلوے اسٹیشن)

اسے کوئین وکٹوریہ جوبلی ٹاور بھی کہتے ہیں جو ۱۸۸۸ء میں تعمیر ہوا۔ اس کی بلندی تقریباً ایک سو فٹ ہے اور اس کی تیاری میں تقریباً دس ہزار روپیہ خرچ ہوئے تھے۔ اس کے چاروں طرف باغیچے لگے تھے۔
(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۴۷)

ٹاؤن ہال (1899ء)
(نزد مدار دروازہ سورج کنڈ جھیل)

یہ خوبصورت عمارت مدار دروازہ کے باہری حصہ میں سورج کنڈ کے قریب واقع ہے۔ کرنل ٹریور (ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ) کی یادگار میں مسٹر مارٹنڈن (چیف کمیشنر اجمیر) کی کوشش سے ۱۸۹۹ء میں بنا شروع ہوئی اور ۱۹۰۱ء میں تیار ہوئی۔ مسٹر جی۔ ایف۔ ٹراور (چیف انجینئر اجمیر) نے اسے تعمیر کرائی تھی۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۴۷)

مسافرخانہ (1913ء۔ نزد ریلوے اسٹیشن)

یہ عمارت ریلوے اسٹیشن کے قریب ہے۔ اسکی سنگ بنیاد ۱۹۱۲ء میں لارڈ ہارڈنگ نے رکھا تھا اس میں مسافروں کے آرام کے لئے کمرے ہیں۔ یہ عمارت ۹۱۵۹ روپیہ کے خرچ سے ۱۹۱۳ء میں مکمل ہوئی۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۱۳۰)

اجمیر کے کچھ پرانے محلات

اکبری محل (1570ء۔ اجمیر کا میوزیم)
(نیا بازار گول پیاؤ)

یہ محل شہر پناہ کی مشرقی دیوار کے متصل ہے۔ اکبر بادشاہ نے ۱۵۷۰ء میں اسے تعمیر کرایا تھا۔ جو دیکھنے میں قلعہ معلوم ہوتا ہے۔ اسکے چہار دیواری کے اندر ہر سمت میں چار برج بنے ہیں۔ اس عمارت کا اپنا عالیشان دروازہ ہے۔ پہلے اس محل کے چاروں طرف باغ تھا۔ نہریں جاری تھیں۔ برطانیہ کے زمانہ میں یہاں فوجی چھاونی تھا۔ جسکے وجہ سے یہ عمارت چھاونی کہلاتا ہے۔ اب اس عمارت کی مرمت کی گئی ہے اور موجودہ وقت میں یہ اجمیر کی سب سے

خوبصورعمارت ہے جو میوزیم کے شکل میں استعمال ہو رہا ہے۔

(اکبرنامہ جلد دوم۔صفحہ ۴۴۵)(احسن السیر۔صفحہ ۷۵۔۷۶)

شاھجھانی محل (1637ء۔ نزد آنا ساگر جھیل)

یہ محل اناساگر کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ یہ عمارات سنگ مرمر کی ہے۔ اس کے وسط میں بارہ دری ہے۔ایوان شاہی کے متصل سنگ مرمر کا حمام خانہ ہے۔اس عمارت کو شاہجہاں بادشاہ نے ۱۶۳۷ء میں تعمیر کرائی تھی۔آج کل یہ عمارت ویران حالت میں ہے۔

(احسن السیر۔صفحہ ۹۶۔۹۷)

دانیال محل (1571ء)
(نزد درگاہ خواجہ غریب نواز)

۱۵۷۱ء میں اکبر کے لڑکے دانیال کی ولادت درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز کے مجاور دانیال کے مکان میں ہوئی تھی اس نسبت کی وجہ سے شہزادہ کا نام دانیال رکھا گیا۔اور یہ مکان دولت کدہ دانیال کہلاتا ہے۔ یہ محل غریب نوازؒ کی درگاہ کے مشرقی دیوار اور کھڑکی دروازہ کے سامنے بیرونِ درگاہ موجود ہے۔ غالباً اکبر نے ایام حمل میں اپنی بیگم کے رہنے کے لئے شیخ دانیال کے مکان کو محل کی شکل میں تبدیل کردیا تھا۔

(تزک جہانگیری۔صفحہ ۱۵)

اجمیر کی تاریخی مساجد

عید گاہ (1773ء)

یہ مسجد اجمیر کے جنوب و مشرقی حصہ میں واقع ہے۔نواب مرزا چمن بیگ (صوبہ دار مالوہ منجانب مہاراجہ مادھوراؤ سندھیا) ابن مرزا عادل بیگ نے ۱۷۷۳ء میں اس کی تعمیر کرائی تھی۔اس کی لمبائی تقریباً ۱۳۰ گز اور چوڑائی ۴۰ گز ہے۔مشرق کے جانب اس کے پانچ محرابی دروازے ہیں۔اس کے بیچ کے محراب پر یہ کتبہ کندہ ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۰۹۔۱۱۰)

شہ ملک توحید خواجہ معین — جبیں بروش سود عرش بریں
زفیض شدہ فروزیب جہاں — یگانہ زماں فخر دوراں ہمیں
ز لطف وکرم آں ولی اللہ — شد شمس دین نور شمع مبیں
زعولش بنا کرد ایں عیدگاہ — چمن بیگ ازروئے صدق ویقیں
بتاریخ سالش خرد ایں بگفت — شد آراستہ مسجد اہل دیں
۱۱۸۷ھ۔(۱۷۷۳ء)

مسجد میاں بانی (1643ء۔درگاہ بازار)

یہ مسجد خاص بازار (درگاہ بازار) کی دوکانوں سے ملحق ہے۔جو ۱۶۴۳ء میں تعمیر ہوئی تھی۔سنگ سرخ کی عمارت ہے۔اس کے پانچ عالیشان در ہیں۔مسجد کے صحن میں شمال جانب ایک پختہ کنواں اور حجرہ ہے جس کی تعمیر مولوی سراج الدین کے اہتمام سے بعد میں کی گئی۔ (احسن السیر۔صفحہ ۷۰)

مسجد تلوک دئ (1651ء)

یہ مسجد تلوک دئی بنت تان سین (اکبر بادشاہ کے نورتن تان سین کی بیٹی) کی بنوائی ہوئی ہے۔اس میں تین بڑی بڑی محرابیں ہیں۔صحن مختصر ہے۔گنبد لداؤ کا مستحکم ہے۔وسط محراب میں لوح پر یہ عبارت کندہ ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۷)

اللہ اکبر
ایں مسجد رابائی تلوک دئی کلانوت
بچی میاں تان سین کلانوت
راست کردہ است ۱۰۶۲ ہجری۔

مسجد شاہجہانی (1637ء نزد دہلی دروازہ)

یہ مسجد فصیل شہر کی شمالی دیوار اور دہلی دروازہ سے متصل واقع ہے جو سنگ سرخ سے بنی ہے۔اس کے تین در ہیں۔اس کے دونوں طرف حجرے ہیں۔اس مسجد کی تعمیر شاہجہانی طرز تعمیر پر کی گئی۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۷)

مسجد سرائے (1843ء۔نزد ریلوے اسٹیشن)

یہ مسجد ۱۸۴۳ء میں میر سعادت علی (منشی راجپوتانہ) نے تعمیر کرائی تھی۔ایک پختہ کنواں اس مسجد کے صحن میں ہے۔مسجد کی محراب میں سنگ مرمر کی لوح پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

میر سعادت علی کرد در اجمیر طرح — مسجد وچاہ کہ است چشمۂ آب بقا
آنکہ از باقرعلی تا بہ علی میر سد — حلقہ بحلقہ بہم سلسلہ اش مرحبا
ساختہ شد ایں مکاں کردبدل اجراں — ازرہ صدق وصفا نذر رسول خدا
از پے ایں سال نیک گفت ہمایوں سروش — چشمۂ زمزم صفت مسجد کعبہ بنا

کتبہ میر جلال الدین مرصع رقم سنہ بارہ سوانہتر ہجری

مسجد کے سامنے ریلوے اسٹیشن تعمیر ہو جانے سے اس مسجد کی رونق بڑھ گئی ہے۔اس مقام پر درگاہ کمیٹی نے چالیس ہزار روپیہ خرچ کر ایک پختہ سرائے تعمیر کرادی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات اجمیر کے بعد یہ مسجد عرصہ تک بند رہی۔اب یہ مسجد کھولدی گئی ہے اس کے قریب گھنٹہ گھر (کلاک ٹاور) بن جانے کی وجہ سے آجکل یہ گھنٹہ گھر کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۰۴)

مسجد کیسو خاں (1568ء۔محلہ کوٹ)

یہ مسجد محلہ کوٹ کے تارہ گڈھ کے راستہ پر واقع ہے۔اس کے قریب قلندری مسجد ہے اس مسجد کے جنوب میں پتھر کی باولی بنی ہوئی ہے۔اس کے قریب ایک پختہ حوض تھا مگر اب برباد ہو گیا ہے۔البتہ اسکے کچھ نشانات باقی ہیں۔مسجد کی محراب میں سنگ مرمر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ (احسن السیر۔صفحہ ۹۴)

بعہد حضرت شاہ فلک قدر — پناہ دین احمد ظل یزداں
جلال الدین محمد شاہ اکبر — سکندر حشمت ودرائے دوراں
بمن ہمت خاں حسن خلف — پیر جود کیسوخاں عمراں
زہجرت نہصد وہفتاد وشش بود — کہ شد تعمیر ایں سقائے میراں

کتبہ الراجی درویش محمد حاجی

پرانی عید گاہ (نزد آنا ساگر جھیل)

انا ساگر کے قریب یہ مسجد واقع ہے۔شیخ یحیٰی نے عالمگیر اورنگ زیب بادشاہ کے عہد میں اس مسجد کی تعمیر کرائی تھی اور مسجد کے خرچ کے لئے ۴۰ بیگہ زمین بھی وقف کی تھی۔

(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ اسکرپٹ۔صفحہ ۱۳۳)

مسجد محمدی (درگاہ بازار-1963ء)

بعہد اورنگ زیب بادشاہ یہ مسجد خاص بازار (جو آجکل درگاہ بازار کہلاتا ہے) کی دکانوں کی چھت پر ۱۶۹۳ء میں سیّد محمد نے اس مسجد کی تعمیر کرائی تھی۔ اس کی محرابوں پر یہ کتبہ کندہ ہے:۔ (احسن السیر۔صفحہ ۶۵)

اے خوشادور شہنشاہ جہاں آفاق گیر	داد گر شاہے کہ آمد زیب اورنگ تقی
خسر و عادل شہنشاہ ولی والی کزو	ے ترا دواز درو دیوار دین مصطفیٰ
ہر کجا شد مسجد و محراب منبر کو بکو	خطبہ میخو انند ازواللیل والشمس الضحیٰ
خاصہ آں مسجد کہ نوردیدۂ اہل یقین	قدوۃ ارباب دیں سیّد محمد مجتبیٰ
جانشیں قطب ربانی معین الدیّن کہ او	ہر زماں ہر وقت محبوب جناب کبریا
رونق افزاء گرامی مسند پیرانِ چشت	زینت آراء نگاریں نقش ایوان ہدیٰ
کرد برپا مایہ عقبیٰ برائے عالمے	بلکہ بہر عاصیاں توقیع و فرمان نجیٰ
حاش للہ بے تکلف از ملائک بگذرد	ہر کہ باشد اندر ویک لحظہ باز کر خدا
بود نامی درپے تاریخ سال اوخسرو	گفت کو بیت المقدس نیک زیبا شد بنا

اور طاق مسجد میں یہ تاریخ کندہ ہے:۔

ساخت چوں سیّد محمد برحق	مسجدے زیبا کہ انا نسجد"
گفت ہاتف سال تاریخ بنا	حسبتہ للہ بیت مسجد"

مسجد اڑھائی دن کا جھونپڑا (1194ء)

(نزد ترپولیا دروازہ)

اس مسجد کی بنیاد 1194ء میں سلطان محمد غوری نے رکھی تھی جسے سلطان التمس نے مکمل کیا۔ کلاکاری، فنکاری، اور نکاسی کے معاملے میں یہ مسجد ہندوستان کے تمام مسجدوں میں انفرادیت رکھتی ہے۔ نہایت خوبصورت دل کش اور مضبوط ہے۔ آج آٹھ سو سال بعد بھی یہ مسجد اپنی مکمل اور مستحکم حالت میں قائم ہے۔ جس میں پانچوں وقت کی نماز ہوتی ہے۔ اس کے متعلق ہربلاس ساردا نے لکھا ہے کہ ۱۷۲۰ء میں راجہ اجیت نے دن کے وقت اجمیر پہنچ کر مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا اور مسجد پر قبضہ کرلیا اور اس نے بادشاہ کے صوبہ دار کو قتل کر کے تارہ گڑھ پر قبضہ کرلیا۔ ایک دفعہ پھر یہاں پوجا کے گھنٹوں کی آواز آنی شروع ہوگئی۔ مسجدوں میں اذان بند ہوگئی جہاں قرآن پڑھا جاتا تھا وہاں پوران پڑھا جانے لگا۔ قاضیوں کی جگہ برہموں نے لے لی۔

اس زمانے میں یہ مسجد مندر بنائی گئی اور پرانے شاہی کھمبوں کو نکال کر وہاں مورتی والے کھمبے بھی لگائے گئے اور بت آنی شروع ہوگئی۔ اس وقت ہندوؤں کی یہ کوشش رہی کہ اسے مندر بنادیا جائے مگر مسلمانوں نے بحالت مسجد رکھنا چاہا۔ چنانچہ اس کشمکش کو روکنے کے لئے دولت راؤ سندھیا نے ۱۸۰۹ء میں اپنے دورِ حکومت میں اس مسجد کے دروازہ پر پتھر کندہ کر کے ایک اعلان نصب کرایا جس میں ہندو اور مسلمانوں کو قسم دے کر لکھا گیا ہے کہ اس عمارت کو نقصان نہ پہنچائیں۔ یہ کتبہ اب تک مسجد کے دروازے پر موجود ہے۔

اگر ہندوؤں کو اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ یہ شروع سے مسجد ہے تو وہ برطانیہ کے دورِ حکومت میں عدالتی چارہ جوئی کر کے بابو گڑھ کی طرح اسے بھی لے لیتے۔

☆☆☆

اجمیر میں صوفیاء کرام کے مزارات

مزار برہان الدین قتال (محلہ ہولی واڑہ)

پھول محل کے گوشہ شمال ومشرق میں محلّہ ہولی واڑہ ہے جس سے متصل یہ مزار واقع ہے۔ایک احاطہ کے اندراس کے اوپرایک گنبد بنا ہوا ہے۔اس میں برہان الدین قتالؒ اور ان کی زوجہ محترمہ آسودہ ہیں۔آپ کے عرس ۲۱ ؍رجب المرجب کو ہوتا ہے۔گنبد کے قریب ایک کنواں سنگِ سرخ کا بنا ہوا ہے۔جنوب کی طرف ایک دالان شکستہ حالت میں پڑا ہے۔چونکہ آپ کا مزار عطر سازوں کے محلّہ کے قریب میں تھا۔اس لئے جو عطر ساز عطر تیار کرتا تھا وہ پہلے آپ کے مزار پر چڑھاتے تھے۔آپ کا مزار ہر وقت مہکتا رہتا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں آپ کا مزار شہید ہو گیا۔ (احسن السیر۔صفحہ ۷۴۔۷۵)

مزار مسکین شہیدؒ

آپ کا مزار محلّہ اجمیری میں واقع مسجد سے ملحق ایک حجرہ میں ہے۔پہلے آپ کا عرس ۲۹ ؍رجب کو سالانہ ہوا کرتا تھا مگر فسادات اجمیر کے بعد ہر سال خواجہ غریب نواز کی درگاہ میں ہوتا ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۲۱۵)

مزار مدار شاہ مجذوبؒ (گگوانا)

یہ بزرگ روشن علی شاہ کے مرید تھے۔آپ کا مزار اجمیر سے تقریباً چار کوس پر موضع گگوانہ میں ہے۔آپ کے مزار شریف کے رہنے والے آپ کی کرامات کے قائل ہیں۔

(معین الارواح۔صفحہ ۲۱۶)

مزار مدار شاہ

آپ کا مزار پڑاؤ کے قریب ایک پختہ احاطہ میں ہے۔ گنبد کے سامنے ایک وسیع پختہ دالان ہے۔ ماہ شعبان میں یہاں سالانہ عرس ہوا کرتا تھا مگر ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد سے یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۲۱۶)

مزار پرانی ساز (نیا بازار)

نئے بازار کی ایک عالیشان قدیم عمارت کے گوشہ میں ایک قبر ہے۔ حکومت برطانیہ نے اس مقبرہ کی مرمت کرائی تھی۔ گمان ہے کہ یہ کسی بزرگ کا مزار ہے۔
(کتاب غریب نواز۔ صفحہ ۱۶۳۔۱۶۴)

مزار رفیق علی شاہ (دھلی دروازہ)

آپ کا مزار دلی دروازہ کے باہر گھوسیوں کے محلہ میں ایک پختہ چار دیواری کے اندر واقع ہے آپ کا عرس شوال کے تیسری تاریخ کو سالانہ ہوا کرتا تھا لیکن اب یہ سلسلہ بند ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۲۱۶)

مزار سیلانی پیرؒ (دولت باغ)

آپ کا مزار دولت باغ میں کنویں سے متصل ایک پختہ چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ یہاں ایک حجرہ مجاور کے رہنے کے لئے بنا ہوا ہے۔ آخری چہار شنبہ کے میلہ میں یہاں لوگ جمع ہوتے تھے لیکن اب یہ سلسلہ بند ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۲۱۶)

مزار جلال شہید (محلہ کمھار)

آپ کا مزار کہاروں کے محلہ میں ایک پختہ چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ آپ کا سالانہ عرس شعبان کی سات تاریخ کو ہوا کرتا تھا لیکن اب آپ کا عرس خواجہ غریب نوازؒ کی درگاہ میں ہوتا ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۲۱۶)

مزار دھلی دروازہ (دھلی دروازہ)

دہلی دروازہ سے ملحق ایک پختہ اونچے چبوترے پر ایک مزار ہے اس کے سامنے اسلامی سبیل بھی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقعہ پر اس مزار کے تعویذ کا کچھ حصہ شہید ہو گیا تھا۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۲۱۵)

مقبرہ عبداللہ خاں (1710ء۔ سرائے عبد اللہ پور)

یہ مقبرہ سرائے عبداللہ پور میں لال پھاٹک والے پل سے متصل واقع ہے آپ کا نام سیّد میاں المعروف عبداللہ خاں تھا۔ آپ کے مزار پر آپ کے خلیفہ سید حسین علی خاں نے سنگ مرمر کے استعمال سے ایک خوبصورت مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ انہی کے سامنے ان کی بیوی کا مزار ہے۔ آپ کے مقبرہ کی محراب پر یہ اشعار کندہ ہیں: (احسن السیر۔ صفحہ ۹۸۔۹۹)

امیر عادل عبداللہ خاں عالیشاں — چو رحلت بست زدار فنا بدار جناں
حسین علق علی جود نیّر تاباں — کہ ہست حسین علی خان باتفاق جہاں
دیانت آئین یعنی ہدایت اللہ را — اشارہ کرد زابروئے حکم لطف نشاں
کہ بہر سیّد شاہی لقب بہشت نشیں — بنا کند چو فلک روضہ علوالشاں
سروش غیب رسال بنائے اشرف او — بگفت روضۂ عالی بگوش دل پنہاں

مزار مدد شہید (درگاہ بازار)

آپ کا مزار درگاہ بازار سے متصل ایک گلی میں پختہ چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ یہ گلی بھی آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ مزار کے احاطہ میں ایک پختہ دالان بھی ہے۔ آپ کا سالانہ عرس بتاریخ ۲۸ر رجب کو ہوا کرتا تھا مگر اب بند ہے۔

مقبرہ حسین علی خاں (1719ء)
(نزد عبد اللہ خاں کا مقبرہ)

یہ مقبرہ عبداللہ خاں کے مقبرہ سے متصل مغربی فصیل شہر کے نزدیک ہے۔ حسین علی خاں جو فرخ سیر بادشاہ کے وزیر تھے۔ بتاریخ ۶ر ذی الحجہ ۱۷۱۹ء میں میر حیدر کے ہاتھ فتح پور سیکری میں مارے گئے۔ میر حیدر نے آپ کو پیش قبض سے ہلاک کیا تو اسی وقت سید مغفور کے خواہر زادہ غیرت خاں نے میر حیدر کا بھی کام تمام کر دیا۔ سید حسین علی خاں کا جنازہ بڑے جلوس سے اجمیر پہنچایا گیا تھا۔ مقبرہ کی عالیشان عمارت بنائی گئی تھی مگر اب ان کے قبر کا تعویذ تک باقی نہیں ہے۔ مقبرہ کے بھی دروں کو بند کر کے اس عمارت کو کوٹھی کی شکل میں بدل دیا گیا ہے۔ پہلے اس میں گورنمنٹ کالج تھا۔ اس کے بعد کچھ عیسائی اس میں کرایہ پر رہنے لگے تھے۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۹۸۔۹۹)

درگاہ حضرت سید حسین خنگ سوار
(1615ء۔ تارا گڑھ پہاڑی)

آپ کی درگاہ تارہ گڑھ پر واقع ہے۔ اس درگاہ کے متعلق ابوالفضل نے اکبر نامہ کے جلد دوم کے صفحہ ۶۵ م پر لکھا ہے کہ آپ امام زین العابدین کی اولاد میں سے ہیں۔ لوگ یہاں سے تبرک لیتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ آپ سلطان شہاب الدین غوری کے ملازمان میں سے ہیں۔ اور ہندوستان فتح کرنے کے وقت ۱۱۹۲ء میں تشریف لائے تھے۔ شہاب الدین

غوری نے انھیں اجمیر کی شقہ داری پر مقرر کر دیا اور یہیں اجمیر میں ان کا انتقال ہوا۔ عوام میں یہ ولی مشہور ہوئے اور ان کا مزار پورے ہندوستان میں مشہور ہو گیا۔

۱۶۱۵ء میں سید حسین خنگ سوارؒ کی کچی قبر پر اعتبار خاں (جو عہد اکبری میں منصب دوہزاری اور عہد جہانگیری میں منصب شش ہزاری پر ممتاز تھے اور ممتاز خاں کے لقب سے مشہور تھے۔) نے مزار اور اس کے اوپر گنبد تعمیر کرایا اور اس کے چاروں طرف سے چہار دیواری تعمیر کرا کر پورب کی جانب ایک بڑا بلند دروازہ تعمیر کروائی جو اب بھی اپنے جاہ جلال کے ساتھ قائم ہے۔ مزار کے گنبد کے اوپر کلس کا استعمال کیا گیا تھا لیکن اب یہ تعمیرات نہیں ہے دوبارا گنبد بنایا گیا ہے۔

اس کے جنوبی دروازہ کی کھڑکی پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

شاہنشاہ زمانہ جہانگیر بادشاہ کاند رزماں او شدہ آسودہ دل وجاں
سال دہم بعہد جلوس مبارکش شد فتح ملک رانا ازاں شاہ کامراں
وقت کہ اندر اجمیر آں شاہ گنج بخش برتخت زرنشستہ بعد از فتح شادماں
بود از ہزار فزوں بست وچہار سال گیتی زعدل ودادش چوں روضہ جناں
در روضۂ مقدّس سیّدِ حسین کرد این پنجروزہ صدق وصفا اعتبار خاںؒ

مزار شریف کے سرہانے موتیوں کا سہرہ پڑا رہتا ہے۔ یہاں چاندی کا چھتری لگا ہے۔ مزار کے مغرب میں کماجی راؤ سندھیا نے سنگ مرمر کے سات دالان تعمیر کرائی تھی جس کے مغربی دیوار کی محراب پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

معدن نور منبع اسرار ہست درگاہ شاہ خنگ سوار
ساخت دالان کہ ہست رشک بہشت راؤ کماجی سندھیا بوقار
۱۲۲۰ھ۔۱۸۰۵ء

دوسرا کتبہ اس طرح ہے:

کمانچی راؤ چوں کردہ بنائے مکاں پر فضا برکوہ محکم

پے تاریخ جستم گفت ہاتف احاطش تا قیامت باد قائم

اسی دالان سے ملحق ایک دالان اور ہے جو ۱۹۰۴ء میں بالا راؤ اینگلہ نے تعمیر کرایا تھا۔اس کی محراب پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

از بشارت سید الشہدا حسین خنگ سوار کردوالان راؤ بالا اینگلہ پیش مزار

ایک ہزار دو صد افزوں ازیں کن بست ودہ سال خانہ بیت العدن آمد شمار

اس درگاہ کے مغرب میں ایک مسجد ہے جس کی لمبائی تقریباً ۲۴ گز اور چوڑائی چھ گز ہے۔جس کے ساتھ ایک پانی کا حوض ہے۔اس کے علاوہ یہاں بڑے بڑے دالان ہیں۔حضرت میراں سید حسینؒ کا عرس ۱۷،۱۸ رجب کو ہر سال ہوتا ہے۔جو لوگ خواجہ غریب نواز کے عرس شریف میں شریک ہوتے ہیں ان میں سے بعض لوگ میراں صاحب کے عرس تک ٹھہر جاتے ہیں۔درگاہ کے نام کچھ جاگیر بھی وقف ہے جس کا انتظام کمیٹی کرتی ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۲۳۔۱۲۸)

گنج شہدا اور مزار خواجہ وجیہ الدین مشہدی
(سسر خواجہ غریب نواز) (1615ء۔ تارا گڑھ پہاڑی)

حضرت سید حسین کی درگاہ کے جنوبی حصہ میں ایک وسیع پختہ احاطہ کے اندر گنج شہداء ہے۔یہاں بہت سے شہداء کے مزارات ہیں جن میں خواجہ غریب نواز کے سسر خواجہ وجیہ الدین مشہدی کا مزار ہے جو سنگ مرمر کے آٹھ کھمبوں کے استعمال سے ایک چوکور چھتری بنا ہے۔۱۶۵۱ء میں وزیر کلاں (جو جہانگیر بادشاہ کے امیروں میں سے تھے) نے ان مزاروں کے گرد چہاردیواری بنوائی تھی۔ (کتاب غریب نواز۔صفحہ ۱۷۳)

مزار روشن علی شاہ (تاراگڑھ پہاڑی)

آپ کا مزار حضرت سید حسین خنگ سوار کی درگاہ کے احاطہ کے اندر ہے جو تارہ گڑھ پر ہے۔

ان مزاروں کے علاوہ اجمیر میں اور بہت سارے مزارات ہیں۔ جن میں سے تو کچھ شکستہ اور بعض بے نشان ہو گئے ہیں۔

مزار امیر تاغان اور امیر ترغان
(نزد چشمہ نور جھیل)

کچھ لوگ انھیں امیر نقی اور امیر تقی بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں مزارات چشمۂ نور کے غربی سطح پر واقع ہیں جو پختہ چہار دیواری کے اندر ہیں۔ جسکے اندر دو دالان اور ایک گہرا حوض بھی بنا ہوا ہے۔ چنبیلی کے پھول کثرت سے مزاروں پر چھائے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی ایک گنج شہدا ہے۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۸۳۔۸۵)

☆☆☆

اجمیر میں صوفیاء کرام کے کچھ قدیمی چلّہ گاہ

چلہ حضرت خواجہ غریب نواز (1627ء)
(سدا بہار پہاڑی نزد آنا ساگر جھیل)

خواجہ غریب نواز کا چلہ سدا بہار پہاڑی پر متصل آنا ساگر واقع ہے۔ اجمیر آ کر پہلے خواجہ غریب نواز نے اسی پہاڑی کے گفہ میں قیام کیا تھا۔ ۱۶۲۷ء میں شاہجہاں کے عہد میں مہابت خاں (صوبہ دار اجمیر) کے شقہ دار دولت خاں نے آپ کے چلہ کے سامنے پتھر کا ایک گنبد بنوا کر اس کے دروازہ کے اوپر یہ اشعار لگوایا۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۹۹)

برزماں شہ رفیع القدر — جامی شرع دیں شہاب الدّین
رونق عدل وجودو اوچناں — کہ نیاز واز زمان وزمیں
گشت والی صوبۂ اجمیر — خان خاناں بہ عزت وتمکیں
پاک دیں پاکباز دولت خاں — بود شقہ دار اوبرسم امیں
ساختہ ایں مکان چلّہ چشت — تابود یادگار اوبہ زمیں
سال تاریخی طالبی گفتار — سی و ہفت وہزار بود سنین

۱۰۳۷ھ۔ (۱۶۲۷ء)

خواجہ غریب نواز کے چلہ شریف کے احاطہ کے شمالی صحن میں حضرت سید ملک محمد عالم المعروف بہ گذری شاہ باباؒ کی درگاہ ہے جو سنگ مرمر کے استعمال سے بارہ محرابوں پر مشتمل ہے۔ جس کے صحن پر سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کا فرش ہے۔ مزار کے سرہانے کے جانب ایک تین در کا مجلس خانہ ہے۔ بائیں جانب پانچ در کا وسیع دالان ہے۔ چلہ سے نیچے معصوم بابا کا مزار ہے اور اس کے سامنے ایک تین در کی مسجد ہے۔ مسجد کے دونوں طرف اعتکاف کے لئے حجرے بنے ہیں۔ اس احاطہ کے باہر مشرق جانب میں دو سہ دریاں معہ حجروں کے بنی

ہیں۔جنوبی احاطہ میں حضرت عبدالرحیم شاہؒ المعروف قاضی گذری شاہؒ کا مزار ایک حجرہ میں ہے۔جس کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے اور اسکا فرش سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کا ہے۔آپ کے مزار کے مشرق میں سید احمد علی شاہؒ بنارسی کا مزار ایک ٹین کے سائبان میں ہے اور اس کے بائیں جانب بخاری شاہؒ صاحب کا مزار ہے۔

۱۹۲۵ء میں باہتمام معینی گذری شاہی کمیٹی (رجسٹرڈ) کے طرف سے چلہ شریف پر گنبد تعمیر کیا گیا اور اسی سال حاجی کرم علی خانصاحب (جاگیر دار دھولپور) نے چلے کے مشرقی احاطہ کی مرمت کرائی۔۱۹۴۷ء کے فسادات میں یہاں کی عمارت کو نقصان پہنچایا گیا۔بعد میں حکومت ہند نے ان عمارتوں کی مرمت کرائی۔ (معین الارواح۔صفحہ ۲۲۲)

چلہ سالار غازی
(سدا بہار پہاڑی نزد آنا ساگر جھیل)

سدا بہار پہاڑی کی چوٹی پر سالار غازی کا چلہ ہے اور اسی مقام پر سنگ سرخ کے بنے گنبد کے اندر ایک مزار ہے اس کے علاوہ اس احاطہ میں حضرت کوثر علی شاہؒ۔انگارہ شاہؒ ،کلو بادشاہ مجذوب اور دیگر بزرگوں کے مزارات ہیں۔

محمود غزنوی نے اجمیر فتح کے بعد سالار ساہو کو یہاں کا صوبہ دار منتخب کر دیا تھا۔مشہور ہے کہ اس مقام پر آپ کے صاحبزادے سید سالار مسعود غازی (جن کا بہرائچ میں مزار ہے) کی ولادت ہوئی اس لئے یہ چلہ سالار غازی کے نام سے مشہور ہے۔۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقعہ پر یہاں کے اکثر مزارات شہید ہو گئے۔کچھ کی بعد میں مرمت کی گئی۔ (احسن السیر۔صفحہ ۹۹۔۱۰۰)

چلہ خواجہ قطب صاحب
(سدا بہار پہاڑی نزد آنا ساگر جھیل)

سدا بہار پہاڑی کے مشرقی حصہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا چلہ ہے۔یہاں آپ عبادت الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔چلہ کے بالائی صحن میں

ایک تین در کی پختہ مسجد ہے۔مولانا فخرالدین دہلویؒ کے مرید مولانا شمس الدین نے ۱۷۶۱ء میں یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔اس مسجد کے کتبہ کے اکثر الفاظ فرسودہ ہو گئے ہیں مگر یہ شعر پڑھنے میں آتا ہے۔

از پے تاریخ سالش ہاتف ازروئے نوید　　　داد پاسخ گو مورخ ذکر ہو رب مجید

اِس چلہ کے نیچے ایک صحن میں ایک عالیشان گنبد بنا ہوا ہے اس میں محمد خاں کی قبر ہے جو نواب امیر خان والئی ٹونک کے رفیقوں میں سے تھے۔اس گنبد کے مغرب میں ایک مسجد اور ایک حجرہ کی تعمیر محمود خاں نے ۱۹۲۰ء میں کرائی تھی جس کے دروازہ پر سنگ مرمر کا یہ کتبہ لگا ہے۔　(احسن السیر۔صفحہ ۱۰۱۔۱۰۲)

اللّٰہ اکبر

بنا کرد محمود عالی نگاہ　　　مزار محمد شہ دین پناہ

زتاریخ تعمیر گوید لطیف　　　زہے مقبرہ مسجد وخانقاہ

اس چلے کے صحن سے مشرق کی جانب بہت سی سیڑھیاں ہیں۔ان کے ہر دو جانب سہ دریاں اور حجرے بنے ہیں۔ان سیڑھیوں کے بعد ایک تیسرے صحن میں متعدد حجرے اور ایک مسجد تھی جو سیٹھ بھاگ چند صاحب کی کوٹھی کی دیوار گر جانے سے یہ مسجد اور حجرے منہدم ہو گئے۔البتہ اس وسیع صحن میں ایک اور مسجد ہے جو سہی حالت میں ہے۔۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقعہ پر بعض حجروں کے کواڑوں کو بلوائی اکھاڑ لے گئے۔بتاریخ ۱۳،۱۴ ربیع الاول کو اس چلہ پر حضرت قطب صاحبؒ کے مراسم عرس منجانب درگاہ خواجہ غریب نواز ادا کئے جاتے ہیں۔　(معین الارواح۔صفحہ ۲۲۴)

چلہ شادی دیو صاحب

(سدا بہار پہاڑی نزد آنا ساگر جھیل)

سدابہار پہاڑی پر چلہ سالار غازی کے نیچے خواجہ غریب نواز کے چلہ سے کچھ دوری پر یہ مقام واقع ہے۔ یہاں ایک گنبد کے اندر ایک پتھر کا 'چکر' تراشا ہوا رکھا ہے۔ اس سے متصل ایک دالان اور ایک حوض ہے۔ یہاں شادی کے موقعہ پر کچھ ہندو اپنے دولہا دلہن کو لاتے ہیں اور بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ یہاں کا مجاور مسلمان ہے۔ یہ وہی شادی دیو ہیں جو بقول سیر الاقطاب حضرت خواجہ غریب نواز کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔

(احسن السیر۔ صفحہ ۱۰۱)

چلہ غوث پاک (بڑے پیر صاحب کا چلہ)

(درگاہ کی اتری جانب کی پہاڑی پر)

غوث پاک کا چلہ خواجہ غریب نواز کی درگاہ کے جنوبی حصہ میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ یہاں سونڈے شاہ درویش مدفون ہیں۔ مشہور ہے کہ آپ بغداد شریف سے غوث پاک کے یہاں کی ایک اینٹ لائے تھے اور وصیت کی کہ "یہ اینٹ بعد وفات قبر میں میرے سینہ پر رکھ دینا" جس وجہ سے یہ مقام چلہ غوث پاک کے نام سے مشہور ہے۔ (احسن السیر۔ صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

اس مقام پر جمشید خاں صاحب نے ایک دالان تعمیر کرایا اور اصغر علی صاحب (متولی درگاہ خواجہ غریب نواز) نے پختہ صحن اور گنبد بنوایا۔ حکیم ارشاد علی صاحب نے ایک حوض اور ایک دالان تعمیر کرایا۔ حاجی وزیر علی صاحب (خادم درگاہ) نے ایک بارہ دری تعمیر کرائی۔ اس کے علاوہ یہاں ایک مسجد بھی ہے۔ ربیع الاول کی ۹؍ تاریخ سے ۱۱؍ تاریخ تک یہاں غوث پاک کی فاتحہ کے مراسم ادا ہوتے ہیں۔ خرچ کے لئے جاگیر حاصل ہے۔ (معین الارواح۔ صفحہ ۲۲۴)

چلہ مدار صاحب
(کندن نگر ،مدار ٹیکری نزد کوکلا پہاڑی)

مدار صاحب کا چلہ کوکلہ پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے۔ یہاں شیخ بدیع الدین عرف شاہ مدار مکن پوری نے چلہ کیا تھا۔ اس مقام پر پختہ گنبد بنا ہوا ہے۔ اس کے سامنے ایک حوض ہے۔ حوض کے کنارے پر آپ کے مرید کی چھتری ہے۔ جمادی الاوّل کی اٹھارویں تاریخ کو یہاں مدار صاحبؒ کی سالانہ فاتحہ کے مراسم ادا ہوتے ہیں۔ یہاں لوگ نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۰۸)

چلہ اجیپال جوگی
(یعنی عبداللہ بیابانی)

یہ چلہ اجمیر کے مغرب جانب تقریباً ۲ میل کے فاصلہ پر ایک کھنڈر میں واقع ہے۔ یہ وہی عبداللہ بیابانی ہیں جو خواجہ غریب نواز کے ہاتھ مسلمان ہوئے تھے اور آپ جنگل میں رہا کرتے تھے۔ (گلزار ابرار۔صفحہ ۳۵)

چلہ ناطمع شاہ (المعروف ناتواں شاہ کا تکیہ)
(نزد درگاہ خواجہ غریب نواز)

یہ چلہ غریب نواز کی درگاہ کے گوشہ جنوب و مشرق میں فصیل شہر کے اندر ہے۔ ناتواں شاہ غریب نواز کے کے ہم عصر بزرگ ہیں۔ (افاضات حمیدیہ۔صفحہ ۶۷)

عہد اکبری میں شہر پناہ کی دیوار کے لئے جب بنیاد کھودی جارہی تھی تو آپ ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہاں شہر پناہ کی دیوار بنے گی یہاں سے تشریف لیجائیں۔ فرمایا فقیر جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا۔ آخر مجبو ہو کر یہاں سے شہر کی فصیل کو گھما کر نکالی گئی۔ آپ کے مزار کے آگے مشرق کے جانب ایک چبوترہ پختہ بنا ہوا ہے۔ جس پر آپ کے مرید

ین مدفون ہیں۔ یہاں ایک دالان اور دو حجرہ بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۷۸۔۷۹)

چلہ بی بی حافظہ جمال (صاحبزادی خواجہ غریب نواز)
(نزد نور چشمہ پہاڑی)

یہ چلہ نور چشمے کے کنارہ پہاڑ کی گفہ میں ہے جس میں ایک دروازہ لگا ہے۔ مشہور ہے یہاں خواجہ غریب نواز کی صاحبزادی بی بی حافظہ جمال نے چلہ کیا تھا۔ (احسن السیر۔صفحہ ۸۵۔۸۶)

عثمانی چلہ
(درگاہ خواجہ غریب نواز نزد جھالرہ)

خواجہ غریب نواز کی درگاہ سے لگے جھالرہ کے قریب ایک حجرے میں خواجہ غریب نواز کے پیرومرشد خواجہ عثمان ہارونی کے روضۂ اقدس کا ایک پتھر اور دیگر تبرکات مکہ معظّمہ سے لا کر یہاں رکھے گئے ہیں۔ اس مقام کو عثمانی چلہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (معین الارواح۔صفحہ ۲۲۵)

☆☆☆

اجمیر کے کچھ مشہور تاریخی باغات

دولت باغ (1605ء۔ نزد آنا ساگر جھیل)

یہ باغ شاہجہانی محل کے قریب متصل آنا ساگر واقع تھا۔ جہانگیر نے ۱۶۰۵ء میں تخت نشین ہونے کے بعد اس باغ کو لگوایا تھا اور یہاں کچھ محلات بھی تعمیر کرائے تھے مگر اب اُن کا نشان باقی نہیں ہے۔ یہاں ایک عمدہ پانی کا کنواں اور سیلانی پیر کا مزار بھی ہے۔ برطانیہ کے عہد حکومت میں یہاں سڑکیں اور دروازے بنائے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہی زمانہ میں یہاں سہیلی بازار کی نمائش ہوتی تھی۔ اس باغ کے قریب قیصر باغ تھا جو دولت باغ سے وسیع تھا مگر اب موجود نہیں ہے۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۶۴۔۶۵)

شاہجہانی باغ (1632ء۔نزد آنا ساگر جھیل)

یہ باغ شاہجہاں بادشاہ نے آنا ساگر کے شمال میں لگوایا تھا مگر اب اس باغ کا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے۔ (کتاب غریب نواز۔ صفحہ ۱۶۳)

باغ بوراج (موضع بوراج)

یہ باغ اجمیر سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر مغرب جانب موضع بوراج میں واقع تھا جو نواب محمد عمر خانصاحب کی جاگیر میں تھا۔ اہل شہر یہاں برسات کے موسم میں سیر کرنے جایا کرتے تھے۔ اب اس باغ کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔

باغ سیّداحمد (1669ء۔ نزد آنا ساگر جھیل)

آنا ساگر کے گوشۂ شمال و مشرق میں یہ باغ واقع تھا۔ سید احمد ۱۶۶۹ء میں اورنگ زیب کے عہد حکومت میں اجمیر کے صوبہ دار تھے۔ جس نے اس باغ کو لگوایا تھا۔ اب یہ باغ موجود نہیں ہے۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔ صفحہ ۱۳۴)

اجمیر کے کچھ تاریخی کنویں اور تالاب

بیسلہ جھیل (1163ء۔نزد ریلوے اسٹیشن)

یہ تالاب موجودہ شہر اجمیر کے مشرق میں ریلوے اسٹیشن سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ راجہ بیسل دیو چہارم نے اس تالاب کو بنانے کا حکم دیا اور تقریباً ۱۱۵۳ء سے ۱۱۶۳ء کے درمیان یہ تالاب مکمل ہوگیا۔ اس تالاب کے چاروں طرف مندر بنوائے تھے۔ تالاب کے بیچ میں دو ٹیلے تھے جن پر اس کا محل تھا۔ جہانگیر نے اس تالاب کے کنارے مکانات بنوائے تھے۔ اسی مقام پر جہانگیر نے شاہ انگلستان کے سفیر سے ملاقات کی تھی اور سفیر نے ایک چار پہیوں کی گاڑی بادشاہ کو نذر کیا تھا۔ جب آنا ساگر مقررہ حد تک بڑھ جاتا ہے تو اس کا زائد پانی بیسلہ میں آتا ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ ۱۰۷۔۱۰۸ و اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۶۶۔۶۷)

آنا ساگر جھیل (1150ء۔نزد درگاہ شریف)

یہ تالاب راجہ انادیو نے تقریباً ۱۱۳۵ء سے ۱۱۵۰ء کے درمیان تعمیر کرایا تھا۔ برسات کے موسم میں اسکا دائرہ تقریباً چھ میل ہو جاتا ہے۔ اس کے کنارے شاہجہاں کے بنائے گئے سنگ مرمر کے محلات ہیں۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۶۰و۶۵)

فائی ساگر جھیل (1892ء)

یہ تالاب اجمیر کے مغرب میں تقریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے جو ۱۸۹۲ء میں بنایا گیا۔ یہاں سے اہل شہر کو بذریعہ نل پانی پہونچایا جاتا تھا۔ اسے دولاکھ اڑسٹھ ہزار نوسو روپیہ کے خرچ سے اجمیر میونسپلٹی نے تعمیر کرایا تھا۔ مسٹر فائی (ایگزیکٹیو انجینئر) نے اِسے تعمیر کرائی تھی جو بہت پر فضا مقام ہے۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۱۱۶)

ڈگی باولی (سیڑھی نماکنواں۔1823ء)

یہ چشمہ شہر فصیل کے جنوبی دروازے سے متصل واقع ہے جس کی تعمیر ۱۸۲۳ء میں کرنل ڈکن (کمیشنر اجمیر) نے کرائی تھی۔ یہ اہل شہر کو کافی پانی دیتا ہے۔ اس کے ہر چہار جانب عمارات بنی ہیں۔ (احسن السیر۔صفحہ ۷۸)

شمسی باولی (1212ء۔سیڑھی نماکنواں)
(نزد ڈھائی دن کا جھونپڑہ مسجد)

یہ باوٗلی ڈھائی دن کے جھونپڑے کے قریب واقع ہے۔ اس کا پانی صاف وشیریں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا یہاں سوت کاتا کرتی تھی۔ ایک دن سلطان شمس الدین التمش کی سواری اس طرف سے گذری بڑھیا نے ایک سوت کی اینٹن سلطان کو نذر کی۔ سلطان نے پوچھا کہ تم کیا چاہتی ہو؟ بڑھیا نے کہا کہ ایک مسجد اور ایک باولی اس مقام پر تعمیر ہوجائے۔ چنانچہ سلطان نے یہ باولی تعمیر کرادی۔ (احسن السیر۔صفحہ ۹۲)

نورچشمہ جہانگیری جھیل (1615ء)
(نزد تارا گڑہ پہاڑی)

یہ چشمہ تارہ گڑھ کے مشرق میں واقع ہے۔ پہلے یہاں راجہ اجیپال کا آباد کیا ہوا شہر (اجمیر) تھا۔ جب ۱۶۱۵ء میں نورالدین جہانگیر بادشاہ اجمیر آیا تو اس چشمے کے قریب ایک خوبصورت محل تعمیر کرایا۔ اس محل کے محراب پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

(احسن السیر۔صفحہ ۱۱۳۔۱۱۸ و اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۱۰۴۔۱۰۶)

بلند اقبال شاہ ہفت کشور   کہ وصفِ اونمی گنجد بہ تقریر

فروغ خاندان شاہ اکبر   شہنشاہ زماں شاہ جہانگیر

دریں سر چشمہ چوں آمد فیضش   رواں شد آب خاکش گشت اکسیر
شہنشاہ کرد نامش چشمۂ نور   شدہ آب خضر زد چاشنی گیر
دہم سال از جلوس شاہ غازی   بحکم بادشاہ نیک تدبیر
بہ طرف چشمۂ نورایں عمارت   جہاں آرائے شد ازروئے تقدیر
خسرو تاریخ اتمامش رقم کرد   محل شاہ نورالدین جہانگیر
۱۰۲۴ھ۔(۱۶۱۵ء)

اس محل کے عمارت میں اب صرف ایک دروازہ اور سرخ رنگ کا دالان باقی رہ گیا ہے مگروہ بھی شکستہ حالت میں ہے۔اس سے پہلے اس کا نام حوض جمالی تھا۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ۶۲)

پشکر جھیل اور برھما جی کا مندر (پشکر)

یہ تالاب اجمیر سے تقریباً تین کوس کے فاصلہ پر بجانب مغرب واقع ہے جو ہندوؤں کا بڑا تیرتھ استھل ہے اس کے گرد مندر اور گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔اس کے جنوبی کنارہ پر اکبر بادشاہ نے محل تعمیر کرایا تھا۔اس محل کے نشانات ابھی باقی ہیں۔جہانگیر نے بھی اس کے کنارے اپنے رہنے کے لئے ایک محل تعمیر کرایا تھا۔جس کے کھنڈر ابتک موجود ہے۔یہ تالاب دس میٹر گہرا ہے اور ایک کیلومیٹر کے دائرے میں واقع ہے۔یہاں ہر سال کاتک کے مہینہ میں میلہ لگتا ہے۔ہزاروں آدمی اور مویشی اس میلے میں آتے ہیں۔یہاں سب سے بڑی عمارت برہما جی کی مندر کا ہے۔ (احسن السیر۔صفحہ۱۱۳۔۱۱۸)(اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ۴۰۔۴۱)

اسد خاں کی باولی (1681ء)

اناساگر کے گوشہ شمال ومشرق میں پرانی عیدگاہ کے متصل یہ باولی واقع ہے۔اسکی تعمیر ۱۶۸۱ء میں اسد خاں (صوبہ دار اجمیر) نے کرائی تھی۔اسد خاں ااورنگ زیب کے عہد حکومت میں اجمیر کے صوبہ دار تھے۔ (اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو۔صفحہ ۱۳۴)

☆☆☆

مندرجہ ذیل کتب کے حوالہ سے اس باب کو مرتب کیا گیا ہے

نام کتاب	نام مصنف	عہد تصنیف	زبان	نام مطبع
اجمیر ہسٹوریکل اینڈ ڈسکرپٹو	ہربلاس ساردا	۱۹۴۱ء	انگریزی	فائن آرٹ پرنٹنگ پریس اجمیر
احسن السیر	محمد اکبر جہاں اجمیری	۱۲۹۴ھ	اردو	مفید عام پریس آگرہ
اکبر نامہ	ابوالفضل مبارک (ترجمہ فدا علی خاں)	عہد اکبری	ترجمہ فارسی اردو	دارالمطبع جامع عثمانیہ حیدرآباد
غریب نواز	بشیر احمد لاہوری	چودھویں صدی ہجری	اردو	
تزک جہاں گیری	جہانگیر	عہد جہانگیر	فارسی	نول کشور پریس لکھنو
گائڈ ٹو درگاہ خواجہ صاحب	مولانا عبدالباری معینی	۱۹۴۹ء	انگریزی	ویدک منترالیا پریس اجمیر
کتاب التحقیق	منشی امین الدین خاں مفتوں	چودھویں صدی ہجری	اردو	صوفی پریس اجمیر
معین الارواح	محمد خادم حسین زبیری معینی	بیسویں صدی عیسوی	اردو	آگرہ اخبار برقی پریس آگرہ

☆☆☆

درگاہ حضرت سید حسین خنگ سوار

(1615ء — تاراگڑھ پہاڑی، اجمیر)

اس کے تفصیل کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر۔ 163
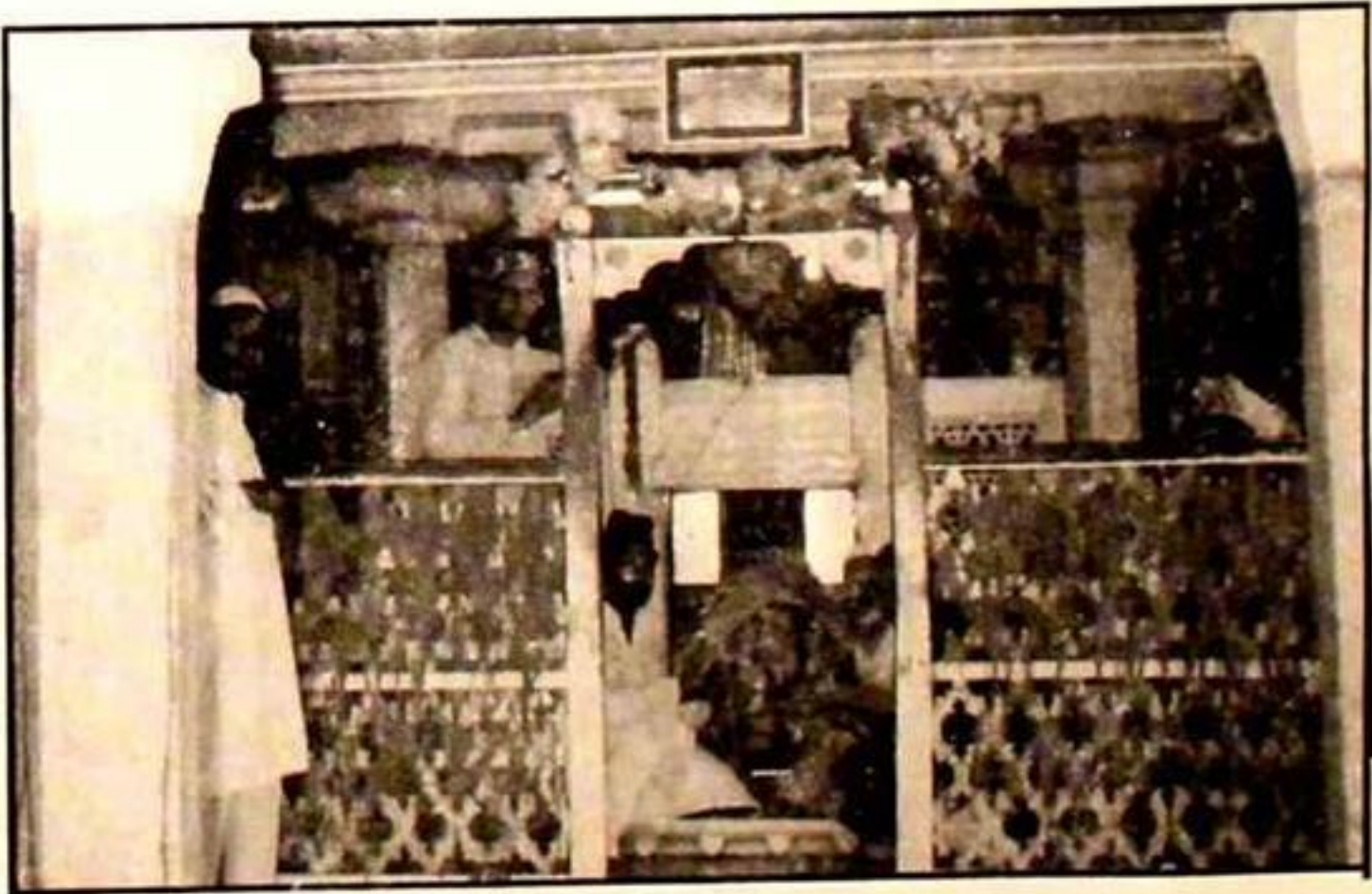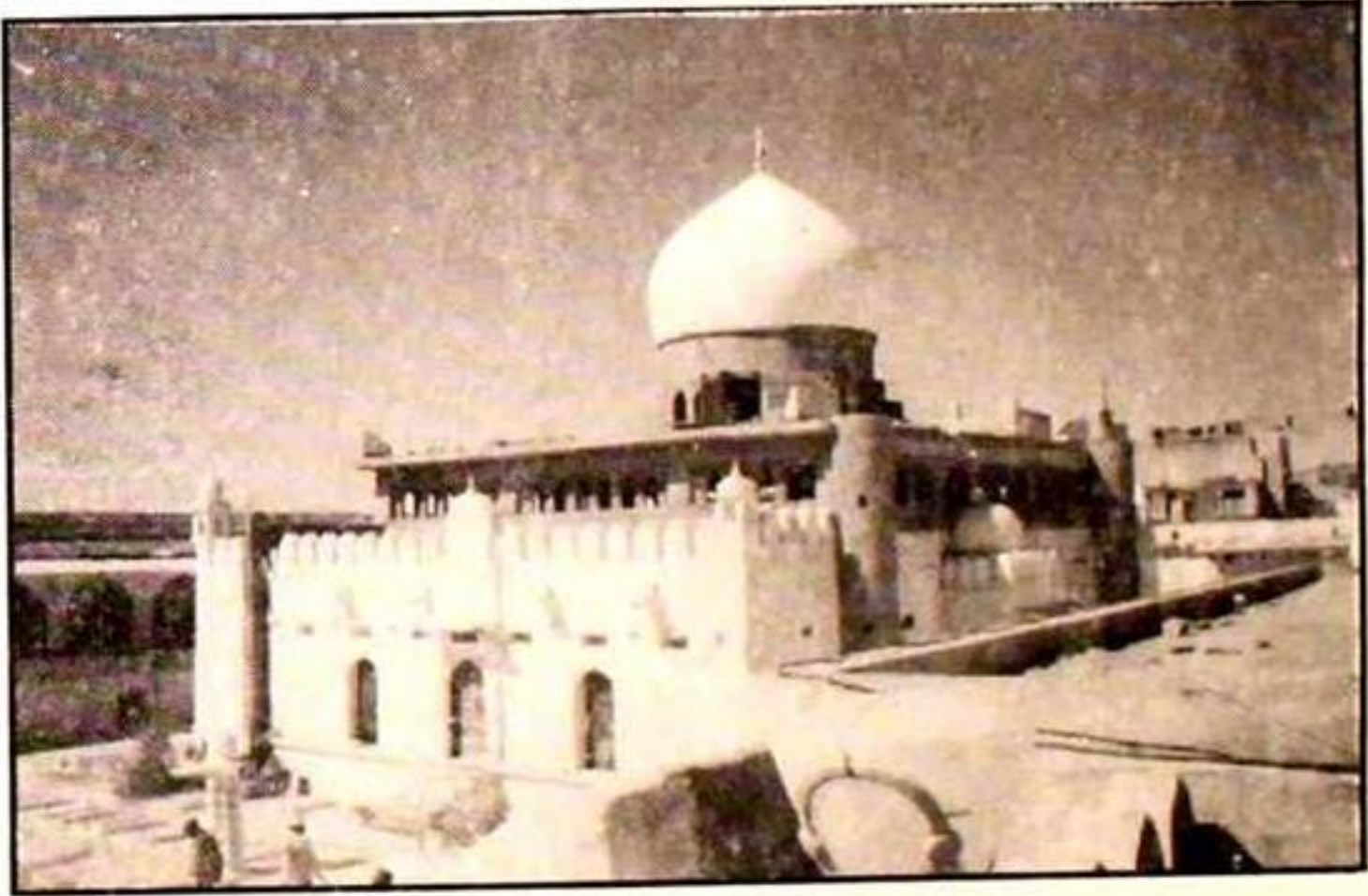
اندر مزار شریف کی تصویر

درگاہ حضرت سید حسین خنگ سوار
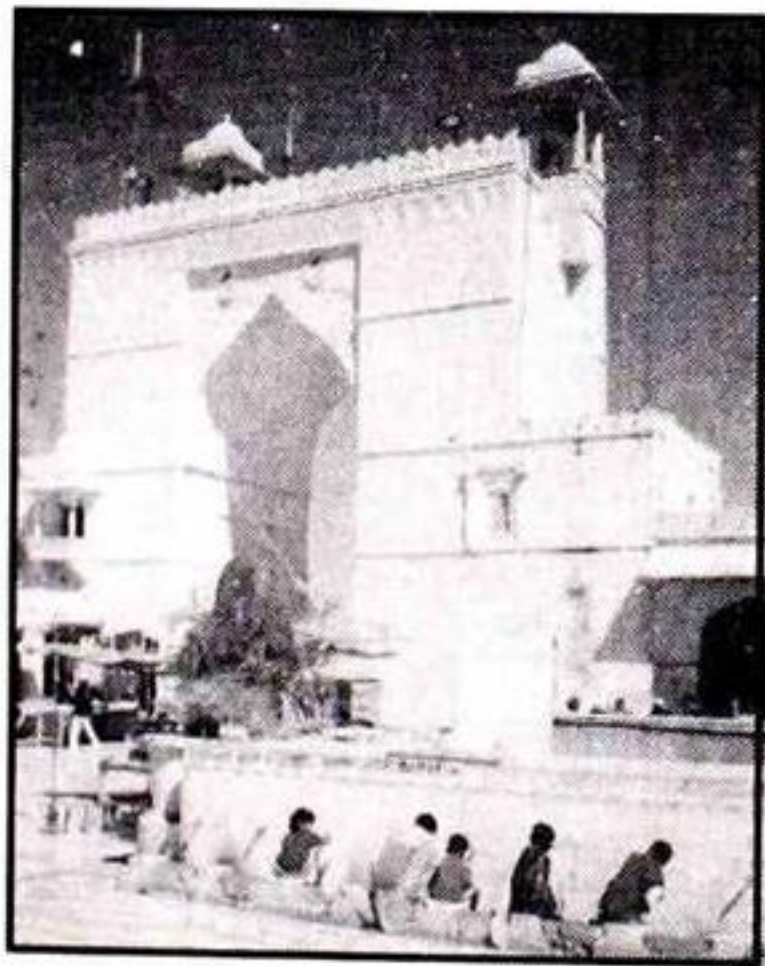
اس کے تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر-163

درگاہ کا بلند دروازہ (1615ء)

درگاہ کی مسجد (خلجی مسجد-1454ء)

مسجد اڑھائی دین کا جھونپڑا

(1194ء — نزد تیرپولیا دروازہ، اجمیر)
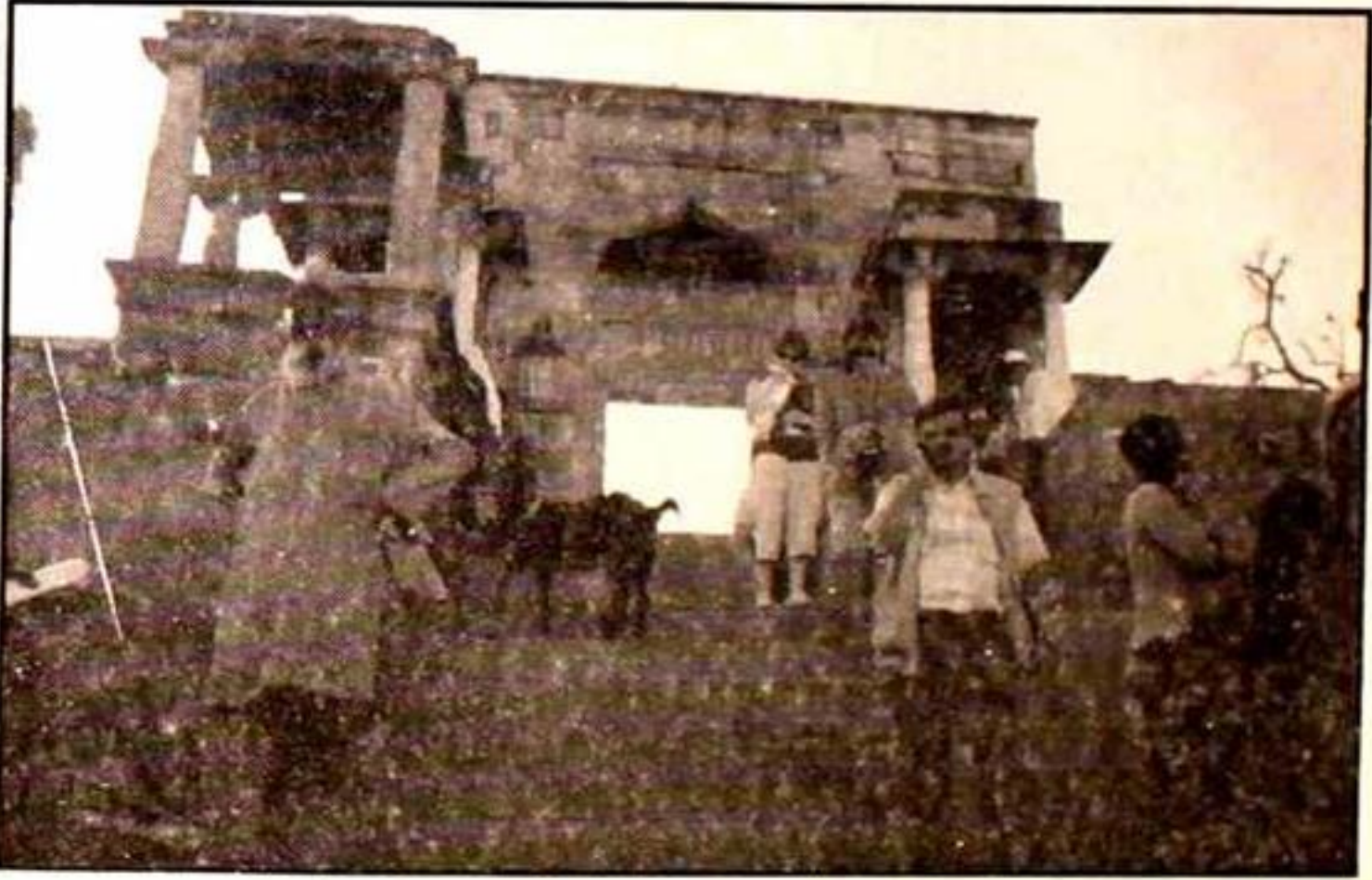
مسجد کا داخلی دروازہ

اس کے تفصیل کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر۔159
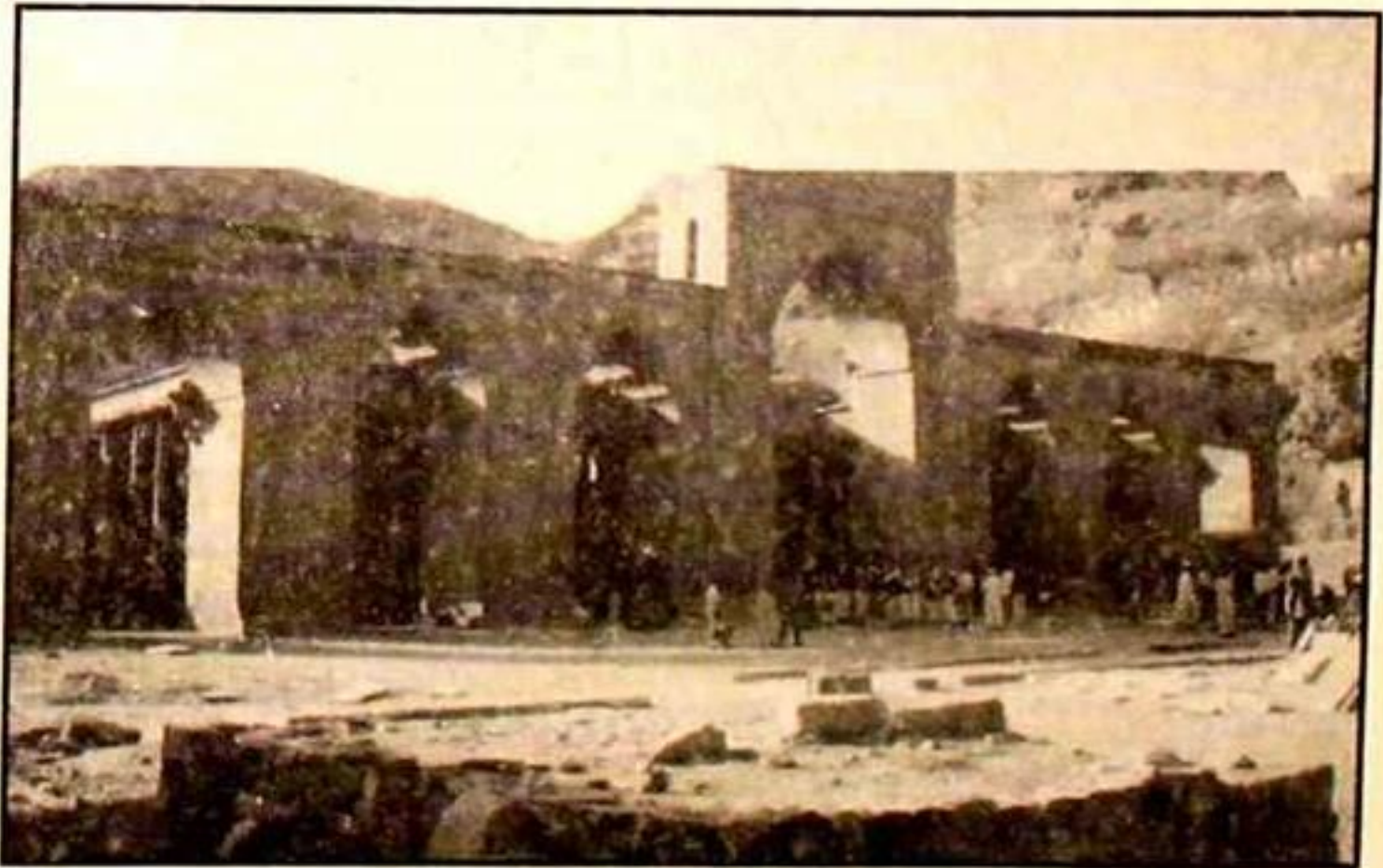
اندر صحن کے ساتھ مسجد کی عمارت

مسجد اڑھائی دین کا جھونپڑا
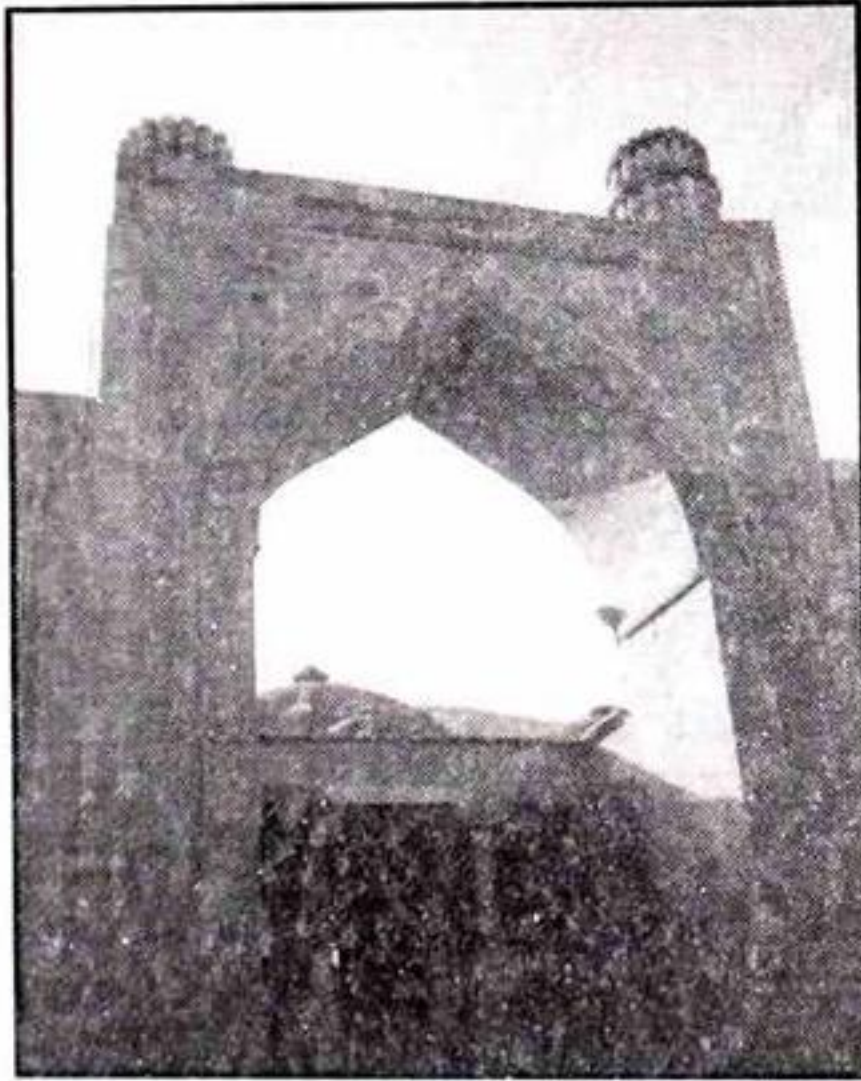
مسجد کا بلند محراب

اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر۔159
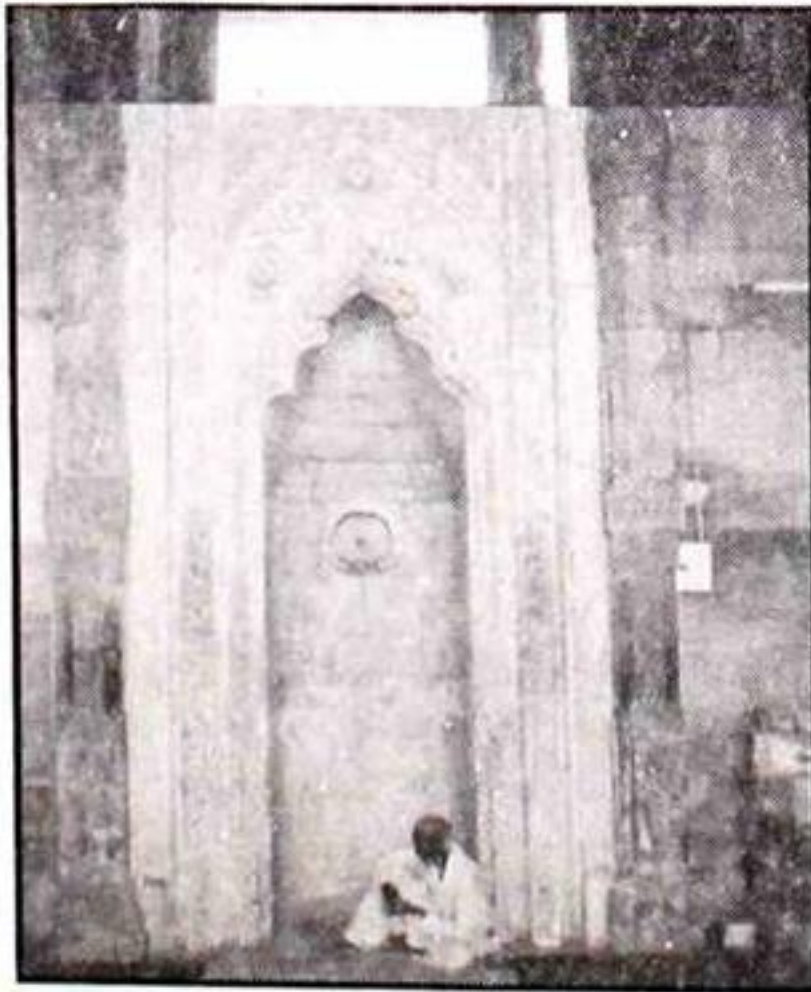
مسجد کا قبلہ منبر

گھنٹہ گھر (مہارانی وکٹوریا ٹاور)

(1888ء۔ نزد ریلوے اسٹیشن، اجمیر)
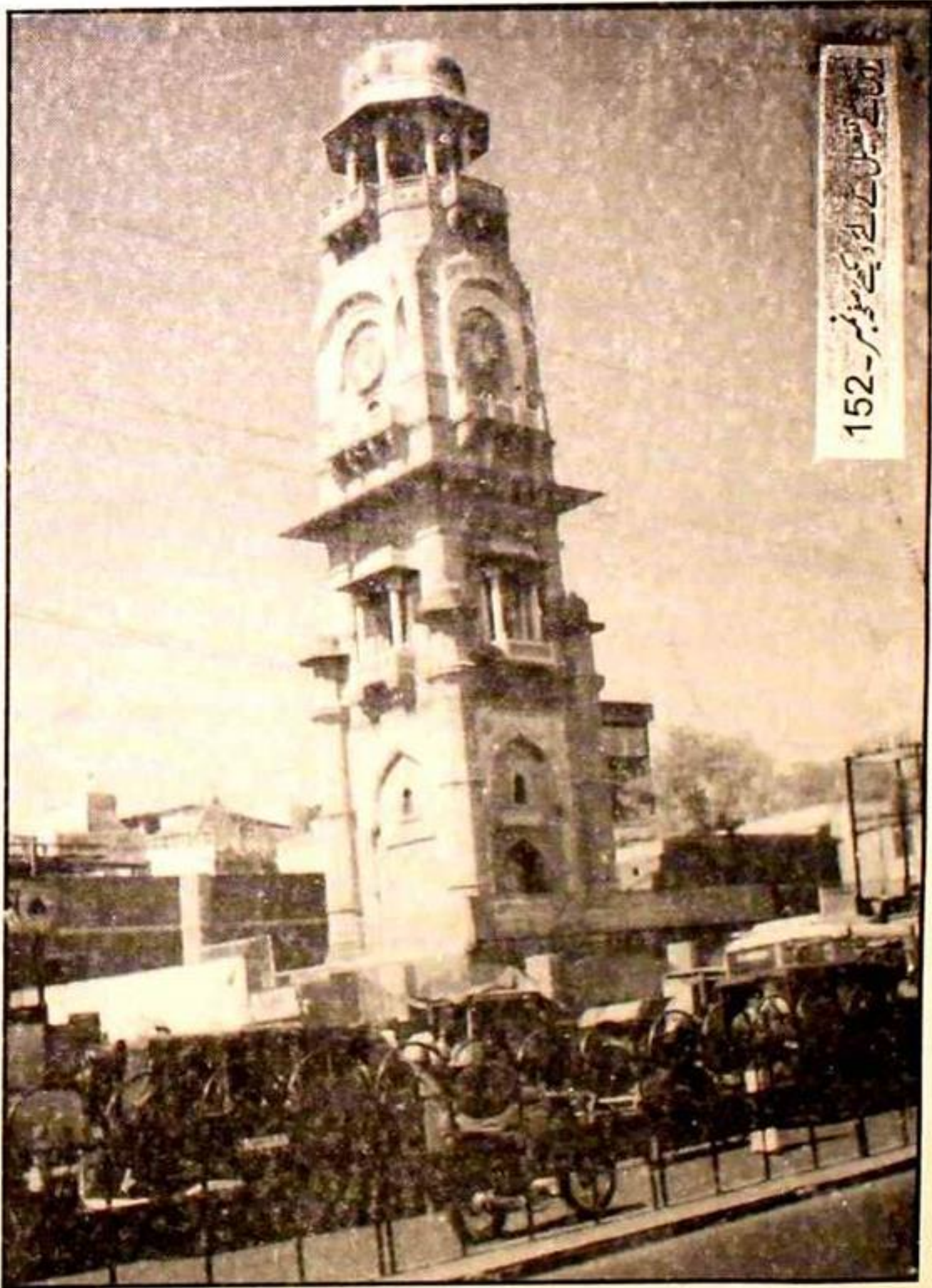
اکبری محل (اجمیر میوزیم

(1570ء۔ نیابازار گول پیاؤ، اجمیر)
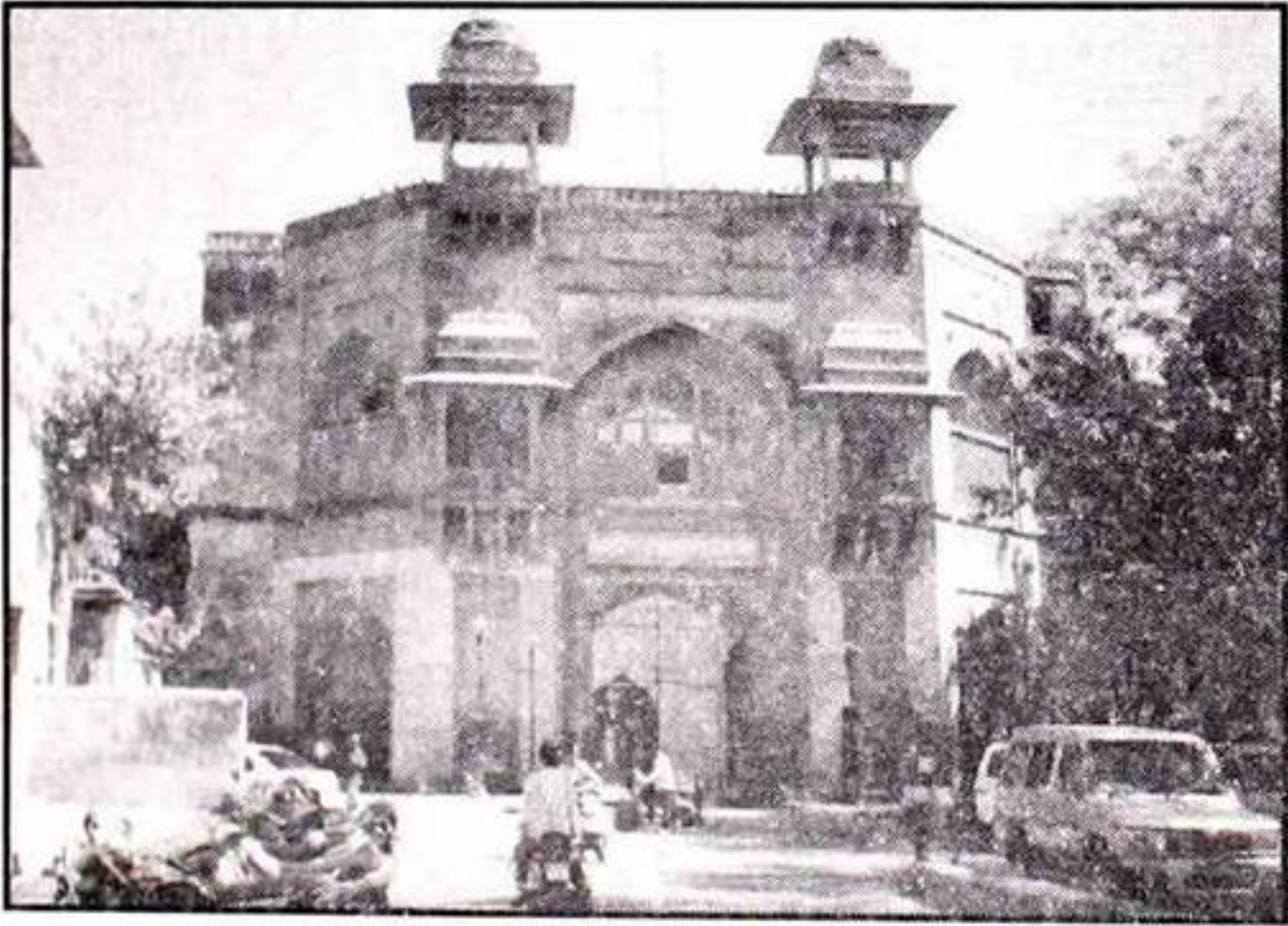
اکبری محل کا بلند داخلی دروازہ

اس کے تفصیل کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر۔ 153
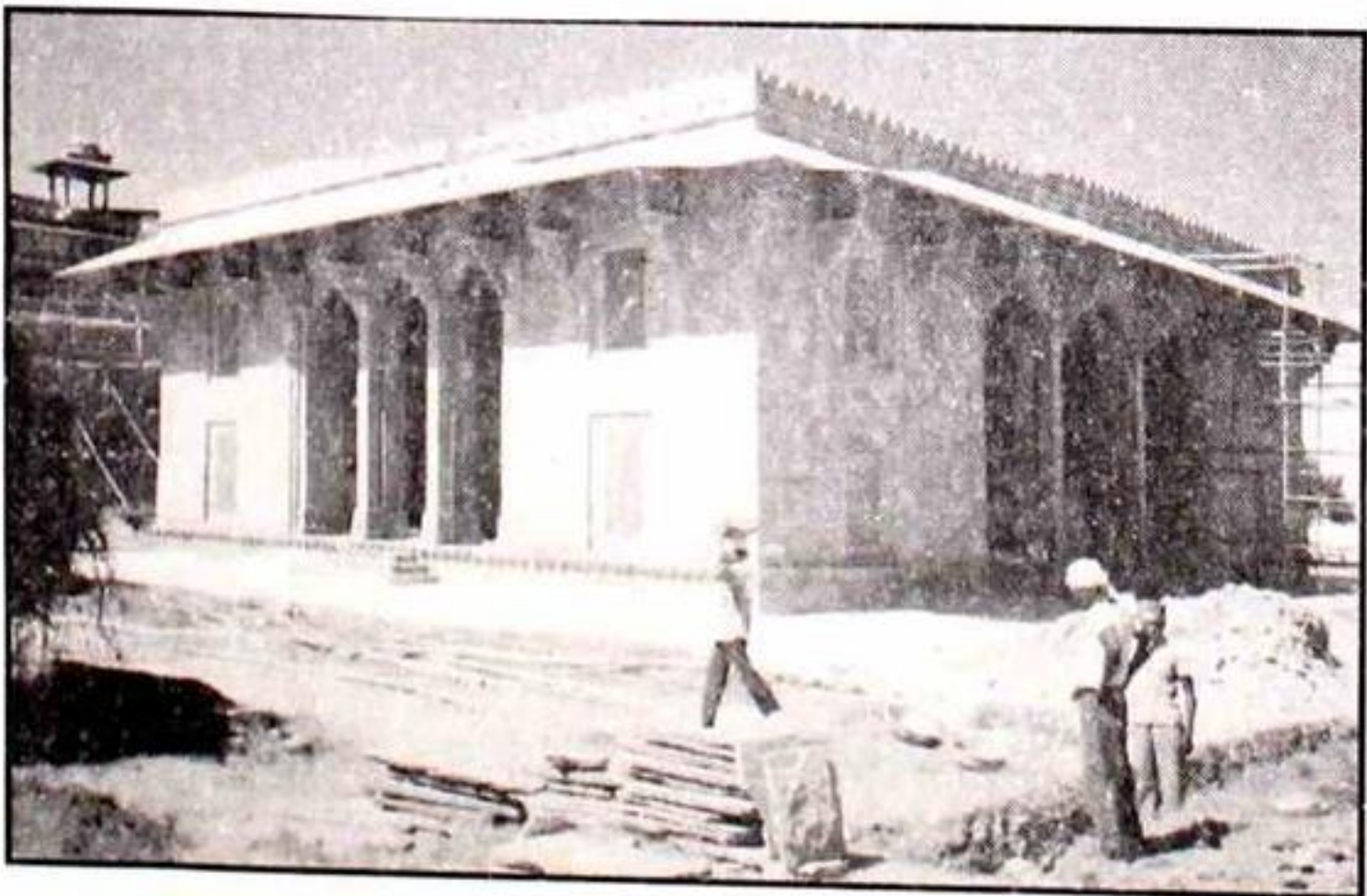
محل کے اندر تعمیر دیوان عام کی عمارت

اکبری گیٹ (1570ء ۔ تیرپولیادروازہ)

شہر پناہ کا دوسرا دروازہ
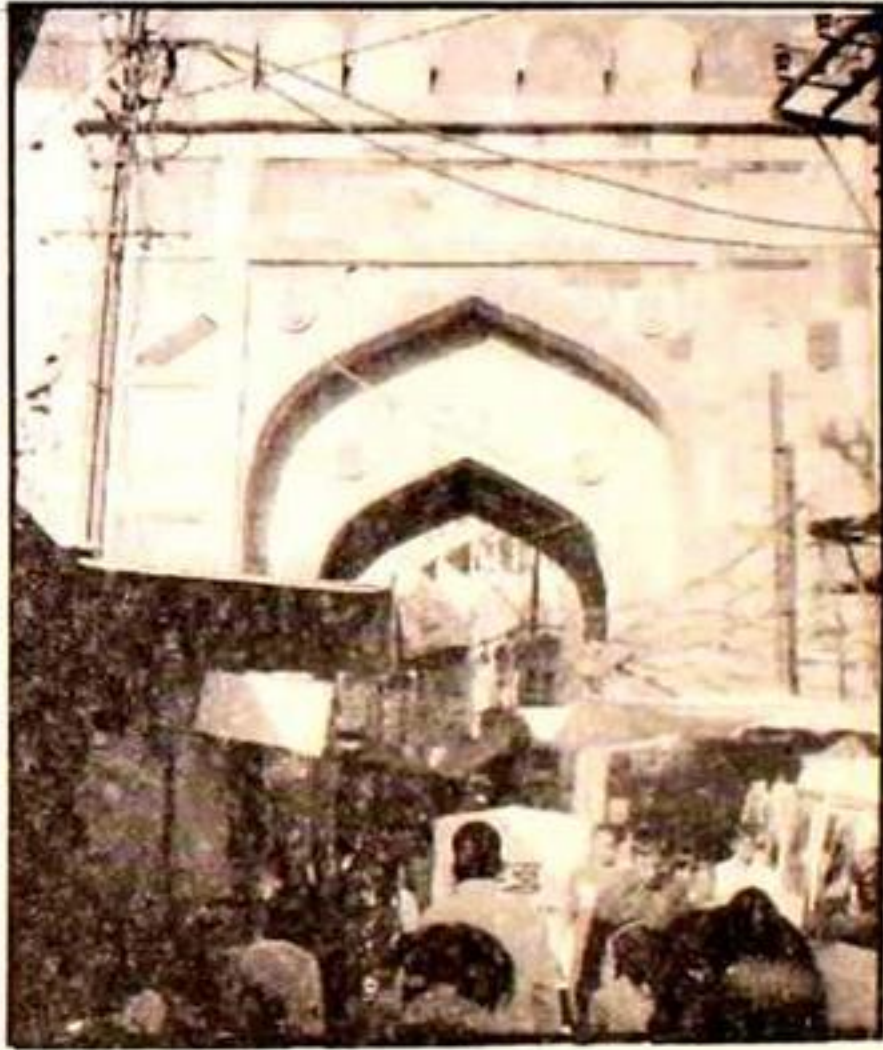
اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر-151

اکبری گیٹ (1570ء ۔ نزد نظام گیٹ)

شہر پناہ کا پہلا دروازہ

شاہجہانی محل (1637ء۔ نزد آنا ساگر)
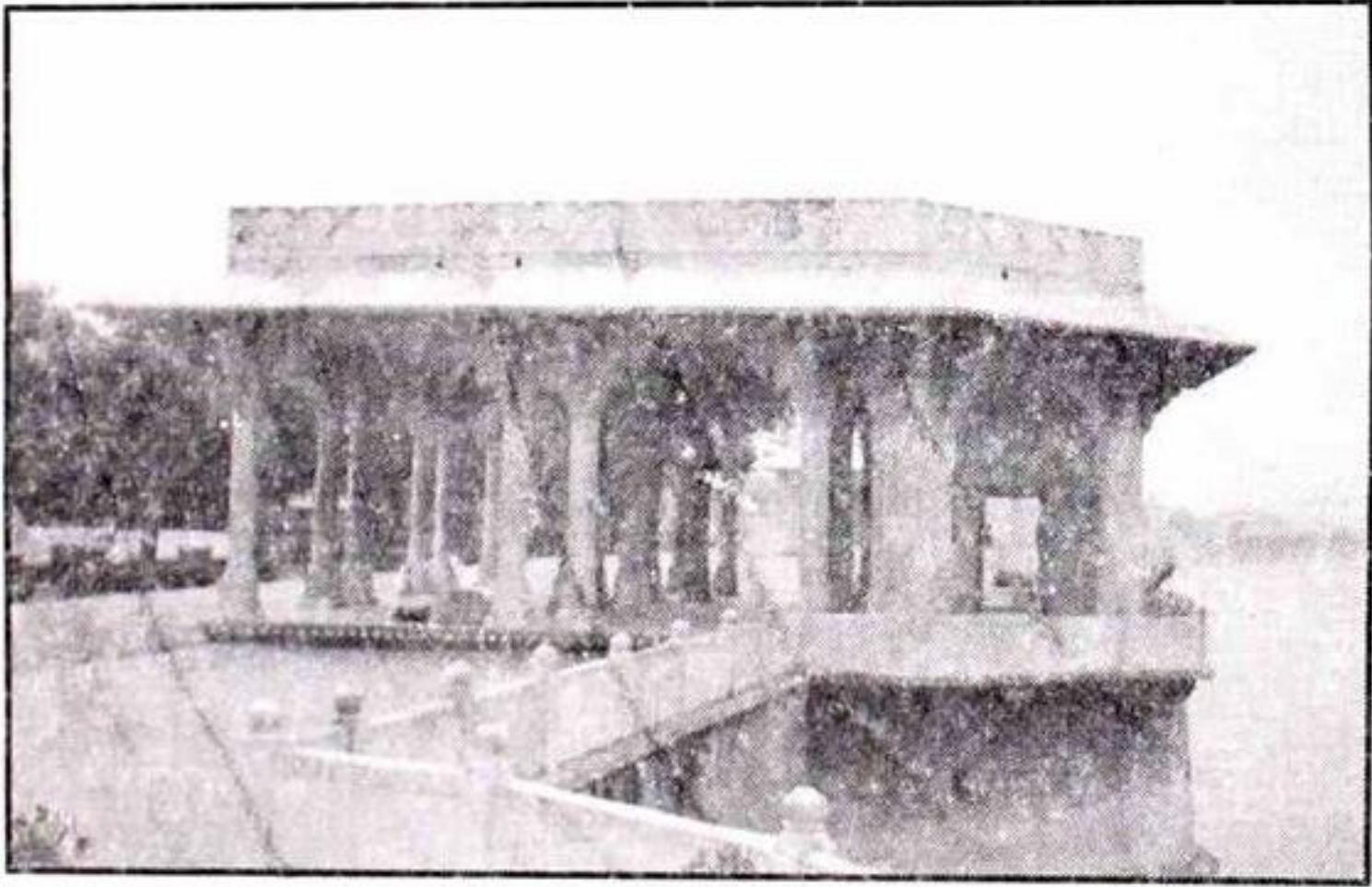
اس کے تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر۔ 154

شاہجہانی محل کے ساتھ تعمیر بارہ دری (نزد آنا ساگر)
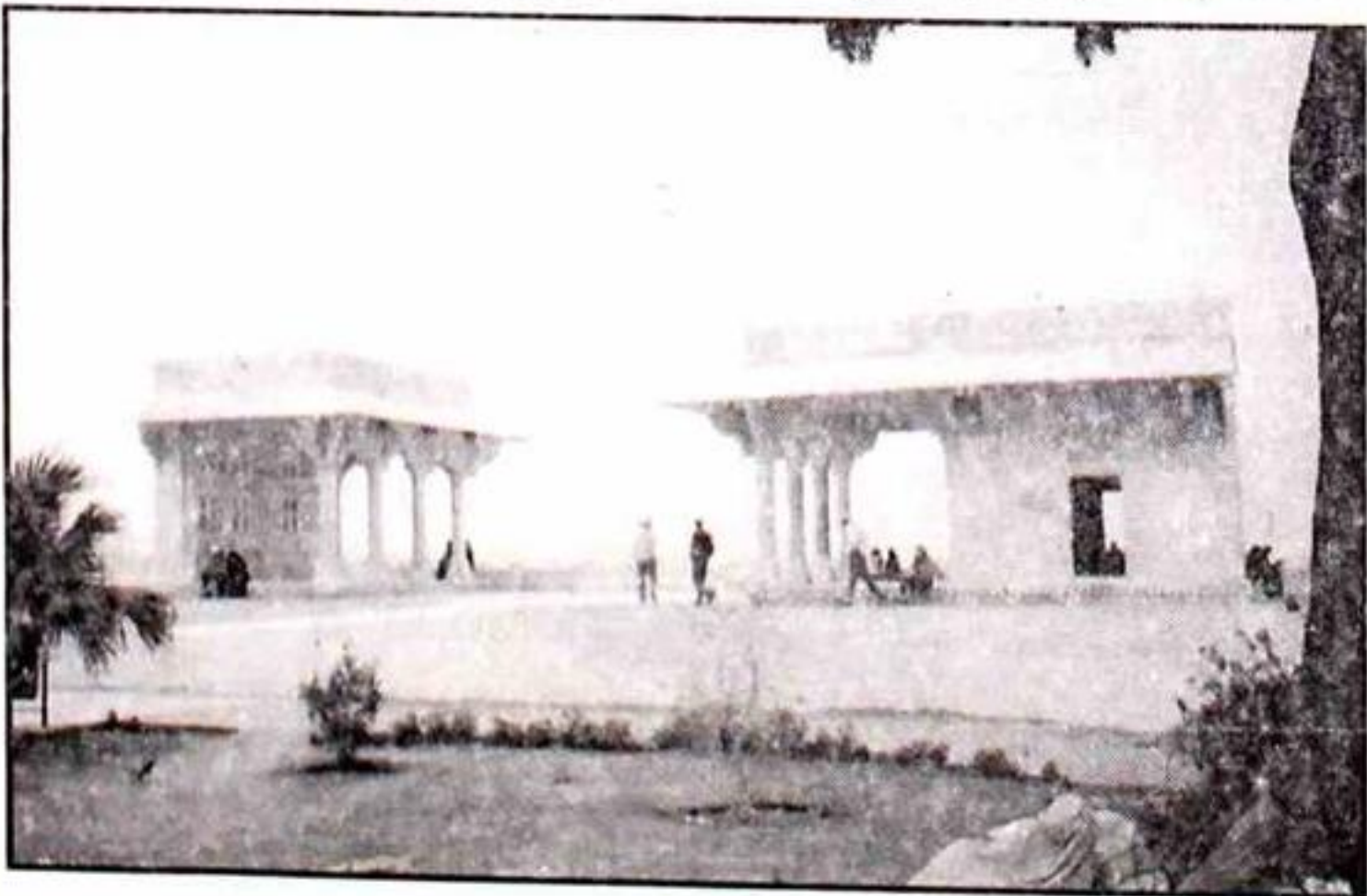
چلّہ خواجہ غریب نواز (1194ء۔سدا بہار پہاڑی)

چلّہ کا اندرون حصہ

اس کے تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر۔ 167

مزار گدڑی شاہ بابا

(نزد چلا خواجہ غریب نواز، سدابہار پہاڑی)

دیکھئے 167
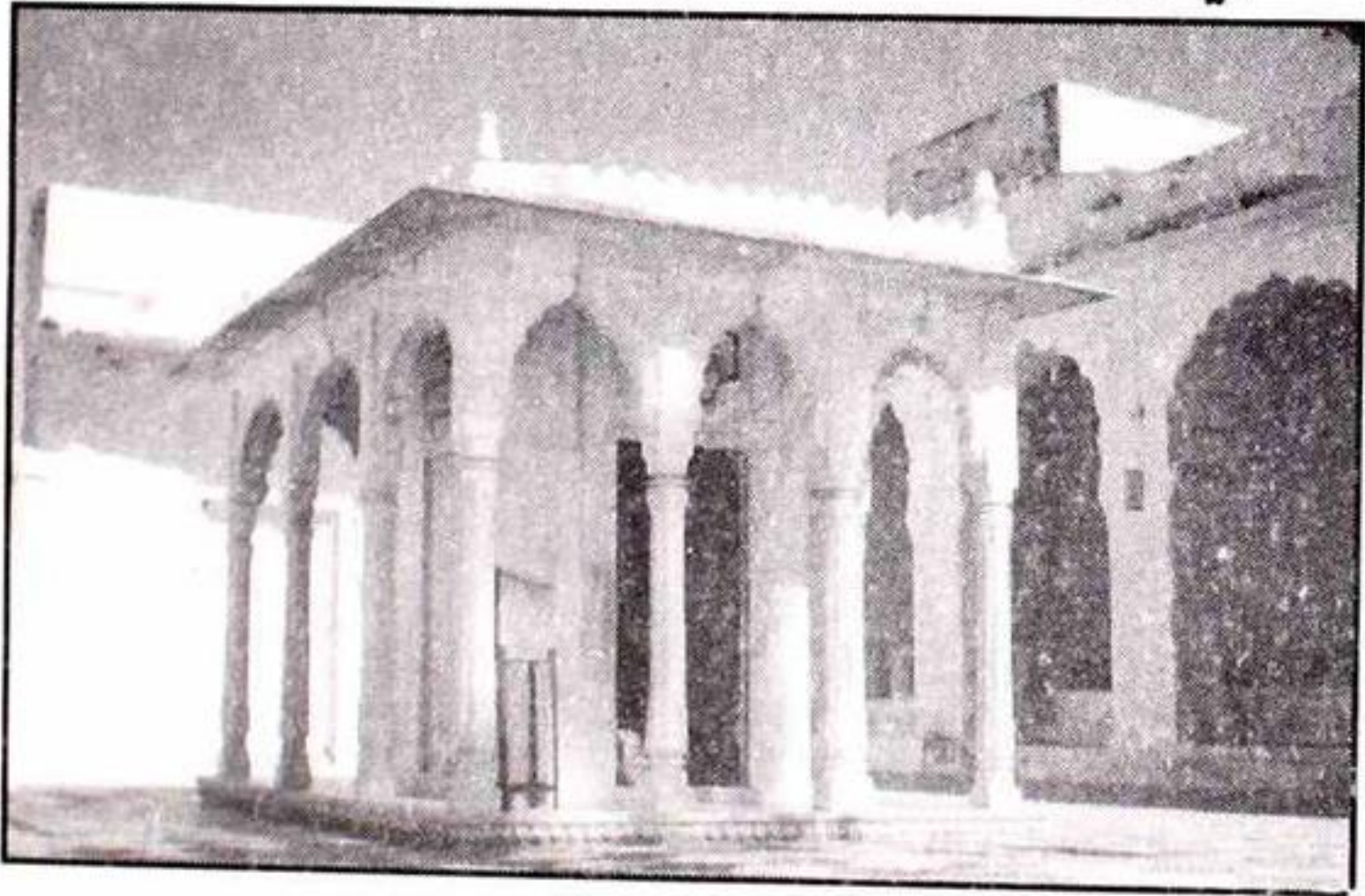
چلہ قطب الدین بختیار کاکی

(1220ء۔ نزد چلہ خواجہ غریب نواز، سدابہار پہاڑی)

اس کے تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر۔168

مزارخواجہ وجیہ الدین مشہدی (سسر خواجہ غریب نواز)

(1615ء۔ گنج شہدا، تاراگڑھ پہاڑی)

دیکھئے 165

چلّہ مدار صاحب

(کندن نگر مدار ٹیکری، نزد کوکلا پہاڑی)

اس کے تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر ۔171

پسکر جھیل کا منظر (پسکر، اجمیر)

(1605-1627ء)
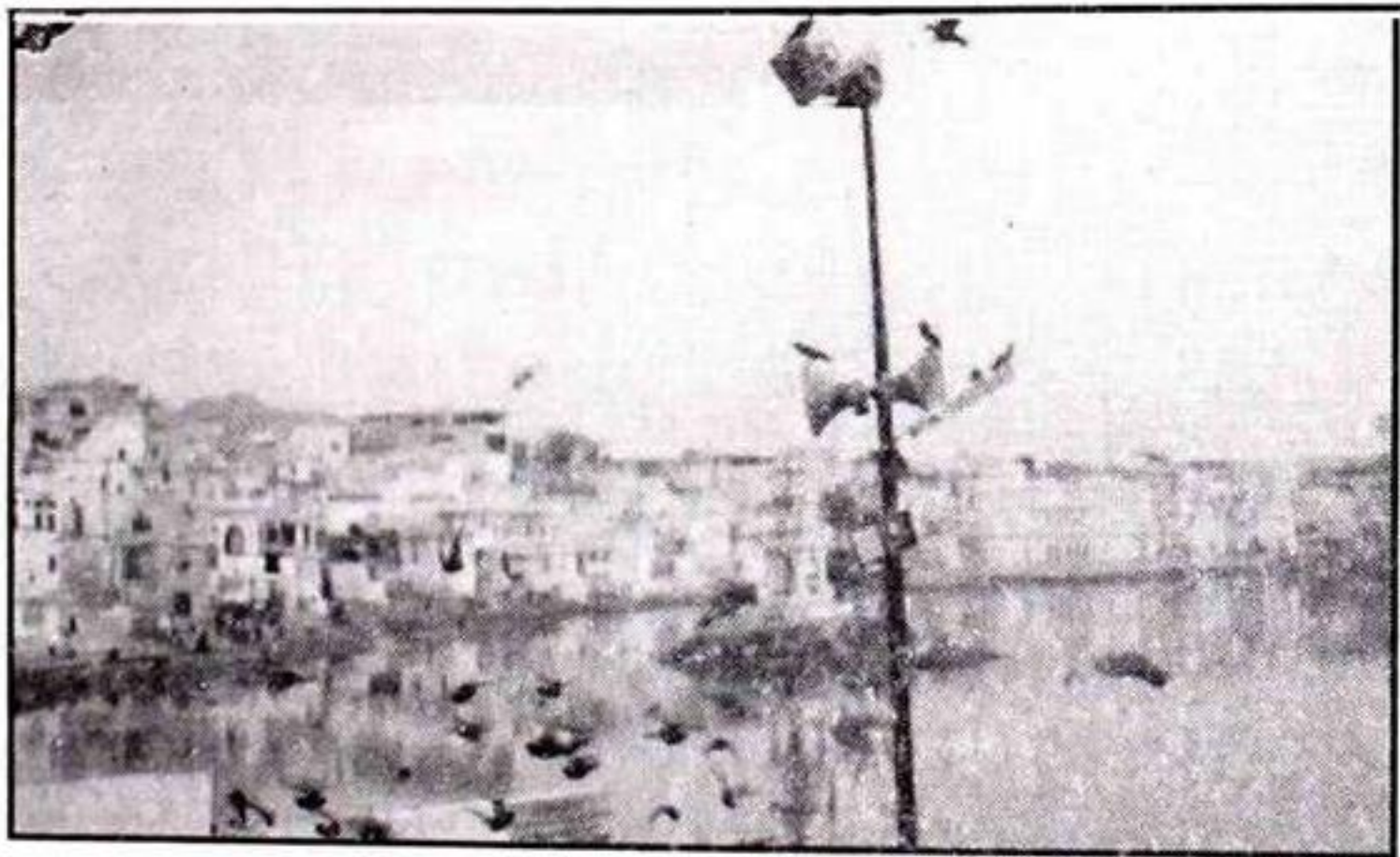
اس کے تفصیل کے لئے دیکھئے صفحہ نمبر۔ 176
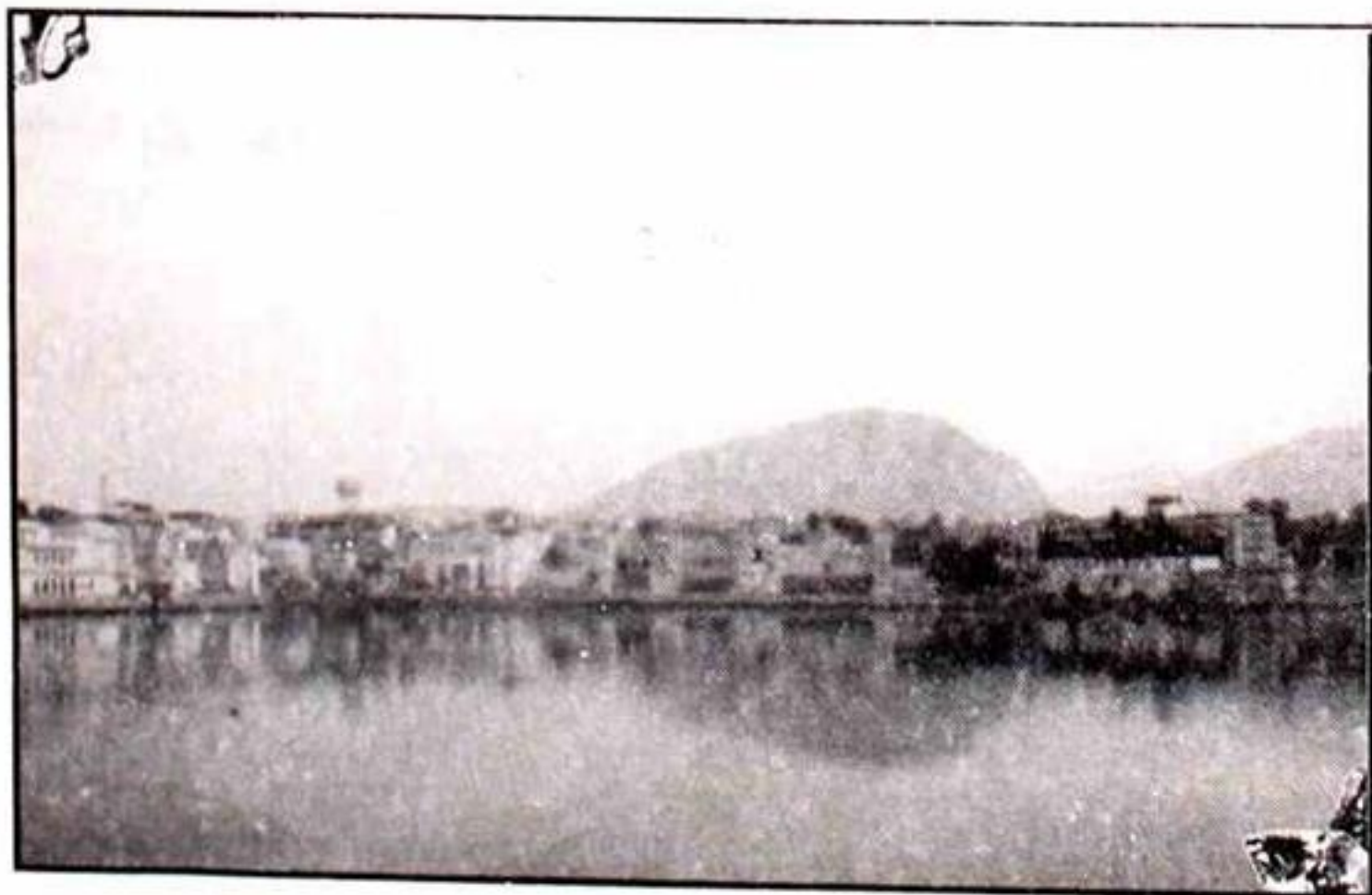
یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن (USSPF)

نئی دھلی کے قیام کے مقاصد

۱۔ صوفیاء کرام سے متعلق لکھی گئی کتابوں کو جمع کرنا اور ایک اچھی لائبریری کا قیام کرنا۔

۲۔ تعلیمی اداروں کے لئے اخلاقی تعلیم سے متعلق نصاب تیار کرنا۔

۳۔ صوفیاء کرام کے تاریخ واُن کے ملفوظات اور ان سے متعلق دیگر کتابوں کو مرتب کر کے اسے منظر عام پر لانا۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسول نیز صوفیاء کرام کے ذریعہ دئے گئے امن کے پیغام کو اخبارات و رسائل نیز الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ عام کرنا اور اس کے لئے ایک رسالہ جاری کرنا۔

۵۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں تعمیر شدہ درگاہوں اور مزارات پر تحقیق کرنا اور ان سے متعلق مواد اکٹھا کرنا نیز ان کے تحفظ کے لئے حکومت اور عوام سے تعاون حاصل کرنا۔

یونیورسل صوفی سنت اسٹڈی اینڈ پیس فاؤنڈیشن کی تحقیقی پروگرام کے تحت

ڈاکٹر محمد حفظ الرحمٰن کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کی فہرست

کتاب کا نام	زبان	ایڈیشن	قیمت
دہلی کے بتیس خواجہ کی چوکھٹ	ہندی	2005	95/-
مقاماتِ اولیاء دہلی	ہندی	2005	50/-
تصوف اور خواتینِ اولیاء دہلی	اردو	2011	75/-
دلی کی درگاہیں (۸۰ خواجہ کی چوکھٹ)	ہندی	2102	786/-
مزاراتِ اولیاء دہلی	اردو	2006	60/-
تصوف کا اتکرش ایوم صوفیوں کا اتہاس	ہندی	2005	275/-
تصوف ایوم شیخ ابوبکر طوسی حیدری قلندر عرف مٹکا پیر	اردو/ہندی	2003	25/-
مقاماتِ اولیاء روہیل کھنڈ	(ہندی)	2010	320/-
تصوف اور صوفیوں کا کردار عمل اور مسلمانوں میں اختلاف کے اسباب	اردو	2006	50/-

......	زیر طبع	اردو	تصوف کے ارتقا اور صوفیا کی تواریخ، عرب سے ہندوستان تک
110/-	2013	اردو	خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ اور اجمیر کے آثار قدیمہ
650	2003	ہندی مضمون	میر سید علی ہمدانی کی خانقاہ کا جائزہ
100/-	2011	اردو	تصوف اور شیخ شرف الدین احمد منیری
50/-	2009	اردو/ ہندی	فلسفۂ حیات
103/-	2012	اردو	تصوف اور حضرت شیخ علی ہجویری
	زیر طبع	انگریزی	تصوف اینڈ سورسیز آف تصوف
جرنل پٹنہ	2005	ہندی	تصوف کیا ہے
جرنل پٹنہ	2006	ہندی	ہندوستانی میں صوفی تحریک کا اتکرس اور صوفیاء کا یوگدان
100/-	2006	ہندی	روہیل کھنڈ کا اتہاس ایوم سنسکرتی
95/-	2005	ہندی	مدھیہ کالین بھارتیہ کلا ایوم استھاپتیہ کلا (ویشیشتائیں ایوم وکاس)
	زیر طبع	ہندی	مدھیہ کالین نگر، امروہہ اور مرادآباد کا اتہاس ایوم سنسکرتی
	زیر طبع	ہندی	میں رام پور ہوں، رام پور کا اتہاس ایوم سنسکرتی
375/-	2005	انگریزی	ہسٹری آف اسپیشل ایجوکیشن ان انڈیا
300/-	2005	انگریزی	کی ایشوز ان ٹیچر ایجوکیشن۔ ٹیچرس فار سکنڈری اسکول

Research by:

UNIVERSAL SUFI-SAINTS STUDY AND PEACE FOUNDATION
C-210, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, New Delhi- 110025
Mob. 9811219581, 07631407237
E-mail: sspfoundation@gmail.com